

سید برکات احمد

63

مرتبہ

سید برکات احمد

(علیگ)



۲  
حمید حقوق بن مصنف محفوظ ہیں

ایک ہزار

طباعت اول ۱۹۵۱ء

قیمت جلد ۵۰

۵۵۲۹

مطبوعہ کلیم پبلس کراچی (پاکستان)

# میری نظر سے

پورے پر ایسی مدلل کتاب نہیں  
گذری میری ناچیز رائے میں یہ کتاب  
ایک بہت بڑی ضرورت کو پوری کرتی ہے

اور

اس قابل ہے کہ ہر پاکستانی مرد و عورت  
اس کا مطالعہ کرے

ڈائریبل ایجوکیشنل سہروادی اکرام اللہ

متدرجہ ذیل کا انتظار فرمائیے

”تاریخ کا پہلا ورق“

”اسے قوم ابھی آرام نہ کر“



# مفہوم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲	ستر عورت		پاپا اول
۱۲	عشر مانی		معنی اور اقسام
۱۲	پاپڑہ مرد اور پاپڑہ عورت		نار
علا	پڑوہ شیش	۱۱	ستر
۱۲	حرم	۱۱	ستور
۱۲	زمانہ اندر خانہ حرم تک میری	۱۱	عورت
۱۲	حجاب	۱۱	پڑوہ
۱۲	حجاب	۱۱	پڑوہ زنبور یا زنبوری
۱۲	ہندو پاپڑہ عورت	۱۲	ستر پوش
۱۲	مسلمان پاپڑہ عورت	۱۲	ستر مرد
۱۵	پڑوہ شرم و حیا	۱۲	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۵	پرودہ جہالت	۱۵	پرودہ عصمت و عفت
۲۵	پرودہ دل	۱۵	پرودہ نظر
۲۶	پرودہ عقلمندی	۱۶	پرودہ آواز
۲۶	پرودہ اسلامی	۱۶	پرودہ بکارت
۲۵	پرودہ غیب یا پرودہ تقدیر	۱۶	پرودہ عقل
	باب دوم	۱۸	پرودہ پوش و عواکس
	قبل القرآن	۱۹	پرودہ عقلی
۳۶	حضرت آدم و حوا	۱۹	پرودہ نفسی
۳۶	قابیل و اقلیم اور ہابیل و عازرہ	۲۰	پرودہ اکتسابی
۳۶	حضرت نوح	۲۰	پرودہ رسمی
۳۶	حضرت ابراہیم	۲۰	پرودہ فقر و تکنت
۳۹	حضرت لوط	۲۱	پرودہ تانہ نئی
۵۰	حضرت یوسف	۲۱	پرودہ شرعی
۵۳	حضرت یونس	۲۱	پرودہ روایتی
۵۳	حضرت ایوب	۲۲	پرودہ ایمان
۵۵	حضرت موسیٰ	۲۳	پرودہ انصاف
			پرودہ شکر و ابرار اور پرودہ زوال و غریب



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۲	تاویل	۷۰	قارون
۷۷	لباس کی تعریف	۷۰	یوشع
۷۷	لباس اور نماز	۷۱	حضرت ایکس
۷۹	جہاد	۷۱	حضرت داؤد
۸۱	مجاہدین کی فضیلت	۷۳	حضرت سلیمان
۸۱	جہاد سے مستثنیات	۷۴	حضرت یحییٰ
۸۲	ہجرت	۷۴	حضرت یونس
۸۲	بے حیائی اور زیادتی	۷۵	بی بی مریم
۸۲	قیمت زنا	۷۸	بے شرمی و بے حیائی
۸۷	سزا	۷۹	ہشتم کا نکاح
۸۸	تہمت لگانے والوں کی سزا	۷۰	عبداللہ اور ان کی بہنیں
۸۹	متفق مرد اور متفق عورتیں	۷۰	سردار عبداللہ کی عفت نفس
	مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں	۷۲	حضرت آمنہ
۹۱	آیات برات حضرت عائشہ	۷۲	حضرت خدیجہ الکبریٰ
۹۵	تہمت لگانے والوں کو مزید سزا		
۹۷	گھر کے اندر داخل ہونے کا آداب		
۹۸	مرد کی ستر پوشی		
			پاب سوگم
			احکام قرآن

## مضمون

صفحہ

## مضمون

اولیں شہادت فی الاسلام	۹۹	عورتوں کی ستر پوشی
ہجرت	۱۰۶	سنان نزول
جہاد	۱۰۷	بعض علما کا قیاس و گمان
مشرک عورتوں کی شرکت جنگ	۱۱۳	عورات النساء والرجال
مسلمان خواتین کی خدمات جنگ	۱۱۵	سن رسیدہ عورتوں کی رعایت
نماز	۱۱۶	اتحاد و آزادی
روزہ	۱۱۷	ازواج مطہرات اور دیگر نامہ مسلمین
حج و عمرہ	۱۲۲	دقرن فی بیوتکن کی تاویلات
زکوٰۃ و خیرات	۱۳۵	محررات
زیارت بقدر	۱۳۶	پڑے کی تردید
گھروں میں جانے کی اجازت	۱۴۷	قیاس و گمان
احترام احکام	۱۴۸	کمانی
لہو و عوشی		باب چہارم
لڑکیوں کی تسلیم		عہد نبوی
عریانی و لباس و عسرت		احادیث و روایات
ازواجی آزادی	۱۵۶	تقدم فی الاسلام
عام معاشرت	۱۵۹	



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	
۲۹۰	ترقی کا زمانہ		تشیخ و تبیخ الذہبی	
۲۹۳	پرکے کا ابتدا			
۳۱۲	مزید بد عیشیں			
۳۱۳	تغایب پوشش مرد	۲۱۲		تت الوبکیرم
۳۱۵	مسلمان روکیاں مجربالارث	۲۱۳		ب اتم
۳۱۵	دین جہر میں کالک چھانٹ	۲۱۳		
۳۱۴	سدا سہاگن	۲۱۵		
۳۱۶	روکی کو وراثت	۲۱۶	رفاروقی	
	باب مستقیم	۲۲۱	تت ذہن و تفریح	
		۲۲۱	تتا و دیگر خواتین	
		۲۲۵	و بدعت	
۳۱۶	حامیان پردہ		تت تت	
۳۲۸	مخالفتین پردہ			
۳۲۵	حاکم اسلامی			
۳۳۵	چین	۲۶۰		
۳۳۶	ترکی	۲۶۲		
۳۳۶	روس	۲۸۲	تت تت	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۵۲	قانون پاکستان کا بیان	۳۳۹	یورپ کے مسلمان
۲۵۵	خواتین اسماعیلیہ	۳۳۹	ہندوستان
۲۵۷	مغرب و مشرق	۳۴۰	ایک ذی علم ہندو عورت
	باب ہفتم	۳۴۳	ایک صوبہ کی حکومت کا مطالبہ
	مستقبل	۳۴۴	سپاہی بننے کا مطالبہ
		۳۴۴	مسائل ازدواجی اور وراثت
۳۴۲	حکومت مشترکہ	۳۴۵	طاقتور عورت
۳۴۵	واجبی سلوک	۳۴۶	ترقی عورتوں پر منحصر ہے
۳۴۷	مقاصد نکاح	۳۴۷	ہر سکن
۳۷۸	دشواریاں	۳۴۷	لڑکیوں کی تعلیم کو ترجیح
۳۸۱	انجام بخیر	۳۵۰	بارتھ مسلم قانون کا بیان
		۳۵۳	مسلمان عورتوں کے مطالبات



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# بَابُ اَوَّلٌ

معنی اور اقسام

**ستار** باری تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک یہ نام بھی ہے اس کے معنی ہیں چھپانے والا یا پرستے میں رکھنے والا انسان کی مجرمانہ نیت خیال ناسد اور مذموم ارادے کی اللہ تبارک و تعالیٰ پر وہ درمی نہیں فرماتا بلکہ رحم و کرم سے موقع و تیار ہے کہ توبہ کرے اور افعال قبیرہ سے باز رہے۔ اسی صفت پر وہ پوشی کو بنا پر اسکو ستار کہتے ہیں۔

**ستر** عربی لفظ ہے معنی چھپا ہوا یا پردے میں، عام طور پر انسان کے اعضاء و شرم و حیا سے مطلب لیا جاتا ہے۔

**مستور** معنی چھپا ہوا، نیز چھپانے والا جیسے حجاب مستورا، اسی سے مستورات، عورتوں کے معنی میں مجازاً مستعمل ہے۔

**عورت** انسان کے اُن اعضاء و جسم کو کہتے ہیں جن کو دیکھنے۔ دکھانے پانظر کرنے سے شرم آئے جیسے مقامات بول و براز۔ عورت عام میں عورت، سے مطلب زن، لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زن کے واسطے لفظ عورت کہیں نہیں فرمایا ہے۔

پروہ کے معنی ہیں، حجاب، اور ظنورہ و ستارہ وغیرہ میں وہ مقام ہوتا ہے جس سے آواز غنا گھٹنا پڑھتا ہے پروہ سراسر سے مطلب دشمن ہوتا ہے۔

پروہ نہ پوری یا نہ پوری وہ جالی ہوتی ہے جو برقع میں آنکھوں کے سامنے لگائی جاتی ہے۔ جالی دار گہر کو بھی کہتے ہیں۔

ستر پوش سے پروہ مرد و عورت مراد ہوتی ہے جو اپنی شرم گاہ کسی لباس سے چھپائے رہے معیار ستر اقوام و مذاہب میں مختلف ہے مسلمانوں میں ستر پوشی کے شرعی احکام ہیں اس قسم کا قانون کسی اور قوم و مذہب میں نہیں پایا جاتا۔

ستر و بعض اقوام میں جائید یا لنگوٹ کافی ہوتا ہے مسلمانوں میں ناف سے گھٹنوں تک یعنی گھٹنا چھپا رہنا داخل ستر ہے دیگر اقوام و مذاہب میں ایسا کوئی قانون نہیں ہے۔

ستر عورت مسلمانوں میں سینہ سے لے کر پیر کے گھٹنوں تک داخل ستر ہے اس کے متعلق بھی دیگر اقوام و مذاہب میں کوئی قانون نہیں ہے حتیٰ کہ بعض فرقوں کی عورتیں نیم برہنہ ہی رہتی ہیں۔

عریانی بعض وحشی فرقے برہنہ بھی رہتے ہیں غیر تمدن ہونے کی وجہ سے وہ خارج از بحث ہیں

پا پروہ مرد اور پا پروہ عورت وہ ہوتے ہیں جو یا تو مکان کے اندر مقید رہیں یا اگر باہر نکلیں تو اپنے جسم اور چہرے کو لباس سے چھپا کر

نہکیں دنیا میں اس قسم کے مرد بھی پائے جاتے ہیں۔

**پروہ نشین** پروہے میں بیٹھنے والی یا وہ جو پس پروہ بیٹھے یا گوشہ نشینی میں رہے یہ خطاب ان مشرقی عورتوں کا ہے خواہ ہندو ہوں یا مسلمان جن کے چہرے دیکھے نہیں جاسکتے اور جن کی آواز سوائے ان کے شوہر اور چند مخصوص اعزاء و ملازمین کے اور کوئی نہیں سن سکتا نہ کوئی مرد ان کو دیکھ سکتا ہے نہ وہ کسی مرد کو دیکھ سکتی ہیں یہ عورتیں کسی جھوٹے احاطہ میں محصور یا گہروں کے اندر قید رہتی ہیں۔

**حرم** جو حرام سے متعلق ہے اس کے معنی ممانعت کے ہیں اور لفظ زمانہ بھی اسی معنی میں مستعمل ہے ترکی زبان میں اسی کو حرم لقا کہتے ہیں۔ اطالوی زبان میں دسر لعلیو، مستعمل ہے جس کے معنی، سلاح دار و روانے کے اندر بند رکھنے، کے ہیں اسی سے فارسی لفظ دسر لئی، بمعنی، محل، بھی استعمال ہوتا ہے۔

**زمانہ**۔ انڈول خانہ حرم لقا دسر لعلیو سے وہ مکان مراد ہوتے ہیں جہاں بی بی کی حکومت ہو اور سوائے شوہر کے کسی اجنبی کے آنے کی اجازت نہ ہو۔

**حجاب** کے معنی ابروے، کے ہیں اور حجب، اس کی جمع ہے شرم و حیا کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

**حجاب** کے معنی پروہ داروں یا دیوانوں کے ہیں یہ جمع ہے دحجب کا کما پی معنی دربان یا پروہ دار۔



ہندو یا پروہ عورت جب کسی ضرورت سے باہر نکلتی ہے تو اپنے کل جسم کو لباس سے چھپا کر ایک بڑا اوپٹہ یا چادر اس طرح اوڑھتی ہے کہ چہرے کے ساتھ اور پیشانی کے نیچے تھوڑا گھونگٹ نکال لیتی ہے جس سے پورا چہرہ بہ یک وقت وہ یک نظر دکھائی نہیں دیتا وہ اپنے راستہ پر سنجوٹی چلی جاتی ہے اس سے شدید طرز وہ ہوتی ہے جس میں گھونگٹ سوڈہ کی طرح ٹسکا ہوتا ہے ایسی صورت میں راستے کی زمین دیکھ دیکھ کر عورت کو احتیاط سے آہستہ آہستہ چلنا پڑتا ہے اس عورت کا کوئی حصہ جسم نظر نہیں آسکتا۔

مسلمان یا پروہ عورت جس کو یہ ضرورت باہر نکلنا ہو تو برقع پوش ہوتی ہے اس کا نسب جسم لباس سے چھپا ہونے کے علاوہ خود لباس ہی انہ سر تا پا برقع سے ڈھکا ہوتا ہے اس برقع میں آنکھوں کے سامنے جالی لگی ہوتی ہے جس سے نظر سنجوٹی کام کرتی رہتی ہے۔

بقول مسٹر کنگ لیک: "مسلمان عورت جب باہر نکلتی ہے تو وہ سر سے پاؤں تک برقع میں لپیٹی ہوتی ہے ایک اچھا خاصہ دبیر "پٹی کوٹ" اس کے چہرے پر ہوتا ہے یہ کل مجسمہ سفید کپڑے کے کفن کا ڈھیر ہوتا ہے جس سے خاتون سلطنت عثمانیہ مراد ہوتی ہے سوائے ان سیاہ چمکیلی آنکھوں کے جو تہا سے چہروں کو گھورتی ہوں گی اور سوائے ان آنکھوں کے پوروں کے جو اپنی جانب سے محصوری سے مثل گلاب کی کلیوں کے باہر نکل آئے ہوں۔ تم کو اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آسکتا۔"

پھر وہ شرم و حیا قواعد شرم اور پاکس حیا کے علاوہ یہ وہ پڑھ پوتا ہے جس کی ڈوسے کوئی ہندو یا مسلمان بالغ لڑکی کسی خواستگار شادی کی تحریک بذات خود موصول نہیں کر سکتی نہ شادی بیاہ کے معاملہ میں اپنی مرضی دہانے سے کام لے سکتی ہے حتیٰ کہ پنجاب و قبول کے مسئلہ میں محض اثناردوں یا مردوجہاء ہوں، وہاں سے زیادہ اور کچھ نہیں کر سکتی۔

پھر وہ عصمت و عفت قریب قریب دنیا کی ہر قوم میں قابل پابندی ہے اور حفظ ناموس تمام مذاہب میں لازمی ہے طوائفوں کو کوئی مذہب عصمت فریضی کی اجازت نہیں دیتا یا میں ہمہ معیار عفت میں اختلاف ہے مشرق کے قواعد بقا بلکہ مغرب کے سخت تر ہیں۔ مشرق میں کسی شخص اجنب سے عورت کا بات چیت کرنا بحث مباحثہ میں مردوں کے دوشس بدوشس شریک نہیں ہونا۔ مردوں سے مصافحہ کرنا ان کے ہاتھ پیر شلتے وغیرہ سے کسی حصہ جسم کا مس ہو جانا۔ تنہائی میں مردوں سے ملنا جلتا اور بات چیت کرنا۔ یہ سب باتیں قاعدہ عفت کے خلاف ہیں اس کے برعکس مغرب میں عورتیں غیر مردوں سے بے تکلف ملتی جلتی ہیں گفتگو کرتی ہیں ساتھ ساتھ کھیل کود گھوڑ دوڑ اور تماشوں میں حصہ لیتی ہیں۔ مردوں کے ساتھ ان سے مل کر گاتی ناچتی ہیں اور ان باتوں میں کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا حتیٰ کہ موافق رخصتی وغیرہ پر منظر عام میں خاوند اپنی زوجہ کا بوسہ سے سکنا پڑھ لفظ مرد اور عورت کا کسی شے یا شخص ممنوعہ کو دیکھنا نظر کا پردہ ٹوٹ جانا ہوتا ہے۔ خواہش پر بالارادہ نظر ڈالنا عورتوں کو گھورنا گلے کوچوں

میں حیوانات مطلق کی حرکات فطرت کا تماثلہ دیکھنا یہ سب باتیں پردہ نظر کے  
 خلاف ہوتی ہیں برہمنہ تصاویر یا تھیسٹر اور سینیما کے وہ مناظر جن میں عورتوں  
 کو برہمنہ یا نیم برہمنہ پیش نظر کیا جاتا ہے ان جملہ فواحش کو دیکھنا اور اس  
 سے محفوظ ہونا پردہ نظر کی قانون شکنی ہوتی ہے جہاں تک عورتوں کی  
 نظر کا تعلق ہے ہندو پردہ نشین عورتوں اور مسیحوں، کھیلوں  
 میں جاتی ہے ان مواقع پر وہ مردوں کو دیکھ سکتی ہے اس سے اس کا پردہ  
 نہیں ٹوٹتا برخلاف اس کے مسلمان عورت کسی غیر مرد پر نظر نہیں ڈال سکتی  
 اور نہ ہی مسلمان مرد کسی غیر عورت کو دیکھ سکتا ہے لہذا مسلمان پردہ نشین  
 کسی مجمع میں یا راہ چلتے اور سفر میں مردوں پر نظر اندازی کرے اس کا پردہ  
 نظر قائم نہیں رہتا۔ یہی نظر اگر کوئی مسلمان مرد یا عورت ایک دوسرے  
 پر جذبہ نفسانی کے تحت ڈالے تو نہ صرف پردہ نظر ٹوٹ جائے گا  
 بلکہ گناہ بھی ہوگا۔

پردہ آواز ہندو اور مسلمان دونوں قوموں میں آواز کا پردہ مانا  
 جاتا ہے یعنی پردہ نشین کے لئے جائز نہیں کہ غیر مرد اس کا آواز سنیں  
 مسلمانوں میں پردہ آواز کی کوئی تشریح سند نہیں ہے یہ طریقہ انہوں نے  
 نظر ہندو معاشرے سے اختیار کیا ہے۔ ہندوستانی پردہ نشین کی  
 آواز کو پوری کوشش نے اس طرح واضح کیا ہے کہ یہ بالعموم ایسی عورت  
 ہوتی ہے جو صاحب رتبہ موزاوا ہندو ہو یا مسلمان۔ زمانہ میں عقیدہ جو آواز  
 جس سے بجز پردہ کوئی سلسلہ گفت و شنید کسی مرد سے سوائے چند خصوصاً



اعزاز ملازمین کے نہ ہو، بعض نادان مسلمان پردہ آواز کی اس قدر حمایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی غیر مرد کسی مسلمان پردہ نشین کا آواز سُنے تو ایسی عورت نکاح سے خارج ہو جاتی ہے یہ ایسا وحیم باطل ہے جس کی تائید میں کسند تو کجا کوئی یا غیر مفتبر روایت بھی موجود نہیں۔

پردہ پکارنا جنم نسوانی میں یہ وہ قدرتی پردہ حکمت ہوتا ہے جو بغیر کسی حادثہ یا تعلق زن و شوہر کے نہیں ٹوٹتا ہے۔ باکرہ اور عقیقہ کا یہ فطری پردہ بڑی آدابائش کی چیز ہوتی ہے۔

چند وہ عقل یہ بھی ایک پردہ ہے جو کسی انسان کی عقل پر پڑتا ہے تو کچھ بھی سمجھی جاتی ہے قریب قریب ہر انسان اپنی ہی عقل و راستے کو دوسروں کی عقل سے برتر خیال کرنے کا عادی ہوتا ہے اسی لئے بسا اوقات اس کو دوسرے ہی کی عقل پر پردہ پڑا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً اکبر الہ آبادی فرماتے ہیں

جسے پردہ کل جو آئیں نظر چہ رنی بیاباں

اکبر زین میں نیرت تو مٹا سے گر گیا

پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ کدھر گیا

بدریں کہ وہ تو عقل پہ مرووں کی پڑ گیا

اس کے برعکس جو صاحب قید و پرستہ کے خلاف ہیں وہ حامیان

پردہ کو کم عقل خیال کرتے ہیں چنانچہ کسی شاعر کا یہ ارشاد ہے



بغیر محض ذاتی اعتقاد کی بنا پر غضب ناک ہو جانا ہوش و حواس پر پردہ  
پڑ جانا ہوتا ہے۔ ایسا اوقات اچانک حادثات یا خیالی خوف و ہراس  
سے بھی ہوش و حواس معطل ہو جاتے ہیں۔ گویا یہ بھی ایک قسم کا پردہ پڑ  
جاتا ہے۔

**پرودہ عقلی** وہ ہوتا ہے کہ پر بنا مصلحت وقت تجویز کیا جائے۔ اس  
کے واسطے کسی سند و روایت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مثلاً منور  
کہتے ہیں کہ ان کے یہاں عورتوں کا پردہ کبھی نہیں ہوتا تھا۔ لیکن مسلمانوں کی  
آمد پر انہوں نے اپنی عورتوں کو حفظ ناموس کی خاطر مقید اور پردہ نشین  
کر دیا۔ کہ یہ طریقہ قرین عقل تھا۔

**پرودہ نقلی** جن لوگوں میں پردہ نہیں ہوتا۔ اور نہ ان کی عورتوں کو کسی  
سے کوئی اندیشہ و احتمال دست و رازی کا ہوتا ہے لیکن وہ اپنی عورتوں  
کو دوسروں کی دیکھا دیکھی میں اس لئے با پردہ کر دیتے ہیں کہ اس سے  
ان کی عزت افزائی ہو جائے گی اور وہ مالدار ثابت ہوں گے۔ تو یہ  
پردہ نقلی اور فرضی ہوتا ہے۔ اکثر منہد اور مسلمان جن کے یہاں کبھی پردہ  
نہیں ہوا، مالدار ہو جاتے، پر اپنی عورتوں کے لئے نقلی پردہ اختیار کر لیتے  
ہیں کہ اس فعل سے ان کو سوسائٹی میں اعلیٰ درجہ حاصل ہو جائے گا۔

**پرودہ اکتسابی** یہ بھی ایک قسم کا نقلی پردہ ہوتا ہے مگر اس کی بنیاد  
عقل پر قائم ہوتی ہے۔ مثلاً کسی قوم یا مذہب میں کوئی رواج و قانون  
پردہ کا موجود نہ ہو لیکن وہ کسی دوسری جمہور یا قوم سے اس کو حاصل کرے



اہل منہود کا کہنا ہے کہ اُن کو خود مسلمان قوم سے پرشے کا نمونہ اُتھا آ گیا اور  
اسی کو انہوں نے اختیار کر لیا۔

پارہ ۵۵ رسمیں وہ پردہ رسمی ہوتا ہے جس کو رسم و رواج کی خاطر اختیار کیا جاتا ہے مثلاً وہ مرد  
جس سے پردہ مذہباً اور واجہائز نہیں اُن سے رسمی پردہ کر لیا جائے گا منہود اور انھیں کی طرح مسلمانوں میں  
خسر سے پردہ جائز نہیں یا سسرال کے اور بے بوڑھوں سے پردہ نہیں ہوتا لیکن رسم یہ ہو گئی ہے کہ ان  
کے سامنے گھونگھٹ نکلا رہتا ہے۔ اکثر لوگ بیرون وطن اپنی عورتوں کو بے  
پردہ اور آزاد رکھتے ہیں۔ مگر وطن پہنچے ہی رسمی پردہ جائز کر لیتے ہیں۔  
شادی بیاہ کے وقت دوہا کے سر پہ اس طرح سہرا ڈالا جاتا ہے جس سے  
کل چہرہ چھپ جاتا ہے۔ یہ بھی رسمی اور وقتی پردہ ہوتا ہے۔  
پردہ فخر و تکبر کا نام ہے۔ یہ پردہ ایسے افراد سے متعلق ہوتا ہے جن کو بوجہ  
قانون و رواج تو حمی پرشے کا حق حاصل نہیں ہوتا۔ اور جن کے فرتے میں  
عورتیں پردہ نشیں نہیں رہا کرتیں۔ لیکن یہ افراد دولت مند ہو کر تہ  
اور اعزاز حاصل کرنے کے لئے اپنی عورتوں کو پردہ نشیں کر دیتے ہیں۔  
کیونکہ اُن کے نزدیک شرافت اور اعزاز کا انحصار اسی بات پر ہوتا ہے  
کہ وہ اپنی عورتوں اور لڑکیوں کو پردہ نشیں رکھ سکیں۔ اس سے بھی زیادہ  
فخر و تکبر کی مثال وہ ہوتی ہے جہاں عورتیں ان عورتوں سے بھی پردہ کرتی  
ہیں جو پردہ نہیں کرتیں اور باہر چلتی پھرتی ہیں۔  
چکہ وہ قانونی باوجود صحت ذات و ثبات عقل پر وہ نشیں ذمی ہوش  
ذمی عقل متصور نہیں ہوتی اس لئے اس کو ایسے کے افعال سے محفوظ

رکھنے کے لئے قانون بنایا جاتا ہے اس قانون کی رُخ سے پردہ نشین سے معاملہ کرنے میں وہی میوہ و پائندیاں عاید ہو جاتی ہیں۔ جو کسی نابالغ یا فاقد عقل سے معاطہ کرنے میں ہوا کرتی ہیں۔ ہندوستان میں ایسا قانون نافذ ہے جس سے وہ پردہ مراد ہوتا ہے جس کا حکم قرآن سے ثابت ہے۔ اگر قرآن سے پردہ نہ بھی ثابت ہو اور عقیدہ یا سنت نے اس کا قانون مرتب کیا ہے و شیخ اپن کے ساتھ نافذ کیا ہو۔ تو وہ بھی پردہ شرعی ہوتا ہے اسی طرح اگر کوئی مسلمان بادشاہ پیشیت الوالا امر اپنی مملکت میں پڑے کا تاواں وضع کر کے جاری کرے تو وہ بھی پردہ شرعی میں داخل ہوگا۔

اسے کہتے ہیں جو قرآن و حدیث سے ثابت نہ ہو۔ خود پردہ شرعی مذہباً قابل پابندی ہو لیکن اس کی بنیاد تمام تر آیات پر قائم ہو۔ یہ پردہ محض دستور اور رواج کی بنا پر بطور تقلید ہوا کرتا ہے جس سے وہ پردہ مراد ہوتا ہے جو عقل و ہوش کی طرح ایمان پر پیدا ہو۔ مسلمان عورت کو اس وجہ سے پردے میں قید کر دیا جائے کہ وہ باوجود مومنہ ہونے کے مبتلائے فواحش ہو جائے گی اور اس کے ایمان و ایقان پر پردہ پڑ جائے گا۔ تو یہ بات ایسی ہوگی۔ گویا اس کے ایمان پر پردہ پڑا ہوتا ہے۔ اسی طرح مسلمان عورتیں اگر یہ کہیں کہ ان کے مردوں کے ایمان پر پردہ پڑ گیا ہے کہ وہ ان کے ایمان کو اس قدر ضعیف و ناقابل اعتبار خیال کرتے ہیں کہ محض حفظ

ما تقدم کی خاطر ان کو دوای قید و حبس میں مبتلا کر کے خدا کی نعمتوں سے محروم کر دیا ہے۔ تو یہ بات بھی پردہ ایمان سے متعلق ہوگی۔ چنانچہ اسی موضوع پر مسٹر جسٹس امیر علی نے اپنی کتاب "تاریخ عرب" میں یہ تحریر کیا ہے کہ "بمقابلہ شرافت و سہنی و ایمانی و صفائی قلب کے غیر تعلیمیانہ و باغ کو دیوا میں اور حجاب ہی زیادہ موثر حفاظت معلوم ہوتی ہے"

**پردہ انصاف**  
 انصاف پر پردہ پڑھانا "نا انصافی" سے تعبیر کیا جاتا ہے حامیان پردہ کا عذر یہ ہے کہ عورت نطفی کمزوری کے باعث بکس و مجبور ہوتی ہے لہذا اس کی حفاظت ناموس کی خاطر ہی انصاف ہے کہ اس کو گہروں کے اندر قید و پٹے میں رکھا جائے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ دنیا میں فواحش کا چرچا روز افزوں ہے تھپڑوں اور ستمناؤں میں بھی عریاں اور نیم عریاں منظر دکھائے جاتے ہیں۔ پوسٹر اور اشتہارات میں جیاسوز تصویریں اور مضامین شائع کئے جاتے ہیں جن کو دیکھ کر عورتوں کے مبتلائے بدکاری ہونے کا زیادہ امکان اور اندیشہ ہے۔ مردوں میں بے حیائی زیادہ بڑھ گئی ہے اور ان سے ہر وقت عورتوں کے دامن عصمت پر دھبہ آنے کا احتمال رہتا ہے مزید برآں فضائے عالم اس قدر کلڈ اور گرفتار فواحش ہو چکی ہے کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہندوستان کے علاوہ بھی تمام دنیا کی عورتیں قید و پٹے میں کر دی جائیں۔ مخالفین پردہ اس کی تردید کرتے ہیں کہ ایسی نا انصافی ہرگز جائز نہیں کہ مرد تو خدا کی نعمتوں سے نائدہ اٹھائیں۔ تازہ ہواؤں اور قدرتی روشنی سے مستفیض ہوں



سیر ارض سے فوائد اور نعمت چھٹائی حاصل کریں اور عورتوں کو بلا تصور محض  
 حفظ یا تقدم کی خاطر چھپیں و واهم ہیں ڈال دیا چاہئے جس سے نہ وہ خود  
 کمزوری اور چھالت میں مبتلا ہو جائے بلکہ ان کی اولاد ضعیف و ناکارہ  
 پیدا ہوگی جس سے قوموں کی قویں بہاؤ اور فنا ہو جائیں گی۔ ان کا کہنا  
 ہے کہ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ تمام فواہش و حیا سوزی کا اچھا  
 کٹنڈہ اور پانی تو مرد ہے مگر سزا کے لئے عورت کو انتخاب کر لیا گیا۔  
 اگر یہ ہی علت العباد فواہش کا ہے تو تقاضے انصاف یہ ہی ہوگا  
 کہ تمام دنیا کے مردوں کو گھروں کے اندر پرودہ نشین کر دیا جائے کہ اس  
 سے نہ صرف بے حیا می اور فواہش کا سدباب ہو جائے گا۔ بلکہ دنیا  
 کی خورشیدیوں کا بھی قلع قمع ہو جائے گا۔ انصاف پر پرودہ ڈال کر خود اعلیٰ  
 مجرم کو یہ حق ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ قاضی اور جج کا فیصلہ بناو۔  
 کر سیکے۔ اس قسم کی نا انصافیوں سے تمام دنیا کا نظام و رسم بہیم  
 ہو جائے گا۔ مجرم کی جج یا قاضی نہیں بن سکتا۔

پرودہ مشرق و اہرام اور پرودہ رائل و شریاہ  
 یہ عجیب و غریب  
 پرودہ ہے

میں مذہباً ذالوں کی تقسیم ہے اور ادریح پینج کی تفریق ہے ان کے یہاں  
 بعض ادریح ذاتوں میں پرودہ اور قیدیوں کی پانڈی ہوتی ہے لیکن کچھ  
 ادریح ذاتیں اور سب کی سب ادریح ذاتیں پر سے اور قیدیوں سے مستثنیٰ  
 اور آزاد ہیں۔ باوجود تقسیم تفریق کے پر سے کے معاملہ میں تفریق

کا معیار ہنوز میں زیادہ تر مال و زر پر منحصر ہے اور پختہ ذات کی غریب  
 عورتیں باہر نکلتے پر مجبور ہوتی ہیں لہذا وہ اپنے سے کم تر ذات والوں کے  
 یہاں کام کاج کرنے جاتی ہیں اور یا زاروں سے سو واسطے بھی لاتی  
 ہیں۔ اس کے برعکس پختہ ذات والے جن کو ثروت میں پیر بوجھائی ہے وہ  
 اپنی عورتوں کو پردہ نشین بنا لیتے ہیں مسلمانوں میں ذات پات کی  
 کوئی تفریق نہیں ہے سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی تفریق  
 نہیں ہے۔ امارت اور ذات وجہ شرافت قرار نہیں دی گئی ہے بلکہ  
 صاف و صریح حکم ہے کہ مسلمانوں میں وہی شریف ہے جو پرہیزگار  
 ہے۔ اس کے علاوہ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور سب کو  
 ہدایت کی گئی ہے کہ آپس میں متفق رہیں اور نا اتفاقی نہ کریں۔ تقویٰ  
 اور پرہیزگاری اکثریت کے ساتھ غریب مسلمانوں میں ہے اور انہیں سے  
 مسخروں آباؤ ہیں۔ وہی موذن حافظ حاجی ہوتے ہیں انہیں میں جذبہ  
 جہاد اور تعمیل حکم الہی کا فوق و شوق ہوتا ہے۔ ان اکثر فکر عند اللہ  
 انفسکم اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب  
 سے زیادہ پرہیزگار ہو کی تعبیر و تفسیر اگر کچھ اطلاق ہو سکتی ہے۔ تو  
 انہیں غریب پر۔ پھر مسلمانوں میں تفریق و امتیاز کی مذمت کی گئی ہے اور  
 مساوات کی تعلیم دی گئی ہے۔ دولت اور مال و زر کا جمع کرنا ممنوع کیا  
 ہے۔ اور اس کا نتیجہ شراب پیایا گیا ہے ان سب ہدایات و احکام کے  
 نفاذ و مستان کے مسلمانوں میں جو پردہ راجح ہے وہ بالکل اور صحیح

نقص مندوں کے پرے کی ہے اور تفریق و تقسیم لہی قطعی اور کامل طور پر  
 ہندوؤں کے نمونہ پر قائم کر دی گئی ہے ہندوؤں میں چار ذاتیں ہیں تو مسلمانوں  
 میں بھی چار ہیں ہندو میں معیار شرافت پرے کے معاملہ میں مال و تدبیر  
 تو مسلمانوں میں بھی یہ ہی کسوٹی ہے ہندوؤں میں غریبوں کی عورتیں بچے پر وہ  
 پھرتی ہیں۔ لہذا مسلمانوں میں بچا یہ ہی رواج ہے اور اس کی اجازت دی  
 گئی ہے ائمہ ہندوستان میں مساوات کا خاتمہ ہو چکا ہے اور پرے  
 کے معاملہ میں امیر و غریب شریف و ذلیل کی بدعت جاری ہے آیر  
 مسلمان کی عورت کے واسطے پر وہ فرض کر دیا گیا ہے اور غریب مسلمان  
 عورت مستثنیٰ ہے۔ اور شریف کی تعریف یہ ہے کہ جو صاحب ثروت  
 ہو وہی شریف ہے۔

بے علمی یا کم علمی کا پردہ ہوتا ہے جو انسان کی عقل و  
 ذہن پر پڑا ہوتا ہے بے علم کا شمار حیوانوں میں ہوتا  
 ہے۔ اور کم علم والے اگر کم علمی کا احساس کریں اور حصول علم کی طرف  
 توجہ کریں تو بے ضرر ہوتے ہیں ان اگر صاحبان علم و شرافت کی ہمسری  
 کریں تو باعث خطر ہوتے ہیں۔

انسان کا دل مرکز انوار الہی کہا جاتا ہے نشوونما اور  
 پروہ و دل گرو پیشی کے ماحول سے اس پر تجا بہا حاصل ہو جاتی  
 ہیں۔ طلب و نیا اور عرص و آرز کی آلودگی سے کیفیت ہو جاتی ہے۔ جو  
 ننگ تلاش حق میں ریافت اور مجاہدہ کرتے ہیں ان کے تجا بہات بتدریج

ہٹتے جاتے ہیں اور ان کے دل خیالی غیر حقیقی سے پاک ہو جاتے ہیں۔ یہ  
 فقرا اور اولیا اللہ کہلاتے ہیں۔ فی زمانہ یہ ریاضت اور مجاہدہ ناپا  
 ہو چکا ہے۔ اور حقیقی فقرا اور اولیا اللہ کا پتہ نہیں چلتا۔ بالعموم ورثہ  
 فقر و ولایت اتفاقہ طور پر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے حصول کے لئے  
 بھی علم و عمل کی ضرورت ہوتی ہے اور دنیا سے بیت کچھ دست کشی کرنا  
 پڑتی ہے تب کہیں پردہ اٹے دل ہٹتے ہیں۔

پر وہ عقلمند، یہ نہایت حیرت انگیز اور غیر تکان پردہ ہے

یا وجود فہم و فراست انسان کو ایسا جکڑے رہتا  
 ہے کہ تا دم مرگ ہٹتے نہیں سکتا۔ اس کی تصریح و وضاحت کے  
 لئے ایک کتاب درکار ہوگی۔ یہاں صرف معدودے چند مثالیں پیش کی  
 جا سکتی ہیں۔ دنیا میں انسان جس طرح اپنا عارضی سفر انجام دیتا ہے  
 اور ہمیشگی کے سامان مہیا کرنے میں منہمک رہتا ہے اس کو ہر شخص جانتا  
 اور مانتا ہے سرمایہ دار کی ہوس ہے کہ ہر انسان کو گھبرے ہوئے  
 ہے۔ اس کے لئے وہ جو کچھ کرتا ہے خود جانتا ہے اور دوسرے کو ہی  
 جانتے ہیں۔ کتنے فریب کیسی کیسی دعائیں۔ کیسے کیسے جھوٹے دولت  
 حاصل ہوتی ہے اور یہ سب کچھ اپنے ہی ہم جنس انسانوں پر ظلم و جبر سے  
 میسر آتی ہے پھر جب موت آتی ہے تو دولت دنیا کی دنیا میں رہ  
 جاتی ہے اور اپنا نامہ اعمال ساتھ جاتا ہے بغیر محنت مزدوری کے چاہا  
 جاتا ہے کہ دوسروں کا مال ہٹے چڑھ جائے اس لئے انسان چوری اور



و کیتی کرتا ہے۔ جذبہ نفسانی کی خاطر آہر دہنہ کی پر اثر آتا ہے انفرادی  
 طور پر اگر انسان اپنا جائزہ لے اور انصاف سے غور کرے تو اس کو  
 اپنا عذاب و ثواب اچھی طرح واضح ہو جائے گا اکثر اپنے افعال پر  
 انسان خود نادم ہوتا ہے لیکن جلد ہی پردہ غفلت پہنچ جاتا ہے اجتماعی  
 زندگی میں انسان زندگی سے قریب تر ہوتا جاتا ہے۔ مواد ہو یا ملحد  
 بت پرست ہو یا آتش پرست اخلاقی تسلیم قریب قریب ہر مذہب  
 میں یکساں ہے کوئی مذہب نہیں کہتا کہ انسانی خون خود انسان کے  
 ہاتھوں بے دریغ بہتا رہے لیکن ملک گیری کی حرص۔ کمزوری ملکی  
 پیداوار پر ہاتھ مارنے کی ہوس ایک قوم کو دوسری قوم پر اور ایک  
 مذہب کو دوسرے مذہب بلکہ خود اپنے ہی ہم مذہب پر قوت و اقتدار  
 حاصل کرنے کی آرزو کسی قوم اور اہل مذہب کو چین سے بیٹھے نہیں  
 دیتی۔ تمدن میں ترقی اور انسانی ارتقاء کا صحیح مفہوم یہ ثابت ہوا  
 ہے کہ انسان زیادہ سے زیادہ پرہیز اور زندگی کا شکار ہوتا چلا  
 جائے۔ زندگی اور پرہیز کے لحاظ سے انسان حیوان سے بدتر ثابت  
 ہو چکا ہے اس کی غری دہستان ایسی الم ناک اور وحشت انگیز ہے  
 کہ وحوش و طیور بھی لہذہ پر اندام ہیں۔ اس کی اپنی تخلیق و ایجاد  
 روزانہ ایک نیا آلہ قتل مہیا کرتی رہتی ہے۔ تو پس محض اس وجہ سے  
 بنائی گئیں کہ اس ذریعہ سے انسانوں کی کثیر سے کثیر تعداد بیک وقت  
 ہلاک ہو جائے۔ ان کا اور کوئی دوسرا مصرف نہیں ہے۔ سرنگیں محض

اس لئے ایجاد کی گئیں کہ انسان سے لے کر ہوتے جہاز پائش پائش ہو کر ڈوب جائیں۔ ایٹم بم کی تخلیق کی غرض صرف یہ ہی ہے کہ ملک کا ملک صفحہ ہستی سے اڑا دیا جائے اور انسان کے ساتھ ساتھ تمام زندگیوں فنا ہو جائیں۔ یہیں اور ہوائی جہاز انسانی وسائل و ذرائع بہم پہنچانے کے لئے نہایت مفید چیزیں ہیں لیکن ان کے اصلی فوائد انسانی خونریزیوں میں مزید اضافہ اور ترقی کی شکل میں نمودار ہیں۔ کوئی جانور کوئی حیوان اور کوئی درندہ بلکہ تمام دنیا کے وحشی اور خونخوار بلکہ پچا انسان کی پرپریت اور خونریزی کا ذرا بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ مجموعی طور پر دنیا میں سوائے ظلم و جبر خونریزی اور غارت گری کے جماعت انسانی میں ذرہ برابر بھلائی باقی نہیں ہے اور نہ آئندہ کبھی ایسی امید کی جا سکتی ہے انسان کی تاریخ یہ حیثیت انسان نہایت نفرت انگیز اور بھیانک ہے خود انسان کی اپنی تحقیقات نے ظاہر کیا ہے کہ ۱۲۶۹ قریب مسیح سے ۱۹۳۰ عیسوی تک صرف دو سو ستاسی سال امن سے بسر ہونے لقمہ تین ہزار ایک سو بارہ سال برابر جنگ رہی۔ بائیں ۱۵۰۰ قریب مسیح سے ۱۹۳۰ عیسوی کوئی آٹھ ہزار سالوں سے امن و دامن کے لئے مرتب ہوئے۔ مگر ان ناقابل شکست معاہدوں کی اوسط زندگی صرف دو سال سے زیادہ نہیں ہوئی۔ یونان - روم وسطی یورپ - جرمنی - اطالیہ - فرانس - برطانیہ - اٹلیٹ و بلجیم آڈیس اور روس نے ۱۵۰۰ قریب مسیح سے ۱۹۳۰ تک نو سو دو لاکھ آدمیوں میں باقاعدہ طور پر حصہ لیا۔ لطف یہ ہے کہ ان محاربات و دیر

۱۹۱۳ء کی اول جنگ دنیا میں یہ مخصوص اقوام صرف اس تہیت  
 سے نبرد آزما ہوئی تھیں کہ آئندہ کے لئے قطعی طور پر جنگ کا خاتمہ ہو جائے  
 گا۔ تیس سالہ جنگ ۱۹۱۴-۱۹۱۸ء میں جرمنی کے ایک کروڑ بیس لاکھ باشندے  
 مارے گئے۔ سمیکسی میں نو لاکھ ہلاک ہوئے تھے اور ورٹن برگ  
 کی آبادی ۹ لاکھ سے گھٹ کر پچاس ہزار رہ گئی تھی۔ پولین کی لڑائیوں  
 میں ایک کروڑ فرانسیسیوں سے کم ہلاک نہیں ہوئے تھے۔ پولین کی اس  
 ساٹھ لاکھ کی بہترین فوج میں سے جو روس کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہوئی  
 تھی صرف بیس ہزار جانبر ہوئے تھے۔ امریکہ کی سول وار جنگ رعایا  
 کی شہائیوں کے تین لاکھ اور جنوہیوں کے پانچ لاکھ آدمی کام آئے تھے  
 اور پچھلے ڈیڑھ لاکھ برعاری سپاہیوں کے بیس ہزار ہلاک ہوئے تھے  
 ہندوستان کے عذر شکن اور چین کی جنگ (۱۸۵۹ء) میں  
 اسی ہزار اٹلاف جان ہوا تھا۔ فرانس اور اطالیہ کی جنگ (۱۸۵۹ء)  
 میں پچاس ہزار مہلوک ہوئے تھے۔ آسٹریا اور پروشیا کی جنگ (۱۸۶۶ء)  
 میں مہلوک و مجروح کی تعداد چار لاکھ تھی۔ روس اور ترکی کی جنگ (۱۸۵۹ء) میں بارہ  
 لاکھ سپاہیوں نے ضائع ہوئی تھیں۔ فرانس اور پروشیا کی جنگ (۱۸۷۰ء) میں دو لاکھ نوے  
 لاکھ اور جرمنی اور پروشیا کی جنگ (۱۸۷۰ء) میں ایک کروڑ مہلوک اور دو کروڑ مجروح ہوئے  
 اور اس انقلاب ساز کی وبا میں جو بعد بطور نتیجہ جنگ پھیل گئی تھی مزید ایک کروڑ  
 وقت ہوئے تھے۔ اس جنگ میں ان لوگوں کی تعداد جو براہ راست شہید یا  
 لاپتہ جنگ سے ہوئے۔ ساٹھ کروڑ تھی۔ اطالیہ نے ۱۹۳۵ء میں ملک حبش

میں ساڑھے تین لاکھ آدمی پہنچا دئے تھے۔ چودھ ہوائی اڈے دس ہزار نو سو پانچ پانی اور ایندھن کے ذخائر استعمال کے چھ سو سستیتیں ہوائی جہازوں سے ایک ہزار تین ہزار گرائے اور مشین گنوں سے ایک لاکھ چھ ہزار سامان آتشیں کے فیر کے گھٹے جا پان نے چین کے خلاف ۱۹۳۷ء میں جو جنگ چھیڑی تھی۔ اس میں جولائی ۱۹۳۸ء تک جاپان کی دس لاکھ مسلح فوج برسر پیکار تھی۔ اسی سال اس کے اٹلاٹ جان کی تعداد نوٹے ہزار ہوئی اور ایک لاکھ مہرچ کھلی۔

دوسری جنگ دنیا میں کا آغاز ۱۹۳۹ء میں ہوا اسی میں جب کچھ اٹلاٹ جان والی ہوا وہ پروں از قیاس سے نالی تیار ہی کے اعداد ہی کچھ کم عبرت ناک نہیں ہیں۔ پولین کی رٹائیوں میں ایک ارب بیس ہزار پاؤنڈ صرف ہوئے تھے۔ امریکہ کی سول وار کے ہمارے چھ ہتر کروڑ پاؤنڈ کے قریب تھے۔ جنگ کریمیا کا خرچہ بیس کروڑ پچاس لاکھ پاؤنڈ تھا فرانس و پریشیا کی رٹائی میں بشمول تاوان جنگ پچاس کروڑ ساٹھ لاکھ پاؤنڈ صرف ہوئے تھے۔ اسپین (اندلس) اور امریکہ کی جنگ ۱۸۹۸ء میں مالک متحدہ امریکہ کے پانچ کروڑ پاؤنڈ اور اسپین کے سستیتیں ہزار پاؤنڈ پوریہ خرچ ہوئے تھے۔ اول جنگ دنیا میں تقریباً اسی ارب پاؤنڈ خرچ ہوئے۔ یہ رقم فرانس اور بلجیم کو مدد ان کی کل کٹھنات کے پانچ گنا زیادہ قیمت پر خرید لینے کے لئے کافی تھی۔ صلحنامہ پر دستخط ہو جانے کے پانچ سال بعد تاوان مرکزی حکومتیں تقریباً ستر لاکھ نو سو پینس ادا



کہ یہی تھیں۔ اسی اول جنگ دنیا کے اختتام پر حکومت برطانیہ نے چاکھیا  
 سامان جنگ چھ یا سٹھ کروڑ پچاس لاکھ پاؤنڈ میں فروخت کیا تھا۔ اٹالیہ  
 نے ۱۹۱۷-۲۴ میں ملک حبش میں پانچ کروڑ تیس لاکھ فیٹ خمیوں کی  
 لیرچ چھ کروڑ بیس لاکھ فیٹ مختلف قسم کا کپڑا استھاسی ہزار گھوڑے  
 پھر تیرہ ہزار پانچ سو موٹر گاڑیاں گیارہ ہزار پانچ سو مشین گینس چار لاکھ  
 پچاس ہزار ریفیس آٹھ سو نو توپیں۔ تین سو نو لادی گاڑیاں دوسو بیڈرو  
 ویسے پانچ ہزار پانچ سو تیلی فون دس دو ہزار میل تار اور ایک ہزار ایکسی  
 بے تار برقی کے سیٹ استعمال کئے تھے۔ اس تمام مصارف کے مقابلہ میں وہ  
 اخراجات جو دوسری جنگ دنیا میں ہونے کہیں زیادہ ہوش ربا ہیں۔ اس  
 عظیم دولت کا کوئی حصہ اس بلیک ڈیپتھ میں جو چودھویں صدی کے وسط  
 میں یورپ پہ نازل ہوئی اور جس میں ڈٹائی کروڑ نفوس نذر اہل ہو گئے  
 لچھ کام نہ آیا۔ ۱۹۱۰ء میں کوپن ہیگن میں تیس ہزار اشخاص طاعون  
 کے مرض کے اور اس سے کہیں زیادہ تعداد ان لوگوں کی تھی جو ۱۸۹۰ء میں  
 نیم برگ میں ہیپتہ کا لقمہ بن گئے۔ جاڑے ہمارے بیس لاکھ نفوس سالانہ  
 جاتے ہیں۔ صرف پوروسیا میں ۱۸۱۶ء سے ۱۸۶۵ء تک ہیپتہ  
 ورجیک میں ساٹھ لاکھ اموات ہوئی تھیں۔ کاکتہ کے سرکاری اعداد و  
 کار سے واضح ہوا تھا کہ گیارہ لاکھ پچاس ہزار اموات کے اسے اب جو صوبہ  
 بحال میں ہوئیں ان میں چار لاکھ ساٹھ ہزار جاڑے ہمارے تین لاکھ ساٹھ  
 رار دیگر قسم کے ہمارے۔ ساٹھ ہزار ہیپتہ سے پچاس ہزار جیک سے

تیس ہزار وقت سے۔ پچیس ہزار پچیس سے فوت ہوئے اور تقریباً پانچ  
ہزار انسان جنگی ورنڈوں کا شکار ہو گئے یہ بھی دریافت ہو چکا ہے کہ  
ہندوستان میں نسانپ کے کلٹنے سے تقریباً چالیس ہزار سالانہ اموات  
واقع ہوا کرتی ہیں۔ اور وہ تعداد جو قحط اور بھوک کی نذر ہو چاہا کرتی ہے  
کہیں زیادہ ہوتی ہے اس تذکرے سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے  
کہ انسان کا مال و زرہ اور حکومتوں کی دولت خود انسان کے قتل و غارت  
میں کہاں تک کام میں لائی جاتی ہے اور حفظ جان سے کیسی بے اعتنائی  
برتی جاتی ہے حفظ ناموس کا بھی عجیب انداز ہے جن ممالک میں لڑکیوں  
کی پیدائش زیادہ ہوتی ہے وہاں تعداد ازواج میں اضافہ کر دینے  
کے بجائے نا جائز پیدائشوں کا سلسلہ روز افزوں ہونا مباح کر لیا گیا  
ہے۔ ان نا جائز پیدائشوں کا تناسب یہ ہے کہ سو بیٹن میں ہر سات  
ہیں ایک۔ ڈنمارک میں ہر دس میں ایک۔ جرمنی میں ہر گیارہ میں ایک  
انگلیزوں میں ہر تیس میں ایک۔ بلجیم میں ہر چوبیس میں ایک۔ اور چائلی  
میں ہر گیارہ میں چار نا جائز اولادوں کی پیدائش ہوا کرتی ہے۔  
ہزار تھریٹھ کے بقول پچاس میں سے ایک شخص بھی خواہ مرد ہو یا عورت  
اپنا داغ اصلی قوت سے نصیب کے بقدر بھی کام میں نہیں لاتا ہے لیکن  
غور کیا جائے تو یہ سب کچھ "پر وہ شخصیت" کے نتائج ہیں۔ مجموعی طور  
پر عیسائیانہ انسان کو نظر فائز سے دیکھا جائے تو اس کی تصویر سب سے زیادہ  
وحشیانہ اور پھیانک معلوم ہو گی۔ تعلیمات کے لحاظ سے یہ تمام دنیا پر

قابو یافتہ ہوتے ہوئے بھی کسی جاندار کو ہلاک کرنا ظلم سمجھتا ہے انہما جنس  
 ہاتھ اٹھانا بھی داخل گناہ خیال کرتا ہے۔ ایک دوسرے کی مصیبت میں گناہ  
 آنا۔ سچ بولنا، عبادت کرنا، چوری، زنا اور دیگر افعالِ فحیحہ سے پرہیز رکھنا  
 ہر قسم کی خونریزی سے باز رہنا عین سعادت اور ذریعہ نجات قرار دیتا ہے  
 طرفہ یہ ہے کہ جو قوم جس قدر زیادہ حسنِ عمل اور اشیاءِ نفسی کی تبلیغ کرتی ہے  
 وہی نسبتاً زیادہ خوشخوار و مروت کش نظر آتی ہے وہی کی تمام زندگیوں کو  
 ہلاک کرنے والی اور خود اپنی ہی جنس کو بیدریغ تہ تیغ کرنے والی، اور  
 بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگ کر فخر کرنے والی۔ روز و شب انسانی خور  
 سے بولی کھیلنے کی آرزو مند صفت ہستی پر اگر کوئی جنس ہے تو وہ صرف  
 اور تنہا جنس انسانی ہے ورنہ ایک جان لے کر اپنی سیری کر لیتا ہے فطرت  
 نے اس کی یہ ہی غذا بنائی ہے لیکن وہ بھی فطرت سے آگے نہیں بڑھتا اور نہ دل  
 ویرات دوسرے جانوروں کو بلا سبب ہلاک کرتا پھر ہے حضرت انسان  
 فطرتِ بحیب تر ہے ان کو انسانی گوشت و پوست کی ضرورت نہیں ان کی تبلیغ  
 اخلاق حمیدہ کی آئینہ دار ہے لیکن ظلم و شقاوت ان کی کہنی میں پڑی ہے  
 انسانی خونریزی سے ان کا دل کسی طرح نہیں بھرتا جب تک نئی طرز اور نئے طریقے  
 کی داستان خونریزی سے اپنے کارنامے مرتب نہ کریں اس وقت تک کسی  
 چین نہیں پڑتا۔ ہزار ہا سال کی تاریخ کالب لیاپ اور واحد نتیجہ یہ ہی نکلتا  
 کہ انسانی خون بہانے سے انسان کی پیاس بجھانے نہیں جیتی جوں جوں خون بہا  
 ہے اتنی ہی زیادہ اس کی تشنگی بڑھتی جاتی ہے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کی

خونریزی کی حد اور انجام کیا اور کہاں ہے یہ ہی پردہ محفلت ہے۔

پردہ اسلامی  
بذریعہ اسلام میں مرد اور عورتوں کے واسطے  
ستر پوشی کے احکام ہیں۔ عورتوں کے لئے قید و پیدے  
کا حکم نہیں ہے وہ اعمال و افعال میں آزاد و مختار کی گئی ہیں۔

مسلمان بادشاہوں نے جا بجا ایرانی رواج عدم اختیار کر لیا اور تعداد  
ازواج کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔ کثرت ازواج کی بنا پر ان کے لئے لازمی ہو گیا  
کہ وہ اپنی عورتوں کو گھروں کے اندر قید رکھیں۔ کیونکہ ان عورتوں کا بیشتر حصہ  
عمر بچرہ میں گذرتا تھا۔ بادشاہوں کی دیکھا دیکھی وزراء نے بھی یہ ہی طریقہ  
اختیار کر لیا۔ پھر امریکیوں نے بھی یہ رہ جاتے۔ لہذا انہوں نے بھی عورتوں کو قید رکھنا  
مستحب کر دیا۔ غریب طبقہ کی عورتیں بدستور آزاد رہے۔ پردہ نکلتی رہیں۔ اس  
کے علاوہ مسلمانوں نے جب یہ حیثیت فاتح کسی ملک میں قیام کیا تو اپنی مستورات  
کو عوام کی نظر سے بچانے کے لئے پادہ اور پردہ نہیں بنایا۔ باوجود اس  
کے اکثر ممالک اسلامی ایسے ہیں جہاں کبھی پردہ نہیں ہوا۔ چنانچہ پردہ اسلامی  
کی کوئی عبورہ و معینہ صورت نہیں ہے۔ ہر ملک میں اپنا اپنا رسم و رواج ہے  
بقیہ حصص ملک میں یا تو اتنی سختی اور احتیاط نہیں ہے یا سرے سے پردہ  
ہوتا ہی نہیں ہے اس اختلاف احوال کی وجہ سے یہ ہے کہ اسلام نے  
عورتوں کو مقید رکھنا یا سوائے معینہ و مقررہ ستر پوشی کے پادہ رکھنا  
جائز قرار نہیں دیا۔ ہندوستان میں اس مسئلہ میں اختلاف رائے ہے  
ایک گروہ خامیان پادہ کا اور دوسرا مخالفین پادہ کا۔ اول الذکر مروجہ پادہ



کو فرض ثابت کر کے کی کوشش کرتا ہے۔ لہذا حجاب فرض کے ورہ پر پہنچنا ہے تو تمام دنیا کے مسلمانوں پر اپنا سارے رسم و رواج اختیار کرنے کا فرض عائد کرتا ہے اور اس سستی میں ہر چہاں چاہتا ہے اس کو مایوسی ہوتی ہے وگرا کر وہ پرستے کے قطعی خلاف ہے وہ آزادی عمل کے ساتھ بعض قواعد حیا کو بھی پس پشت ڈال دیتا ہے۔ مختصر اسلام میں کوئی آئین و قانون پرستے کا ایسا نہیں ہے جس کا اخلاق تمام دنیا کے مسلمانوں پر ہو سکے۔ چنانچہ سولہ صدیوں سے پوری دنیا اور قیود حیا و شرم کے مسلمانوں میں کوئی چیز مثل پردہ اسلامی کے موجود نہیں ہے۔

پردہ غیب یا پردہ تقدیر  
 ایسی آرزو کا پورا ہو جانا جس کی نگاہ پر  
 کوئی امید و توقع باقی نہ رہے " پردہ  
 غیب یا پردہ تقدیر " سے پارور ہونا کہا جاتا ہے بعض دور از قیاس اور  
 اتفاقیہ باتیں ایسی پیش آجاتی ہیں جن کو تقدیر سے منسوب کیا جاتا ہے گویا  
 پردہ غیب سے ظہور میں آجاتی ہیں۔ انسان کی اکثر آرزوئیں باوجود سعی و عمل  
 پوری نہیں ہوتیں الا جب ایسی کوئی تمنا خلاف امید پوری ہو جاتی ہے تو بجا  
 طور پر کہا جاتا ہے کہ :-

لعلہ الحمد ہر آل چیز کہ خاطر می خواست  
 آخر آرزو پس پردہ تقدیر پدید

# باب دوم قبل القرآن

نزول قرآن سے قبل پہلی امتوں اور انبیائے بنی اسرائیل کے متعلق  
 قوم یہود میں کثرت سے ایسے فقے رائج ہو گئے تھے جو بعید از عقل اور  
 بیروں از قیاس تھے یہودی جب داخل اسلام ہوئے تو انہوں نے وہ سب  
 فقے تفسیر قرآن میں درج کر لئے یہ فقے عجیب و غریب افسانہ کی کیفیت پر  
 مشتمل ہونے کی وجہ سے مذاق عام کے لئے نہایت دلچسپ اور داغظین  
 کے لئے موثر اور جاذب خیال ہو گئے۔ اور ایسی شہرت و فروغ حاصل  
 کیا کہ تفسیرین ان کہانیوں سے بھر گئے۔ مثلاً ابو جعفر محمد بن جریر کی تفسیر  
 کو محدثین و فقہا بہت عمدہ و بہتر سمجھتے ہیں لیکن اس تفسیر میں بھی بعض  
 خیالی قصے موجود ہیں یعنی اس میں مذکور ہے کہ بابل میں ایک بدکار عورت تھی  
 جو اسم عظیم کے زور سے آسمان پر چلی گئی۔ اور وہاں ستارہ بن گئی پھر  
 اس کے لئے ثبوت و سند پیش کی گئی ہے قرآن پاک میں یہ قصے مختصر طور  
 پر مذکور ہیں اور جس قدر مذکور ہے وہ بالکل صحیح اور قرین عقل ہے یہاں  
 اختصار کے باوجود کچھ خلاف عقل افسانے بھی درج کر دیئے ہیں۔ لیکن  
 استدلال اسی حصہ پر کرنا چاہیے جس کی تائید میں آیات الہی تحریر  
 کی گئی ہیں۔

حضرت ادم و حوا۔ نبی نبی حوا کے پرے کا کوئی امتیاز حضرت آدم کے نہیں تھا۔ البتہ دونوں کے ستر کا پردہ تھا۔ قصہ

مختصر یہ ہے کہ نبی نبی حوا نے جب ایک دانہ گندم کھا لیا اور حضرت آدم کو کھلانے سے مایوس ہو میں تو ایک پیالہ شراب کا بہشت سے لا کر پلایا آدم نے کالت بے ہوشی نبی نبی حوا سے دو دانہ گندم لئے اور کھا گئے۔ یہ ہی لغزش واقع ہوئی۔ منور وہ دانے حلق کے نیچے نہیں آتے تھے کہ تاج ان کے سر سے اڑ گیا۔ تخت سے گر پڑے اور دونوں ننگے ہو گئے۔

سورۃ الاعراف میں ارشاد ہوا ہے۔

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَ تَبَدَّتا لهما  
سُوءًا اهما و طَفِقَا يَخْفِفُنِ قَلِما  
مِن و رِقِ الْجَنَّةِ

۴ پس ان دونوں نے جو درخت کو چکھا  
دونوں کے پرے کا بدن ایک دوسرے  
کے رو پر دبے پردہ ہو گیا اور دونوں  
اپنے اوپر حبت کے پتے جوڑ جوڑ کر  
رکھنے لگے۔

پہلی صورت جو لغزش سے پیش آئی وہ یہ تھی کہ دونوں ننگے ہو گئے  
یہ بات بھی ظاہر ہے کہ ننگا ہو جانا دونوں کو معیوب معلوم ہوا۔ اور احساس  
شرم و حیا کا پیدا ہوا جب ہی تو ستر پوشی کے لئے جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر  
رکھنے لگے۔ ایک پتہ یہ بھی چلتا ہے کہ دونوں کی ستر پوشی کے لئے کوئی لباس  
تھا۔ چنانچہ اسی سورۃ اعراف میں فرمایا گیا ہے کہ ا۔

يٰبَنِي اٰدَمُ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ  
اسے اولادِ آدم ہم نے تمہارے لئے

لیاس اتارا اور تمہاری پردہ واریوں کو  
چھپاتا ہے اور جو موجب زینت بھی ہے  
اور تقویٰ پر ہنر گاری کا لباس یہ  
اس سے بڑھ کر ہے۔

اس آیت کو مذکورہ بالا آیت کے ساتھ غور کیا جائے تو واضح ہو جائے  
کہ حضرت آدم و بی بی حوا کی ستر پوشی کے لئے اللہ تعالیٰ نے لباس مہیا فرمایا  
تھا جو باعث زینت بھی تھا۔ جب حضرت آدم سے لغزش واقع ہوئی تو  
سخت و تاج کے علاوہ لباس و زینت سے بھی محروم کر دئے گئے۔ پھر  
و دونوں نے پہلی کوشش یہ کی کہ وہ اپنے اپنے ستر کو چھپالیں۔ چنانچہ  
پارمی تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ستر پوشی اور زینت کے لئے لباس ضرور  
اتارا گیا ہے لیکن سب لباسوں سے بڑھ کر لباس تقویٰ اور پھیر گاری  
کا ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ بھی نہیں کہ اعمال صالح اور اللہ و  
رسول کی فراہم واری کے مقابلہ میں لباس ظاہری کی کیا وقعت ہو  
سکتی ہے لہذا سب سے زیادہ ضروری فرض یہ ہوا کہ احکام و قانون  
الہی کی اطاعت و تعمیل کی جائے۔ ظاہر ہے کہ اس اطاعت و تعمیل کے  
پہلوئے ہوئے کوئی مرد اور کوئی عورت فواحش و بدکاری کا خیال بھی نہیں  
لا سکتی لیکن اگر اطاعت و تعمیل احکام ہی کا خیال چھوڑ دیا جائے تو  
ظاہری مدافعت سرگز کام نہیں آسکتی اور ہزار پردے اور قید مکان کی  
بندشیں کی جائیں بے حیائی اور بے شرمی جا نہیں سکتی۔ اصل چیز ہے کہ



احکام خداوندی کی تعمیل اور جزا و سزا کا خوف طاری رہے اگر یہ نہیں ہے تو دنیوی قید و بند بیکار بلکہ تقویٰ کا رد و عمل ہے اور احکام الہی کی خلاف ورزی کرنے کا کھٹکا ہوا پینچ (اعلان) ہے۔

مردی ہے کہ بی بی حوا ایک سو بیس  
قاہیل و اقلیہما اور ہابیل و غازہ  
اور بروایت دیگر ایک سو اسی

مرتبہ جنیں۔ سوائے ایک مرتبہ کے ہر بار ان کے ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوا کرتی تھی۔ پہلے بیٹے کا نام قاہیل اور بیٹی کا نام اقلیہما تھا۔ دوسرے بیٹے کا نام ہابیل اور بیٹی کا نام غازہ تھا۔ کسی بہن بھائی کا ایک دوسرے سے پر وہ نہیں تھا۔ اقلیہما خوبصورت تھی۔ لیکن غازہ خوبصورت نہیں تھی جب یہ اولاد برپا ہوئی تو جبرئیل آئے اور آدم سے کہا کہ دونوں بیٹیوں کو ایک

ایک بہن کے ساتھ اس طرح بیاہ دیں کہ قاہیل کی بہن کا ہابیل کے ساتھ اور ہابیل کی بہن کا قاہیل کے ساتھ نکاح کر دیں۔ قاہیل نے اس سے انکار کیا۔ او

کہا کہ میری بہن اقلیہما صاحبہ جمال ہے میں اس کو ہابیل کو نہیں دوں گا۔ لیکن بالآخر حضرت آدم نے پوچھ حکم الہی قاہیل کی بہن کی شادی ہابیل کے ساتھ اور

ہابیل کی بہن کی شادی قاہیل کے ساتھ کر دی۔ قاہیل نے ہابیل پر زور دیا کہ وہ اقلیہما کو طلاق دے دے حضرت آدم نے دونوں بیٹیوں کو حکم دیا کہ وہ منا

پر جا کہ قربانی کریں جس کی قربانی مقبول ہوگی۔ اقلیہما اسی کی زوجیت میں رہے  
دی جاسے گی۔ اس قربانی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہابیل کی قربانی مقبول ہوئی۔ قاہیل

اس پر بھی نہ مانا اور ہابیل سے کہا کہ میں تجھ کو مار ڈالوں گا۔ ایک دن جب ہابیل

سورہا تھا۔ قابیل نے پتھر مار کر اس کو قتل کر دیا یہ ہی سب سے پہلا قتل انسان  
 ہوا۔ جس پر وحوش و طیور نے گریہ کیا اور کہنے لگے کہ آدمی زاد سے بھاگنا چاہیے  
 کہ یہ ظالم و سیدھے دنیا اپنے بھائی کو مار ڈالتے ہیں۔ اس قصہ میں شادی کا ایک  
 اور نمونہ بھی مذکور ہے جس مرتبہ بی بی حوا کے صرف ایک اولاد پیدا ہوئی تھی۔  
 تو وہ شہیت تھی۔ جب حضرت آدم بیمار ہوئے تو انہوں نے شہیت  
 کو حکم دیا کہ وہ ان کے واسطے میوے کھائے دعا کیا کریں شہیت نے پہاڑ  
 پر جا کر دعا کی۔ جبرئیل میوے لائے اور ایک حور بھی لائے۔ اس حور سے شہیت  
 کا نکاح ہوا۔ اور کہا جاتا ہے کہ انہیں کی نسل سے نبی اکرم ہیں۔ اس کل  
 قصہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ مرد و زن میں کوئی معانرت اور پردہ نہیں تھا۔  
 قصہ کوتاہ آدم کے بعد شہیت اور شہیت کے بعد نوح اور نوح کے بعد  
 لیمان اور قلیبتان کے بعد ہبلائیل خلیفہ ہو کر دین پاک چلائے رہے۔  
 یان کیا گیا ہے کہ ہبلائیل کے برابر تمام دنیا میں کوئی خوبصورت نہ تھا۔  
 ان کا بیٹا نیزد سب سے بزرگ گذرا۔ ہبلائیل کی وفات کے بعد جو لوگ  
 ہبلائیل کی زیارت کو آتے تھے۔ وہ ان کو نہ پا کر معہ تحفہ مخالف واپس چلے  
 آتے تھے۔ اس پر شیطان نے یہ سمجھائی کہ ایک صورت ہبلائیل کے مشابہ  
 آنا چاہیے تاکہ خلق زیارت سے محروم نہ جائے۔ اس پر لوگ راضی ہو گئے  
 اپنے شیطان نے صورت بنا دی اور چہرے پر برق ڈال دیا۔ اس قصہ کی اگر  
 فی اصلیت اور حقیقت مافی جائے تو پرے اور برق کی تخلیق و بدعت  
 شیطان کی قرار پاتی ہے کہ اطراف عالم سے خلق الہی اور برق ہٹا کر

رت کی زیارت کرائی جاتی اور پھر وہ لوگ واپس چلے جاتے۔ اس طرح  
 با لوگ گمراہ ہو گئے اور شیطان نے ان کو بت پرستی میں ڈال دیا۔ اس  
 م گمراہ میں پھر اور شیطان نے پیدا ہوئے۔ انہوں نے دین پاک کی تعلیم دی  
 با اور شیطان واصل جہاں ہوئے ان کے فرزند گمراہی میں مبتلا ہو گئے  
 شیطان نے کہا کہ ان کی صورت بنائے دیتا ہوں تم اس کو دیکھا کرو۔ یہ ہی  
 ہے۔ اور اس صورت کی پوجا شروع ہو گئی۔ رفتہ رفتہ تمام عالم میں بت  
 پستی پھیل گئی۔

حضرت نوح  
 اسی قوم میں سے بہدہ نوح پینچیر پیدا ہوئے آپ  
 نو سو پچاس برس تک تبلیغ فرماتے رہے اور  
 روایتیں صرف چالیس مرد اور چالیس عورتوں کے سوا اور کوئی ایمان نہ لایا  
 جہاں بھی عورتوں کا تلاش حق میں آزاد ہونا واضح ہے اگر ان کو اختیار عمل  
 و آزادی عمل حاصل نہ ہوتی تو ایمان سے محروم رہتیں۔ یہ چالیس عورتیں  
 ایمان لائیں لیکن خود نوح کی بی بی کفر پر قائم رہیں۔ اس نکتہ سے بھی عورت  
 کی آزادی اور اختیار عمل ثابت ہے ایک دن کافروں نے حضرت نوح  
 کو مار کر لہو لہان کر دیا۔ نوح کی کافرہ بی بی نے اپنی قوم سے کہا کہ اے  
 قوم تم اتنا مت مارو نوح دیوانہ ہو گیا ہے جب اپنی بی بی کا یہ باتیں بے  
 ادبی کی سنیں۔ حضرت نوح نے دعا کی جو مستجاب ہوئی اور طوفان آب  
 کا عذاب نازل ہوا۔ جس میں نوح کا ایک مشرک بیٹا بھی ہلاک ہوا۔ تمام  
 قوم اور یا قیناً ان کی اولاد باقی رہی انہیں سے سب انسانی مخلوقات

ہے۔ سام کی اولاد کو فہ۔ مین۔ حجاز۔ شام اور مغرب میں متوطن ہوئی۔  
 سام کی اولاد دیگر اطراف میں آباد ہوئی۔ یافث نے ترکستان جا کر  
 سکونت اختیار کی۔ توح کے بعد حضرت نوح و دین پاک کے پیغمبر ہونے  
 سے پندرہ سو برس تک مومن دنیا میں رہے۔ پھر ابلیس نے بت پرستی پر لگا دیا۔

ہو دے کے زمانہ میں شداد تھا۔ شداد دوسرا بیٹا عاد کا تھا۔ اس نے تمام  
 زمین کو مسخر و زیر فرمان کر لیا تھا۔ ہونے کے شداد کو ہدایت کی  
 اس نے قبول نہیں کی اور کفر سے باز نہ آیا۔ شداد نے پھر ہمیشہ تعمیر  
 کی جس میں داخل ہوتے وقت ہلاک ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قوم نوح پر  
 حضرت صالح کو بھیجا۔ آپ نے ملک شام میں وفات پائی۔  
 حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ماجدہ اور آپ

**حضرت ابراہیم** کی ازواج کا پر وہ نہیں تھا۔ مروی ہے کہ نرود بہت

وسیع ملک کا بادشاہ متکبر تھا۔ اس کو نجومیوں سے یہ معلوم ہوا کہ تین دن  
 کے اندر ایک لڑکے کا رحم مادر میں ایسا آئے گا جو نرود کی بادشاہت کو  
 تباہ کر دے گا۔ نرود نے ان ایام کے لئے تمام عورتوں کو اپنے شوہروں کے

ساتھ ہم بستر ہونا ممنوع کر دیا۔ نرود کا چہ بدار تاریخ تھا۔ جو ایک ہفتہ  
 میں شمع اور دھسے میں نیکی تلوار کے تمام رات نرود کے سر ہانے

پہرہ دیا کرتا تھا۔ جس روز حکم دیا گیا اسی شب تاریخ کو عورت کی خواہش  
 پیدا ہوئی اور دوسری طرف تاریخ کی بیوی کی بھی یہی کیفیت ہوئی۔ جو

دوسری خواہش سے اُدھی رات کو خواہ گاہ نرود میں پہنچ گئی۔ ایک پری



نمودار ہوئی تھیں نے شمع و تلوار سے لی۔ اس طرح دونوں ہم پستری ہوئے اور  
 ابراہیم نے لطن مادر میں قرار پایا۔ اس کی خبر کسی کو نہیں ہوئی۔ ابراہیم کی  
 ولادت کے وقت آپ کی والدہ بوجہ خوف ایک میدان میں غار کے اندر  
 جا بیٹھیں۔ وہیں حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔ آپ کو کپڑے میں لپیٹ کر آپ کی  
 والدہ اسی مقام پر چھوڑ کر گھر چلی آئیں۔ آپ انگلیاں چوس کر زندہ رہے۔ ہر  
 ہفتہ آپ کی والدہ آپ کے پاس آتی تھیں اور متعجب ہوتی تھیں کہ ایک  
 پتھر کی غیب سے آکر غار کا منہ بند کر دیا کرتا تھا۔ اس طرح سات سال گذر  
 گئے۔ پھر تاریخ کو حال بتایا۔ اس نے کہا یہ لڑکا نمرود کا دشمن ہوگا۔ قصہ  
 کو شاہ حضرت ابراہیم نے بتوں کو توڑا۔ پتہ پرستی اور نمرود پرستی کو روکا۔  
 آپ کو آگ میں ڈالا گیا جو گلزار بن گئی۔ نمرود کا وزیر ہان تھا۔ ہان کی بیٹی  
 حضرت ابراہیم پر ایمان لائی اور مومنہ ہوئی۔ ہان نے لڑکی کو مار ڈالنا چاہا کہ  
 ایک ابراہیم اور دوسرا قول ہے کہ ہوا آئی اور اس کو اٹھائے گئی۔ یہاں  
 تک یہ بات واضح ہوگی کہ حضرت ابراہیم کی والدہ اور ہان وزیر کی لڑکی  
 کا پردہ نہیں تھا، اور اختیار عمل حاصل تھا کہ حق و باطل میں جو چاہتیں قبول  
 کرتیں۔ کہتے ہیں کہ آتش کدہ سے نکل کر ابراہیم ملک شام کے شہر نزارائن میں وارد  
 ہوئے دیکھا کہ خلقت ایک میدان کی طرف چلی جا رہی ہے۔ دریافت کیا تو  
 معلوم ہوا کہ یہاں کے بادشاہ کی بیٹی صاحب جمال اور لاثانی ہے بادشاہ اور  
 شہزادے اس کی آرزو میں آتے ہیں۔ وہ کسی کو قبول نہیں کرتی اور کہتی ہے کہ  
 اپنی پسند سے شوہر کروں گی۔ سات راتیں اور دن گذر چکے ہیں وہ شاہزادی سب

کو نکل کر دیکھتی ہے مگر کسی کو پسند نہیں کرتی حضرت ابراہیمؑ بھی ہمراہ خلعت پہنے  
 اور ایک گوشہ میں جا بیٹھے۔ جب وہ پہر ہوئی وہ شہزادی معہ شہزادوں کے  
 آئی۔ جب حضرت ابراہیمؑ کے پاس پہنچی عاشق ہوئی۔ بادشاہ نے کہا۔ بیٹی تو نے  
 نیک شوہر پایا۔ مگر مرغریب ہے کچھ فائدہ نہیں۔ چنانچہ اسی شہزادی سارہ  
 خاتون کے ساتھ بڑی وسوم ولام سے حضرت ابراہیمؑ کی شادی ہو گئی۔ انتخاب  
 شوہر کے لئے عورت کی کمال ازادگی کا یہ نمونہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ قصہ  
 ابراہیمؑ سارہ خاتون کو صندوق میں رکھ کر لے چلے۔ نگہبان نے صندوق کھلویا  
 اور سارہ خاتون کو بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا۔ حضرت ابراہیمؑ کو کہنا پڑا۔ کہ  
 یہ میری بہن ہے (ازروئے اسلامیت بیوی کو بہن کہنا جائز ہے) بادشاہ نے  
 کہا اپنی بہن مجھ کو دیدے حضرت نے فرمایا۔ وہ اپنی ذات کی مالک ہی بادشاہ  
 نے حکام میں بھجوا کر سارہ خاتون کو لباس فاخرہ پہنوا یا۔ جیسے ہی دست درازی  
 کا ارادہ کیا لاشعشعل ہو گیا زیادہ بے ادبی کرنا چاہی تو زانو تک زمین میں دھس  
 گیا بالآخر بادشاہ نے کل سلطنت اور خزانہ حوالہ کیا تب عذاب الہی سے نجات  
 پائی حضرت ابراہیمؑ نے ایک حصہ ملک جانب کنعان خود لیا اور باقی ملک  
 بادشاہ کو واپس کر دیا۔ پھر بادشاہ نے اپنی بیٹی کو سارہ خاتون کی خدمت کے  
 لئے دیدیا۔ نام لڑکی کا بی بی ہاجرہ تھا۔ یہ ہی بی بی ہاجرہ رسول اللہؐ کی  
 دادی ہوئی ہیں۔ انہیں کے لطن سے حضرت کی نسل منسوب ہے۔ الغرض  
 ابراہیمؑ معہ سارہ خاتون رح و بی بی ہاجرہ کنعان گئے۔ بیت المقدس آباد کیا  
 پھر پابل گئے اور حکیم الہی نمرود کو اللہ کی تبلیغ پہنچائی وہ بدستور منکر رہا۔ کہ

مچھروں نے اس کو اور اس کی قوم کو ہلاک کر ڈالا۔ وہاں سے ملک شام کا  
 ارادہ کیا۔ حلب ہوتے ہوئے ملک چین میں آئے وہ بادشاہ ایمان لایا۔  
 کفان میں آئے وہاں ایک نہرو دکھی حضرت نے فرمایا کہ وہاں کے لوگ مرگب  
 فعل رویت ہیں یعنی مرد کے ساتھ مرد اور عورت کے ساتھ عورت فعل بدکئے  
 ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ اس فعل سے باز نہ آئے اور اسی حال میں ہلاک کئے گئے  
 یہاں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قید مکان اور پر وہ عورت و مرد کو قواش  
 و بد کاری سے روک نہیں سکتے۔ بلکہ عورتیں قید پردے میں رہ کر اور مرد  
 آزاد ہو کر ایک دوسرے سے بے نیاز اور مبتلائے قواش ہو سکتے ہیں تا وقتیکہ  
 احکام الہی کا خوف اور پرہیزگاری اختیار نہ کریں۔ <sup>۱</sup> القصة حضرت ابراہیم  
 کا نور اجڑہ کی پشیمانی پر ظاہر ہوا۔ حضرت سارہ خاتون بولیں کہ مجھ کو پرہیزگاری  
 نہیں کہ اجڑہ کے فرزند ہو اور میرے نہ ہو۔ چنانچہ سارہ خاتون نے پی پی اجڑہ  
 کے کان چھید دئے۔ <sup>۲</sup> الغرض جب حضرت اسمعیل <sup>۳</sup> تولد ہوئے تو سارہ خاتون  
 نے حضرت ابراہیم سے کہا کہ اجڑہ کو یہاں سے لے جا کر کسی ایسی جگہ رکھو جہاں میرے  
 اور آبادی نہ ہو تاکہ اجڑہ آرام نہ پائیں اور میں انہیں نہ دیکھوں۔ حضرت  
 جبرئیل آئے اور کہا کہ جو سارہ کہتی ہیں وہ کرو۔ تب حضرت ابراہیم نے خوشی  
 خوشی پہلوٹے پیٹے اور پی پی اجڑہ کو اس سنان بیابان میں آباد کیا جہاں  
 اب مکہ معظمہ ہے۔ اس زمانہ میں وہاں نہ کوئی جاندار تھا اور نہ پانی تھا

قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي

لِى رِبِّى فِي ذُرِّيَّتِي رَكْبَةً كَمَا





ہنے کے لئے سارہ خاتون سے اجازت چاہی۔ سارہ نے اس شرط سے اجازت  
 دیا کہ وہاں سواری سے نہ اترنا۔ ابراہیم وہاں پہنچے تو اور کسی نے نہ پہچانا مگر  
 بی بی ماجرہ نے دور سے دیکھا اور حضرت کا استقبال کر کے لے آئیں۔ آپ  
 کے خیال سے اونٹن سے نہیں اترے۔ بی بی ماجرہ نے پتھر لاکر اس پر  
 ابراہیم کا پیر رکھا اور ڈبلا یا اور اسی طرح دوسرا پیر ڈبلا یا۔ وہ پتھر اب  
 ہم خلائق کا مصیبتی ہے اس قصہ میں سارہ خاتون رہی اور بی بی ماجرہ کا پیر سے  
 برقیہ مکان سے کبھی کوئی واسطہ نہیں رہا۔ بی بی ماجرہ اپنے نوزائیدہ بچے  
 کے ساتھ بیابان میں تنہا قیام فرما رہی تھیں۔ اہل قافلہ سے معاملہ کی گفتگو کی اور  
 لائے سکوت عطا فرمائی اور آزاد دے پردہ رہتی رہیں۔

حضرت اسمعیل کا واقعہ قرآنی بالغوم مشہور ہے اس قصہ میں یہ ذکر  
 ہے کہ شیطان نے ماجرہ سے پوچھا کہ تمہارا اسمعیل کہاں ہے، آپ نے  
 یایا باپ کے ساتھ صنیعت میں گیا ہے شیطان نے کہا ہاں آپ اس کو ذبح  
 کرنے گیا ہے حضرت ماجرہ نے کہا معاذ اللہ کبھی باپ نے بیٹے کو بے  
 نماہ مارا ہے۔ اہلین بولا۔ خدا نے اس کو حکم دیا تھا پھر تو ماجرہ بی بی نے  
 صفحہ فرمایا کہ خدا کا فرمان ہے تو میں بھی اس کی رضا پر راضی ہوں۔  
 گفتگو سے بے باکی اور حرمت نمایاں و بین ہے اجنبی سے بات کرنے میں  
 ورت کی آزادی ثابت ہوتی ہے۔

منقول ہے کہ حضرت ابراہیم نے سات دن مسافر کی آمد و انتظار  
 میں کھانا نہیں کھایا تھا۔ چنانچہ حکم خدا سے بارہ نیک روحان حضرت کے

پاس آئے۔ اور سلام کیا۔ حضرت نے جواب سلام دیا اور ان کو گھر لے کر  
 سارہ خاتون نے ایک گائے کا بچہ اور لاد کی طرح پالا تھا۔ وہ مہمانوں کے لئے  
 کیا۔ اس کو ذبح کر کے کھانا تیار کیا گیا اور مہمانوں کے سامنے رکھا گیا۔  
 ابراہیم مہمانوں کے سامنے سر پہنچا کئے با ادب کھانے لگے۔ سارہ خاتون  
 دیکھا کہ مہمان کھاتے نہیں ہیں لہذا حضرت ابراہیم کو توجہ دلائی۔ مہمانوں  
 نے کہا بغیر قیمت ادا کئے ہم نہیں کھا سکتے۔ ابراہیم نے کہا قیمت اس  
 ربیع الہد الرحمن الرحیم ہے۔ اس بات سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوا۔  
 نے کھانا کھایا اور کہا ہم شہرستان لوط کو چاہیں گے اور نبارت  
 ہیں کہ تمہارے یہاں فرزند تو لد ہوگا۔ اس کا نام اسحاق اور ان کے بیٹے  
 نام یعقوب ہوگا۔ یہ سب گفتگو سارہ خاتون کے مواجہ میں ہوئی۔

سورۃ یوسف میں ارشاد ہوا ہے۔

وَاصْرَفْ لَهُ تَائِمَةً فَهَبْكَ  
 قَبِيضًا يَأْتِي الشَّحْطَ وَمِنْ  
 وَرَاءِ الشَّحْطِ يَعْقُوبُ ۝

اور اس گفتگو کے وقت ابراہیم

بی بی (سارہ) بھی کھڑی ہوئی تھیں

خوش ہو گئیں۔ تو ہم نے ان کو پہلے

اسحق اور پھر اسحق کے بعد یعقوب

خوشخبری دی۔

اس کے بعد قرآن پاک میں یہ تذکرہ بھی موجود ہے کہ سارہ خاتون

نے ان مہمانوں (یعنی فرشتوں) سے کہا "اے خرابی کیا میں جنوں کی۔ اور میرے

بڑے بیٹوں اور یہ خاوند میرے بوڑھے ہیں" اس پر فرشتوں نے کہا

کیا تعجب کرتی ہے اللہ کے حکم سے اللہ کی مہر سے اور پچھتیں تم پر اسے گھر والو! اس قصہ میں مہمانوں سے سارہ خاتون کی بے پردگی اور گفتگو واضح ہے۔

حضرت لوطؑ لوط کی امت میں مردوں کے ساتھ مرد مرکب بد فعلی ہوا کرتے تھے وہی فرشتے جو حضرت ابراہیمؑ کو خوشخبری

دیئے گئے تھے۔ شہرستان لوط میں پہنچے حضرت لوط عبادت میں تھے آپ کے بیٹوں نے اپنے باپ کی طرف سے ان کو مہمان ہونا قبول کر لیا۔ لوط نے

جب عبادت سے فارغ ہو کر ان پارہ صاحب جمال اور معطر کپڑے پہننے ہوئے کم سنوں کو دیکھا تو اندیشہ میں پڑ گئے کہ کہیں ان کی قوم بدی نہ کرے۔

ناچار ان فرشتوں کو گھر کے اندر لے گئے لوط کی بی بی کا فرہ تھی اس نے چاکر قوم کو خبر کر دی وہ قوم حضرت لوط کے گھر میں داخل ہو گئی اور ان پارہ

مہمانوں کو اپنے سامنے لانے کو کہا۔ حضرت لوط نے فرمایا۔ سورہ ہود

قَالَ يَقَوْمِ هَؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ  
أَطْمَرٌ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا  
تَخْزُونِ فِي ضَيْفِي ط أَلَيْسَ

مِنْكُمْ رَجُلٌ شَرِيدٌ قَالُوا  
لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي بَيْتِكَ

مِنْ حَقٍّ ج وَآئِكَ نَبِئِكُمْ  
مَا شَرِيدٌ ۝

ہمارے ارادے جو سچا تم بخوبی واقف ہو۔

قوم لوٹ نہیں مانی اور آپ پر سختی کی حضرت جبریل تشریف لائے  
 اور خبر دی کہ آپ اپنے عیال و اطفال کو لے کر اس شہر سے نکل جائیں  
 چنانچہ حضرت جبریل نے حضرت لوٹ کو شہر سے نکال کر حضرت خلیل اللہ کے  
 گھر تک پہنچا دیا۔ بعدہ عذاب نازل ہوا اور شہرستان لوٹ زیر و زبر کر دیا گیا  
 اس قصہ میں حضرت لوٹ کی بی بی اور لڑکیوں کا پردہ نہیں تھا اور یہ بات بھی  
 واضح ہوگی کہ عورتوں اور لڑکیوں کو ناکارہ یا قید کر دینے سے مردوں کی بیجائی  
 دور نہیں ہو سکتی اور جب تک حسن عمل اور احکام الہی کا خوف نہ ہو قید  
 و بند سے کام نہیں چل سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ سب سے اول مردوں  
 کی اصلاح ہونا چاہیے۔

**حضرت یوسف** قصہ حضرت یوسف کا مشہور ہے۔ عزیز مصر نے آپ  
 کو مول لیا اور اپنی بی بی زلیخا کے سپرد کر دیا۔ سات  
 برس اس طرح گزرے۔ زلیخا آپ پر عاشق تھی ایک تصویر خانہ میں آپ  
 کو لے گئی اور انہماک عشق کیا۔ حضرت نے خوف خدا ظاہر کیا اور فرمایا کہ تیرے شوہر  
 عزیز مصر کا مجھ پر حق ہے۔ بالآخر اس نے آپ پر تہمت لگائی لیکن خود ماخوذ ہوئی  
 پانچ دیگر عورتوں نے زلیخا کو ملامت کی۔ زلیخا نے ان کی دعوت کی اور ہر ایک  
 کو ایک ایک ترنج اور چاقو دیا پھر یوسف کو ان کے سامنے سے نکلوا یا اور حکم  
 لیوں تراشنے کا دیا۔ وہ عورتیں حضرت کو دیکھ کر اس درجہ خود رفتہ ہو گئی  
 تھیں کہ اپنی انگلیاں کاٹ لیں ہوش میں آئیں تو کہنے لگیں کہ یہ بشر نہیں ہے  
 فرشتہ ہے۔ زلیخا نے یوسف کو قید کر دیا۔ زنداں میں دو ملزموں نے



خواب دیکھا آپ نے تعبیر بتائی اور ایک کو رہائی کی خبر دی۔ تعبیر صادق نکلی۔ ملک ریان شاہ مصر نے خواب دیکھا اس کی تعبیر کوئی نہ بتا سکا وہ ملزم جو رہا ہو چکا تھا اس نے ملک ریان کو تعبیر صحیح معلوم کرنے کے لئے حضرت یوسفؑ کا حوالہ دیا۔ آپ نے تعبیر بتائی۔ ملک ریان نے یوسفؑ کی رہائی کا حکم دیا۔ عزیز مصر نے شکایت کی کہ یوسفؑ نے خیانت کی تھی۔ یوسفؑ نے کہا کہ تحقیقات کر لی جائے۔ جب معاملہ کی تفتیش کی گئی تو بریدیت یوسفؑ کی ثابت ہوئی عورتوں نے کہا:

مَا شَاءَ اللَّهُ مَا عَلِمْنَا عَلَيْكَ مِنْ سُوءٍ  
 پناہ بخدا ہم نے تو یوسفؑ پر کوئی برائی محسوس  
 نہیں کی۔

اور خود زین عزیز نے کہا:

قَالَتْ امْرَأَةُ الْعَزِيزِ لَنْ يَخْتَصِمَ  
 السَّقِيُّ اَنَا وَاوْدُنَا عَنْ نَفْسِهِ وَاِنَّهُ  
 لَيَنْ الصُّدِّيقَيْنَهُ  
 زین عزیز نے کہا اب تو سچ ثابت ہو گیا  
 خود میں نے دیوسفؑ کو پھسلانا چاہا  
 اور وہ سچا ہے۔

القصة یوسفؑ وزیر مصر ہو گئے اور کل اختیار آپ کے سپرد ہوئے۔  
 زینجا عشق میں بوڑھی اور اندھی ہو گئی تھی راہ میں یوسفؑ کے بیٹھی رہتی  
 اور خاک پا نکلا کرتی تھی۔ ایک دن یوسفؑ کا گزر ہوا جب کہ زینجا ایمان لا  
 چکی تھی حضرت نے بھی اس کے لئے دعا کی۔ حسن و جوانی اس کی واپس  
 آئی اور وہ باکرہ ہو گئی تب یوسفؑ نے اس سے نکاح کا قصد کیا۔ زینجا کو اللہ  
 سے لو لگ چکی تھی اس نے انکار کر دیا اب یوسفؑ کو نہایت بیقراری ہوئی چنانچہ

لک رہا ہے کہ سفارش و سعی اور حکم خدا سے وہ راضی ہوئی اور باکرہ حالت میں اس سے حضرت یوسفؑ کا نکاح ہوا۔ اس تمام قصہ میں جو عورتیں مذکور ہیں وہ پردہ دار نہیں تھیں بلکہ آزاد و بے پردہ تھیں۔ یہ قصہ قرآن کی سورۃ یوسف میں بیان فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا وَدَّتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا  
عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ  
وَقَالَتْ هَيْبَتِي لَكَ قَالَ  
مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهُ لِنَبِيِّ اَحْسَنِ مَثْوَا  
اِنَّهُ لَا يَفْلَحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

اور ازینجا، جس کے گھر میں یوسفؑ تھے اس نے ان سے اپنا مطلب حاصل کرنا چاہا اور دروازے بند کر دیئے اور کہا کہ آؤ یوسفؑ نے کہا معاذ اللہ وہ (میرا شوہر) میرا آقا ہے اس نے مجھ کو اچھی طرح رکھا ہے کیونکہ ظالموں کو کبھی فلاح نہیں ہو سکتی۔

یہاں عورت آزادہ گناہ دیکھنے میں آتی ہے اور مرد کی ثابت قدمی نظر آتی ہے۔ واضح ہو جاتا ہے کہ خشیت الہی پاکدامنی کی اصل و بنیاد ہے۔ حرم شاہی کی قید و بند میں یہی بدکاری ہو سکتی ہے۔ الغرض اسی حال میں جب عزیز مصر آگیا تو زینجانے الزام یوسفؑ پر مقوی دیا۔ ایک گواہ نے آزمائش یہ بتائی کہ اگر قمیص یوسفؑ کا آگے سے پھٹا ہو تو وہ خطا وار ہو سکتے ہیں اور اگر پیچھے سے پھٹا ہو تو زینجانے ضرور بھاگنے پر پکڑا ہے۔ قمیص دیکھا گیا تو پیچھے سے پھٹا تھا عزیز مصر نے زینجا کا قصور پایا اور کہا:

وَاَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِكَ كُنْتَ  
مِنَ الْخٰطِئِيْنَ ۝

وہ عورت) تو اپنے قصور کی معافی مانگ  
کیونکہ سزا سرتیری ہی خطا تھی۔

حضرت یونسؑ کی بابت بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے قوم گمراہ کے لئے بددعا کی۔ ندا آئی اسے یونسؑ جب وقت آئے گا اُن پر عذاب نازل ہوگا یونسؑ رنجیدہ ہو کر اپنی قوم کو چھوڑ کر بے رضاۃ الہی شہر سے چلے گئے اس وجہ سے مبتلائے مصیبت ہوئے جب آپ روانہ ہوئے تو آپ کے دو بیٹے اور بی بی ہمارا تھے۔ راستہ میں ایک ندی ملی۔ ایک بیٹے کو کنارہ پر چھوڑا ایک کو کندھے پر لیا اور بی بی کا ہاتھ پکڑ کر ندی میں داخل ہوئے۔ پانی نے ایسا زور کیا کہ بی بی کا ہاتھ چھوٹ گیا اور لڑکا کندھے سے کھپل پڑا۔ کنارے پر آئے تو دوسرے لڑکے کو بھی پاپاٹ جا چکا تھا۔ المختصر اس حکایت سے واضح ہے کہ حضرت کی بی بی کا پردہ نہیں تھا۔

حضرت ایوبؑ افرائیم بن یوسف کی بیٹی رحیمہؑ سے حضرت ایوبؑ کی شادی ہوئی تھی شیطان نے آپ کے ایمان کی آزمائش طلب کی۔ اللہ نے آزمائش بھیجی۔ مال و دولت آل و اولاد سب ضائع ہوئے پھر کوڑھ کے مرض میں مبتلا ہوئے۔ سوائے بی بی رحیمہؑ کے اور کوئی مونس و بیمار دار بھی نہ رہا۔ اٹھارہ سال اس طرح مبتلائے آزار رہے۔ بہ سبب تعسّن و بدبو ایک بستی سے دوسری بستی کو نکال دیئے جاتے تھے۔ بالآخر رحیمہؑ نے میدان میں ایک سایہ کے نیچے لے جا کر رکھا۔ محنت شقت کر کے گالوں سے لاتیں اور کھلاتی رہیں۔ ایک دن کچھ نہیں ملا۔ ایک کانرہ کے گھر جا کر قرین مانگا اس نے کہا تمہارے بال اچھے ہیں کتھوڑے کاٹ دو تب کھانے کو دوں گی بی بی رحیمہؑ یہ سن کر رو پڑیں اور کہنے لگیں اس سے معاف رکھ کیونکہ

میرا شوہر بجلے عصا کے ان بالوں کو پکڑ کر نماز کے لئے اٹھتا بیٹھتا ہے۔ وہ کافر نہیں مانی۔ ناچار بال کاٹ کر دنیا پڑے۔ تب شوہر کے لئے کھانے کو لائیں۔ شیطان بصورت پیر مرد حضرت ایوبؑ کے پاس پوچھا اور خبر دی کہ تیری بی بی کو چوری میں پکڑ کر سر کے بال کاٹے گئے ہیں۔ آپ بہت غمگین ہوئے اور قسم کھائی کہ اگر بیماری سے اچھا ہو جاؤنگا تو رحیمہؑ کو سو درے ماروں گا۔ القصة اللہ تعالیٰ نے بعد آزمائش ایوبؑ کو شفا بخشی اور توستونیکوں کی چھارڈ سے ایک مرتبہ بی بی رحیمہؑ کو مارنے کی اجازت دی کہ اس طرح قسم پوری ہوئی

سورۃ انبیاء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ اَلْيُوبَ اِذْ نَادَى رَبَّهُ اِنِّى مُسِيۡٓءٌ

الشُّرِّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ۝

فَاَسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ

ضُرِّهِ وَاَسَيْنَاهُ اَهْلًا وَّمِنْ اٰمَنَّا

مَعَهُمْ رِئْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا و

ذِكْرًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

اور داسے نبیؑ ایوب کی وہ حالت یاد کرو جب انھوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھ کو (یہ) بیماری لگ گئی ہے اور تو سب رحم کر بیوالوں سے زیادہ رحم کر بیوالا ہے تو ہم نے ان کی سن لی اور جو دکھ ان کو تھا دور کر دیا اور ان کو ان کے اہل عطا فرمائے بلکہ ان کے ساتھ اتنے ہی اور یہ محض ہماری مہربانی تھی اور عبادت کرنے والوں کے لئے یادگار۔

سورۃ ص میں ارشاد ہوا ہے:

وَ خَذْ بِمِصْرِكِ ضَرْبًا فَاَضْرِبْ بِهٖ

وَلَا تَحْنَثْ اِنَّا وَجَدْنَاهُ صٰبِرًا

اور (ہم نے ایوب سے فرمایا کہ) سینکوں کا  
ٹٹھا اپنے ہاتھ میں لو اور (اپنی بی بی کو)



نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۝ اس سے مار لو اور قسم نہ توڑو بیشک ہم نے ایوب کو صابر پایا اچھی نیت تھی کہ وہ رجوع و اعتراف کیا

اس تمام قصہ میں بی بی رحیمہ کا پردہ نہیں تھا۔ کام کاج اور باہر نکل کر کب معاش کی کال آزادی تھی تقویٰ اور پرہیزگاری ہی قید و پردہ تھا۔

حضرت موسیٰ فرعون بہ ہمراہی ہامان ملک مصر پہنچا اور شاہ مصر کو عرضی دے کر داروغہ گورستاں ہو گیا۔ اس میں

ذکر کثیر جمع کیا اور مقربان شاہی کو رشوت دے کر کل شہر کی داروغائی حاصل کر لی قضا کے الہی سے وزیر مصر فوت ہو گیا۔ فرعون شاہ مصر کا وزیر مقرر ہو گیا

روپیہ جمع کرتا رہا پھر ایک سال کا روپیہ شاہ مصر کو دے کر رعیت کے لئے معافی کرائی اس طرح غریب غزا فرعون کے دعا گو اور حامی ہو گئے بعدہ دو سال کے لئے اور معافی دلائی۔ سب رعیت خیر خواہ ہو گئی بعد چند سے

مصر کا بادشاہ مر گیا کوئی وارث نہیں چھوڑا سب لوگوں نے فرعون کو تخت پر بٹھایا۔ فرعون نے ہامان کو وزیر بنایا ہامان کے کہنے سے علم و تعلیم کا چرچا بند کر دیا گیا۔ کچھ عرصہ میں سب لوگ جاہل ہو گئے اور خدا کو بھی بھول گئے

تب فرعون نے دعویٰ خدائی کیا اور اپنے لئے سجدے کا حکم دیا۔ قوم قبطی نے فرعون کو پوجنا شروع کیا لیکن بنی اسرائیل ایمان پر قائم رہے۔ فرعون بنی اسرائیل سے ذلیل ترین کام و خدمت قبطیوں کی کرتا تھا اور بنی اسرائیل کی عورتوں سے قبطیوں کی عورتوں کی خدمت کرتا تھا فی زمانہ یہاں کے

مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ امیر عورتیں نہ صرف غریب عورتوں سے کام

خدمت لیتی ہیں بلکہ عزیز عورتوں کے لئے جائز کر دیا گیا ہے کہ وہ بے پردہ رکھ کر باہر نکلا کریں اصرار و علمائے اس تفریق کو واجب کر لیا ہے عصمت و عفت کے مسئلہ میں مساوات کجا بظاہر یہ نمونہ قبطیوں اور بنی اسرائیل جیسا قائم ہو گیا ہے۔ الغرض صرف ایک عورت بنی اسرائیل کی حضرت آسیہ تھیں جو فرعون کے نکاح میں تھیں اور دین حق پر قائم تھیں۔ ایک شب فرعون نے خواب دیکھا جس کی تعبیر یہ بتائی گئی کہ تین دن کے اندر ایک لڑکا رحم مادر میں ایسا آئے گا جو مملکت فرعون کو خراب کر دے گا چنانچہ فرعون نے ان آیات کے لئے سب ہی کچھ احکام جاری کئے لیکن خود فرعون کے ندیم عمران کا نطفہ قرار پا ہی گیا۔ اُس وقت عمران کا ایک بیٹا ہارون اور ایک بیٹی مریم موجود تھی پھر موسیٰ پیدا ہوئے اور بموجب مشیت الہی ان کو صندوق میں رکھ کر ماں نے دریائے نیل میں ڈال دیا پھر مریم سے کہا کہ پیچھے پیچھے چلی جائے۔ فرعون اور آسیہ اپنے محل میں لب دریا بیٹھے تھے کہ صندوق کو آتے ہوئے دیکھا۔ قریب آیا تو فرعون نے پکڑنا چاہا۔ اس کو نہیں ملا۔ لیکن بی بی آسیہ کو مل گیا۔ کھولا تو اس میں بچہ نظر آیا۔ فرعون اور آسیہ نے پرسش کیا۔ موسیٰ کی بہن کو جو پیچھے پیچھے آرہی تھی سب حال معلوم تھا۔ موسیٰ نے کسی عورت کا دودھ نہیں پیا۔ تب مریم نے کہا اجازت ہو تو میں تم کو دایہ لادوں۔ بعد اجازت اس سبیل سے موسیٰ کی والدہ بطور دایہ پہنچ گئیں اور انہیں نے دودھ پلایا۔

سورۃ طہ میں ارشاد ہوا ہے۔

اَزْكَشْنِي اِنْخُذَكَ فَقَوْلْ هَلْ  
اَدُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَكْفُلُهُ طَفْرَبْنِكَ  
اِلٰى اَهْلِكَ كَيْ تَقْرَأَ عَيْنِنَا وَلَا  
تَحْزَنَّا

حیب کہ تمہاری (موسیٰ کی) بہن کہتی چلی  
جا رہی تھی کہ (کہوتو) میں تم کو ایک  
اسی واپہ تبادلوں جو اس کو پال لے  
اور (اسی طرح) ہم نے تم (موسیٰ) کو پھر  
تمہاری ماں کے پاس پہنچا یا تاکہ تمہیں  
مٹھنڈی رہیں اور رنج نہ کریں۔

اس تذکرے سے واضح ہے کہ موسیٰ کی والدہ اور آپ کی بہن مریم کا  
پر وہ نہیں تھا اور اپنے اعمالی و اشمال میں آزاد و مختار تھیں۔  
حضرت موسیٰ کے نکاح کا قصہ اس طرح منقول ہے کہ حیب آپ  
شہر مدین کے کنوئیں پر پہنچے۔ تو دیکھا ایک مقام پر لوگوں کی بھیڑ ہے جو  
مولشیوں کو پانی پلا رہے تھے۔ اُن سے علیحدہ دو عورتیں اپنی بکریوں کو روکے  
کھڑی تھیں۔ حضرت موسیٰ نے دریافت کیا تو اُن عورتوں نے کہا کہ حیب  
تک چر رہے پانی پلا کر مولشی ہٹانے لے جائیں ہم پانی نہیں پلا سکتے۔ اور  
ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں۔ سخا۔ موسیٰ نے پانی کھینچا اور اُن کی بکریوں  
کو پلا دیا۔ تب وہ عورتیں چلی گئیں۔ موسیٰ بھوکے تھے آپ نے دعا کی اتنے  
میں ان دو عورتوں میں سے ایک کو دیکھا کہ اُن کی طرف شرماتی چلی آرہی ہے  
اور کہا کہ میرے والد آپ کو پلا رہے ہیں۔ المختصر اس طرح موسیٰ شریفیت  
لے جاتے ہیں۔ اور حضرت شعیب جن کی یہ لڑکیاں تھیں ایک لڑکی کا  
نکاح حضرت موسیٰ کے ساتھ کر دیتے ہیں۔ پھر یہ قرار پایا کہ آٹھ سال تک

موسیٰ ان کی نوکری کریں۔ سورۃ القصص میں یہ سب تذکرہ درج ہے جس سے ظاہر ہے کہ حضرت شعیب کی لڑکیوں کا پردہ نہیں تھا۔ اور وہ اپنے کام کاج کے لئے آزاد تھیں۔ چنانچہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَوَحَدَ مِنْ دُونِهِمَا امْرَأَتَيْنِ  
تَذُوْرْنَ قَالِ مَا خَطْبُكُمْ  
قَالَتَا لَا نَسْتَعِيْ حَتّٰی يُصَدِّقَ الرَّعَاءُ  
قَالَوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ  
اور ان سے الگ دو عورتیں (بکریوں کی  
روکے کھڑی ہیں (موسیٰ نے) پوچھا کہ تمہارا  
کیا مطلب ہے وہ بولیں جب تک چرواہے  
ٹھانڈے جائیں ہم پلا نہیں سکتے اور ہمارے  
والد بہت بوڑھے ہیں۔

اس کے بعد یہ بھی مذکور ہے۔

فَجَاءَتْهُ إِهْدَاهُمَا تَمْشِيْ  
عَلٰى اسْتِحْيَاءٍ قَالَتْ اِنَّ  
اٰتِيْ يَدْعُوْكَ۔

پھر لڑکی نے اپنے والد سے یہ کہا:

قَالَتْ اِحْدَاهُمَا يٰ اٰتِي  
اسْتَاهِيْرُكَ اِنَّ خَيْرَ مِّنْ  
اسْتَاهِيْرَتِ الْقَوِيِّ الْاٰمِيْنُ ۝

چنانچہ لڑکی کے والد یعنی شعیب نے موسیٰ سے کہا:

قَالَ اِنَّ اِسْرِيْكَ اِنَّ اُنْكِحُكَ  
اِحْدٰى اَبْنَتِيْ هَتَيْنِ عَلٰى اَنْ  
کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں  
میں سے ایک کو اس پر تمہارے نکاح میں



دوں کہ تم آٹھ برس میری نوکری کرو  
اور اگر تم دس پورے کرو تو تمہارا احسان  
مجھ اور مجھ کو تم پر زیادہ) مشقت ڈالنی منظور  
نہیں ہے۔

فَاَجْبُرْنِي نَهْنِي حَجَّ فِئَاتِ  
اَقَمْتُمْ عَشْرًا فَمَنْ عِنْدَكَ  
وَمَا اَسْرِيْدُ لَنْ اَشْفِيَتْ  
عَلَيْكَ ط

موسیٰ نے یہ مدت پوری کی اور بی بی کے ساتھ روانہ ہوئے :

فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَىٰ اَلْاَجَلَ  
وَسَّاسًا بِاَهْلِيهِ اُتَتْ  
مِنْ جَانِبِ الطُّورِ نَارًا ط

پھر جب موسیٰ نے مدت پوری کی اور اپنی  
بی بی کو لیکر روانہ ہوئے تو طور (پہاڑ) کی  
طرف سے ان کو آگ دکھائی دی

پھر موسیٰ اس آگ کی طرف چنگاری لینے کو جاتے ہیں اور یہی آپ کو پیغمبری عطا  
ہوتی ہے۔ بعدہ بموجب حکم خداوندی موسیٰ اپنی بی بی صفورا کو وہیں میدان  
میں چھوڑ کر فرعون کی ہدایت کے لئے مصر روانہ ہوئے جو آپ کا مولد و مکن  
تھا۔ عشا کا وقت تھا کہ گھر پر پہنچ کر دستک دی آپ کی بہن مریم نے نکل  
کر پوچھا آپ نے فرمایا مسافر ہوں مریم نے ماں کو اطلاع کی ماں نے کہا لا کر  
اسے کھانا کھلا۔ حضرت موسیٰ اجنبی بنے ہوئے بچھونے کے کنارے پر جا بیٹھے  
پھر آپ کے بھائی ہارون اور آپ کے والد عمران نے آکر دیکھا اور گفتگو کی  
موسیٰ نے ہارون سے کہا کہ تم کو میری پیغمبری میں اللہ نے شریک کیا ہے  
چلو فرعون کو خدا کی دعوت دیا۔ پھر اس دعوت کا قصہ ہے اور یہ کہ فرعون  
نے اپنی بی بی حضرت آسیہ کو سخت اذیتیں دیں مگر آپ ایمان پر قائم رہ کر  
شہید ہوئیں۔

مفسرین نے بیان کیا ہے کہ قارون نے ایک عورت کو زور  
**قارون** مال دے کر اس سے یہ وعدہ لیا کہ وہ درمیان وعظ موسیٰ  
 پر اپنے ساتھ نہ ناکی تہمت کا اعلان کر دے جب ایسا موقعہ آیا اور حضرت  
 موسیٰ وعظ کہہ رہے تھے تو حسب قرار داد لوگوں نے عورت کو اعلان مذکور  
 پر مجبور کیا لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ عورت نے موسیٰ کی پاکی بیان کی۔ اس قصہ سے بھی  
 یہ امر واضح ہوا کہ موسیٰ کے عہد میں پردہ نہیں تھا۔

**یوشع علیہ السلام** حکم خدا کے مطابق یوشع ملک شام کو گئے وہاں سے شہر  
 ایلیا میں آئے جہاں اکثر گمراہوں کو قتل کیا پھر شاہ بائق  
 کے شہر بلقائیں آئے اس بادشاہ نے مقابلہ کیا مگر ہزیمت اٹھائی یوشع  
 نے محاصرہ کر لیا۔ بلقائیں ایک عابد صاحب ایمان بلعم بن باعور کھان کے  
 پاس جا کر قوم نے کہا کہ یوشع کے خلاف دعا کریں کہ وہ لوگ ان پر فتح پائیں  
 عابد نے انکار کیا اور کہا کہ وہ پیغمبر خدا ہیں بلعم کی عورت بہت خوبصورت  
 تھی اور وہ اس پر فریفتہ و عاشق تھے بادشاہ نے عورت کو روپیہ دے  
 کر راضی کیا اس گمراہ و راہزن ایمان نے بلعم سے سفارش کی بلعم نے جیلہ کیا اور  
 کہا اچھی اچھی جوان و خوبصورت عورتیں یوشع کے لشکر گاہ میں بھیج دی جائیں  
 اغلب ہے کہ وہ مزکب نہ ناہوں تو اس کی شومی سے ہزیمت پائیں بادشاہ  
 نے ایسا ہی کیا مگر وہ نیک کردار خدا کے فضل سے اس فعل بد سے محفوظ  
 رہے۔ اب یہ امر قابل غور رہتا ہے کہ اس شے خوف خدا ہوتا ہے نہ  
 پردہ اور قید۔ اگر تقویٰ ہے تو نہ مردوں کی ترغیب و جہارت نہ عورتوں کے

فریب و غمازیاں کام آسکتی ہیں۔

**حضرت الیاس** آپ کے زمانہ نبوت میں قوم بنی اسرائیل میں ایک عورت تھی جس کا نام **بعل** تھا وہ انتہا درجہ حسین

و خوبصورت تھی۔ حضرت الیاس کی ممانعت کے باوجود لوگ اس کی پرستش

میں مبتلا ہو گئے یہاں بھی عورتوں کی کال آزادی کا سہرو واضح ہوتی ہے

پھر اگرچہ عورت کی باقاعدہ پوجا بھی ہونے لگی تاہم اس کی آزادی برقرار

رکھی گئی اور کوئی احکام عورتوں کے قید و بند پر دسے کے صادر نہیں ہوئے

طاہوت نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنی بیٹی قاتلِ جاہوت

**حضرت داؤد** سے بیاہ دے گا۔ داؤد نے جاہوت کو قتل کیا لیکن

طاہوت نے عہد شکنی کی اور وعدہ پورا نہیں کیا۔ لڑائی ہوئی طاہوت مارا گیا۔

داؤد کو اس کی بادشاہت ملی اور اسکی لڑکی سے نکاح کیا۔ آپ کا ایک قصہ

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے ایک مرغ دیکھا اس کو پکڑتا چاہا وہ اڑ گیا

تغائب کیا دوران تغائب بطشانا نامی ایک عورت پر نظر پڑ گئی جو حوض میں برتن

نہا رہی تھی آپ کو دیکھ کر بطشانا نے اپنا جسم بالوں سے چھپا لیا یہ عورت اور یاکی

منسوبہ تھی حضرت داؤد نے اور یاکی کو جہاد پر بھیجا جہاں وہ شہید ہو گئے پھر

بطشانا سے آپ نے نکاح کر لیا اس سے حضرت سلیمان پیدا ہوئے حضرت

داؤد اس بات پر بعدہ بہت روئے اور توبہ و استغفار کی۔ اور یاکی سے معافی

چاہی مگر ہر مرتبہ خواب میں اور یاکی نے معاف کرنے سے انکار کیا پھر اللہ تعالیٰ

نے توبہ منظور فرمائی اور یاکی کو حوروں پر فریفتہ کیا گیا ان کے عیوض میں

اور بپانے داؤد کو معاف کیا اور داؤد نے خواب میں دیکھ لیا۔

حضرت ہود کے زمانہ کا ایک قصہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک عورت عابدہ

اور اس کا بیٹا صالح دونوں صحرا میں عبادت کیا کرتے تھے۔ ایک درخت انار سے

ان کو دو انار پومیہ ملا کرتے تھے یہ ہی دونوں کا ذریعہ قوت و سبر تھا شتر

برس اس طرح گذر گئے کہ ایک دن بیٹے نے کہا جی چاہتا ہے کہ بازار کی

چیزوں میں سے کوئی چیز لاکر کھاؤں ماں نے منع کیا اور کہا کہ اللہ کے دیے

ہوئے انار پر قناعت کر ولا بیچ سے باز رہو دوسرے دن سے وہ انار نظر نہ

آئے ایک رات اور ایک دن دونوں بھوکے رہے ایک گائے اجنبی آئی

اور بولی کہ بھکو ذبح کر کے کھاؤ میں تمہاری صلال روزی ہوں ماں نے کہا یہ

ہم کو گنہگار کرنا چاہتی ہے اس کو ہانک دیا گائے پھر آ موجود ہوئی ہاتھ پاؤں

چھوڑ کر زمین پر لیٹ گئی اور حلق سامنے رکھ کر بولی بھکو ذبح کر کے کھاؤ میں

تمہارا رزق حلال ہوں ان دونوں نے پھر بھی اس کو ہانک دیا تیسرے دن

وہ پھر آ گئی ناچار ذبح کر کے کباب بنا کر کھائے ایک عورت دلالہ نے یہ

واقعہ دیکھا تھا اس نے صاحب بقر کو خبر کی اس نے داؤد کے پاس نالش

کی دونوں ماں بیٹے حاضر آئے اور گائے کا بہ ضد ہونا بیان کیا صاحب بقر نے

کہا کہ گائے نے کیسے بات چیت کی یہ بالکل غلط ہے الغرض عید کے دن

داؤد نے نہایت خوش الحانی سے زبور پڑھی گائے نے زندہ ہو کر کہا کہ

صاحب بقر ایک سو داگر کا نوکر تھا جس کو قتل کر کے مال و مویشی چھین لئے

تھے اور اسی سے خود مالدار ہو گیا اور وہ سو داگر عورت عابدہ کا شوہر تھا۔



ان سب قصوں میں جن عورتوں کا ذکر ہے وہ بے پردہ تھیں۔ لیکن یہ قصے تمام طور پر قابل اعتماد نہیں ہیں کیونکہ قرآن سے تفصیل کی تائید نہیں ہوتی ہے۔

**حضرت سلیمان** <sup>ع</sup> آپ تخت پر اڑا کرتے تھے ایک دن ہڈ ہڈ نے آپ سے دیر میں آنے کی یہ وجہ بیان کی کہ وہ شہر سیا کی ملکہ کو دیکھنے گیا تھا جس کا نام بلقیس تھا اور وہ شرابیل دیو کی دختر تھی حسین و باکرہ تھی لیکن بیدین تھی اور آفتاب کی پرستش کرتی تھی پھر ہڈ ہڈ سلیمان کا خط لے گیا اور بلقیس کے سینہ پر جو سورہی تھی رکھ کر چلا آیا بلقیس نے خط پڑھا اور ایمان لائی۔ بعدہ وزیر آصف بن برخیا بلقیس کا تخت لے آئے بلقیس نے جب سلیمان کا محل دیکھا تو شیشیوں کو پانی سمجھ کر اپنی نیند لیاں کھول دیں یعنی پانچے چڑھالے تب حضرت سلیمان نے دیکھا جیسا کہ سنا تھا کہ بلقیس کی نیند لیوں پر بکری کی طرح بال تھے چنانچہ دواسے وہ بال دور ہو گئے اور سلیمان بلقیس کو نکاح میں لے آئے۔

صیدون بادشاہ عنکبوت سے سلیمان کی لڑائی ہوئی عنکبوت مارا گیا اس کی دختر مقید ہوئی وہ ایمان لائی آپ نے اُس سے نکاح کر لیا وہ لڑکی شیطان کے اغوا سے بچر گمراہ ہو گئی اور اپنے باپ کی صورت بنا کر مخفی طور پر پوچنے لگی اس کی وجہ سے سلیمان چند روز بلا میں مبتلا رہے یعنی آپ کی انگوٹھی صحزہ دیو نے فریب سے حاصل کر لی اور تخت پر جا بیٹھا سلیمان کو پھر کسی نے نہیں تسلیم کیا آپ محروم ہو کر تبتلاش رزق نکلیے ایک ماہی گیر کی نوکر کی ایک دن آپ دریا کے کنارے سو رہے تھے کہ ماہی گیر کی لڑکی جو کنواری اور حسین و دولت مند

تھی وہاں آئی اور دیکھا کہ ایک سانپ شاخ سبز منہ میں لئے سلیمان پر  
 ہوا دسے رہا تھا لڑکی نے اپنے باپ سے کہا کہ مجھ کو اس شخص سے بیاہ  
 دیجئے اس نے کہا یہ تو کر ہے لڑکی بہ ضد ہوئی آخر کار برفنا مندی سلیمان  
 ماہی گیر نے نکاح کر دیا بعدہ مچھلی کے پیٹ سے سلیمان کو انگوٹھی دستیاب  
 ہوئی اور اسی کے ساتھ تخت و تاج بھی واپس ل گیا اس تمام قصہ میں  
 جن عورتوں کا ذکر ہے وہ بے پردہ واضح ثابت ہیں۔

آپ حضرت زکریا علیہ السلام کے فرزند تھے اور  
**حضرت مچھلی** بڑھاپے میں پیدا ہوئے تھے حضرت زکریا کا وعظ  
 سن کر آپ پہاڑوں کی طرف چلے گئے سات رات و دن آپ پہاڑوں پر  
 روتے پھرے اور ماں آپ کی برابر پہاڑوں پر ڈھونڈتی پھرے ایک چرواہے  
 کے ذریعہ ماں کو تپہ لگا کہ غار میں آکر رات کو رہا کرتے تھے الغرض ماں غار  
 کے پاس پہنچ کر انتظار میں بیٹھی رہی اور جب شام ہوئی تو سمجھا بچھا کہ  
 گھر کو لائیں اس قصہ میں والدہ حضرت مچھلی کا جو حضرت زکریا پیغمبر کی زوجہ  
 محترمہ تھیں پر وہ نہیں تھا۔

بعض نے شمعوں کو ولی اور بزرگ لکھا ہے آپ کی  
**حضرت شمعوں** بی بی نیک بخت پارساتھیں کافروں نے ان کو یہ فریاد  
 دیا کہ تم شمعوں کو جو نہایت طاقتور تھے بانڈھ دو تو بادشاہ عموزیہ اس کو قتل  
 کر کے تم سے نکاح کر لے گا یہ بی بی باتوں میں آگئیں پہلی مرتبہ رستی سے بانڈھا  
 وہ شمعوں نے توڑ دی حتیٰ کہ آخر مرتبہ لوسے کی زنجیر سے بانڈھا وہ بھی توڑ دی

بی بی نے ہر مرتبہ یہ بہانہ کیا کہ وہ قوت آزمائی کھتی ہیں بالآخر خود شمعوں سے دریافت کر کے کہ آپ کس چیز سے باندھے جاسکتے ہیں حضرت کو انھیں کے بالوں سے باندھ دیا بادشاہ عموزیہ نے آپ کے ٹکڑے کرا کے دریا میں ڈلوادینے حکم خدا وہ سب ٹکڑے یکجا ہو گئے اور شمعوں نے تمام مکانات و زمین شہر کی کھود کر معہ کناروں پر پانی میں ڈال دی گھر پہنچ کر بی بی کے قتل کا ارادہ کیا تو خدا کا حکم ممانعت پہنچا کہ بی بی کو صحت مارو اس نے نادانی کی اور بادشاہ عموزیہ کے کہنے میں آگئی عورت کی تقصیر معاف کرو اس قصہ میں حضرت شمعوں کی بی بی کا پر وہ نہیں تھا۔

قصہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ نہ کر یا کے زمانہ میں ختنہ بی بی مریم علیہ السلام نامی ایک عورت بڑی زاہدہ تھی اس کے

شوہر کا نام عمران تھا بعض کہتے ہیں کہ زکریا سے ختنہ کی بڑی لڑکی اور بعض کے بقول ختنہ کی بہن بیابھی تھی آخری حمل کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ جنت بیت المقدس میں جا کر یاو خدا میں مشغول ہوئیں اور یہ دعا کی اور سنت مانی کہ یارب میرے پیٹ میں جو لڑکا ہوگا وہ میں نے بیت المقدس کی خدمت کے لئے تیری نذر کیا سورۃ آل عمران میں ارشاد ہوا ہے:

اِذْ قَالَتْ اُمَّرَاتُ عِمْرَانَ  
 رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا  
 فِیْ بَطْنِیْ.....

ایک وقت تھا کہ عمران کی بی بی نے عرض کی کہ لے میرے پروردگار میرے پیٹ میں جو ہے اس کو میں

آزاد کر کے تیری نذر کرتی ہوں۔

ایسی اولاد کو حسب دستور کسی اور کام پر نہیں لگایا کرتے تھے بعد  
انقضاء نوماہ حنہ لڑکی جنی اور شکستہ دل ہوئی کیونکہ لڑکی کی نذر کا دستور

نہیں تھا یہ بھی رنج کیا کہ میری نذر پوری نہ ہوئی سورۃ آل عمران میں ہے:

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ

إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ وَاللَّهُ

أَعْلَمُ بِمَا وَضَعْتَ وَلَئِن

الذَّكَرُ كَانَتْ لَأُنْثَىٰ فِإِنِّي

سَمِيحَةٌ مِّنْ نِّجْمٍ وَإِنِّي أَعْتِدُ

بِكَ وَذُرِّيَّتَهُمَا مِنَ الشَّيْطَانِ

الشرح بیہ ۰

الغرض اللہ تعالیٰ نے بی بی مریم کو قبول فرمایا ان کو حضرت زکریا کی

سپردگی میں دیدیا گیا اس طرح انہوں نے پرورش پائی اور اللہ تعالیٰ نے

ان کو دنیا جہان کی عورتوں میں انتخاب فرمایا جیسا کہ سورۃ آل عمران

میں فرمایا ہے:

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلِكَةُ يَمْرُؤُكُمْ

إِن لَّيْسَ لَكُم مِّنْ عِندِ اللَّهِ

عِلْمٌ فَذُكِّرْتُم بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ

مُتَكَبِّرُونَ

اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم تم کو

اللہ نے برگزیدہ فرمایا اور تم کو پاک و

صاف رکھا اور تم کو دنیا جہان کی عورتوں

پر انتخاب فرمایا۔



معلوم ہوا کہ بی بی مریم کی والدہ حنہ کا پردہ نہیں تھا اور بی بی مریم بیت المقدس میں سب سے پہلے پردہ پرورش پائی رہیں جب عمر آپ کی چودہ برس کی ہوئی اور غسل حیض کے لئے عین السلوئی کے چشمے پر گئیں تو بعد فراغت ایک جوان خوبصورت اجنبی بیچھے کھڑا دیکھا وہ جبریل تھے چنانچہ سورۃ مریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے :

فَاذْسَلْنَا إِلَيْهَا وَوَحَّيْنَا  
فَمَثَلٌ لِّهَا بَشَرًا سَوِيًّا  
قَالَتْ إِنِّي أَعْوَجُ  
بِالرَّحْمَنِ مِنْكَ إِن  
كُنْتَ تَقِيًّا قَالَ إِنَّمَا  
أَنَا رَسُولٌ رَبِّكَ لِأَهْبِ  
لِكُ عُلَمَاءَ نَكِيًّا قَالَتْ  
إِنِّي يَكُونُ لِي غَلْمٌ وَلَمْ  
يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ  
أَكُ بَغِيًّا

تو ہم نے اپنی روح کو ان کی طرف بھیجا تو  
وہ اچھے خاصے آدمی کی شکل بن کر ان کے روبرو  
کھڑے ہوئے وہ (مریم) لگیں کہنے کہ اگر  
تم پر ہیر گار ہو تو میں تم کو خدا کا واسطہ  
دیتی ہوں (جبریل) بولے کہ میں تو  
بس تمہارے پروردگار کا بھیجا ہوا  
ہوں اس لئے کہ تم کو پاک طہیت لڑکا  
دوں وہ (مریم) بولیں میرے (یہاں)  
کیسے لڑکا ہو سکتا ہے حالانکہ نہ تو بچکو  
کسی مرد نے چھوا اور نہ میں کبھی بدکار رہی۔

یہاں تکا حاملہ ہونے کا ذکر ہے اس کے بعد روزہ آپ کو ایک  
درخت کھجور کی جڑ میں لے پہنچا وہاں بشارت ہوئی کہ کھجور کو بلاؤ اور  
چشمے کا پانی پیو اور بیٹے کو دیکھا کہ جو پیدا ہو گیا تھا آنکھیں ٹھنڈی کر دو۔ پھر  
حکم ہوا کہ لڑکے کو لیکر یہاں سے جاؤ اور راستہ میں اگر کوئی تم سے پوچھے

تو خاموش رہو اور کہہ دو کہ میں نے رحمن کے لئے روزے کی منت مان رکھی ہے کہ میں آج کسی آدمی سے بات نہیں کر سکتی جیسا کہ سورۃ مریم میں فرمایا گیا ہے:

فَاتَتْ بِهَا قَوْمًا هَمَلًا  
قَالُوا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ  
شَيْئًا فَرِيًّا يَا هَيْتَ  
لَهُمْ وَنَمَاكَانَ الْفُوكِ  
اِمْتًا آسُوعِ وَ مَا كَانَتْ  
اُمُّكَ بَغِيًّا

پھر مریم اڑھ کے کو گود میں لے اپنی قوم کے پاس لائیں وہ لگے کہ مریم! یہ تو تو نے بہت بے لائق کام کیا ہے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ ہی برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی بدکار تھی

نبی بی مریم نے بموجب ہدایت باری تعالیٰ اشارہ کر دیا کہ جو کچھ پوچھنا ہے اس سب سے پوچھو چنانچہ حضرت عیسیٰ نے گواہی دی اور اپنی پیغمبری کا اظہار فرمایا بی بی مریم کی عصمت و عفت تمام خلایق پر ثابت ہو گئی۔ اس قصہ میں نبی بی بی مریم کا بے پردہ ہونا تو حق فطری تھا جو تمام دیگر عورتوں کو ازل سے حاصل ہوتا ثابت ہوتا چلا آیا ہے البتہ ایک صورت یہ نمایاں کی گئی ہے کہ بے علم ذاتی و مشاہدہ عینی کسی عورت پر الزام نہ لگانا چاہئے۔ سرور کائنات کی ولادت سے قبل اہل عرب کی یہ بے شرعی بیچمانی کیفیت تھی کہ عورتوں کو جائداد منقولہ قرار دے کر قمار بازی میں واؤں پر لگا دیا جاتا تھا باپ کی منکوحہ بطور وراثت بیٹی کو ملا کرتی تھی حقیقی بہنوں سے یہ یک وقت شادی جائز تھی تعداد

ازواج مقررہ نہیں تھیں زنا کاری کا عام رواج تھا بے حیائی بیروں از  
 وہم و گمان تھی امراء القیس جو شاہزادہ بھی تھا اور شاعر بھی اُس نے  
 قصیدے میں اپنی پھوپھی زادی بہن کے ساتھ زنا کاری بڑے لطف  
 سے بیان کی اور قصیدے کو کعبہ پر اونچاں کیا اس سے بھی زیادہ  
 جیسا سونہ یہ بات تھی کہ عام مرد و زن برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرتے  
 تھے حدود حرم میں ہونے پر سب لوگ کپڑے اتار دیتے تھے اور ننگے  
 ہو کر کعبہ کے گرد گھومتے تھے عورتوں کا بھی یہی حال تھا برہنہ ہو کر  
 طواف کرتی تھیں اور کافی جاتی تھیں کہ ”آج اس کا کچھ یا پورا حصہ کھلا  
 رہے گا۔ اور جو کھلا ہے اس کو میں حلال نہیں کرتی“ عام لباس ان عورتوں  
 کا ایسا تھا جس میں کچھ حصہ سینہ کا کھلا رہتا تھا اور بازو و کمر اور نپٹلیوں  
 کے بھی بعض حصے کھلے رہتے تھے۔

ایک مرتبہ ہاشم بغرض تجارت ملک شام کو گئے راستہ  
 ہاشم کا نکاح میں مدینہ منورہ پڑا وہاں قیام کیا مدینہ میں سالانہ  
 بازار لگا کرتا تھا یہ اُس بازار میں گئے وہاں ایک عورت کو دیکھا جو اپنی  
 سیرت اور مزاج سے شریف و ہوشمند معلوم ہوتی تھی اور حسین  
 و خوب و بھی تھی دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ بنی سجار سے تھی اور نام  
 اس کا سلمیٰ تھا۔ ہاشم نے اس سے شادی کا پیام کیا اُس نے منظور  
 کر لیا لہذا نکاح ہو گیا بعد ہاشم ملک شام کو چلے گئے مقام غزہ پر  
 پہنچ کر اُن کا انتقال ہو گیا سلمیٰ حاملہ ہو چکی تھیں لڑکا پیدا ہوا اُس کا نام

شہیبہ رکھا لڑکے نے قریب آٹھ سال تک مدینہ میں پرورش پائی پانچ ماہ  
 کے بھائی مطلب کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو مدینہ پہنچ کر برادر زاد  
 کی جستجو کی سلمیٰ کو معلوم ہوا تو ان کو بلوایا تین دن مہمان رکھا چوتھے دن  
 شہیبہ کو لیکر جن کی عمر آٹھ سال تھی مطلب کو معظمہ کو روانہ ہو گئے  
 یہاں پہنچ کر شہیبہ کا نام عبدالمطلب ہو گیا یعنی مطلب کا غلام کیونکہ انہیں  
 نے پرورش کیا تھا۔ اس روایت میں سلمیٰ کی آزادی اور اختیار مناکحت  
 بین و واضح ہے۔

عبدالمطلب نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر دس  
 بیٹوں کو اپنے سلسلے میں جو ان دیکھ لوں تو ایک

عبداللہ اور کی بہنیں  
 کو راہ خدا میں قربان کر دوں گا ان کی آرزو پوری ہو گئی کعبہ کے پرستار  
 سے قرعہ اندازی کرائی گئی اُس میں عبداللہ (پدر بزرگوار نبی اکرم) کا نام  
 نکلا عبدالمطلب اُن کو ہمراہ لے کر قربان گاہ کو چلے گئے عبداللہ کی بہنیں  
 ساتھ ساتھ تھیں وہ رونے لگیں اور کہا عبداللہ کے عیوض دس  
 اونٹ قربان کر دیجئے اور ان کو چھوڑ دیجئے چنانچہ اونٹوں پر قرعہ اندازی  
 کی گئی اور دس اونٹوں سے لے کر ستواونٹوں تک قرعہ ڈالا گیا تب  
 کہیں ستواونٹوں کا قرعہ نکلا اس طرح ستواونٹ قربانی کر کے عبداللہ  
 کی جان بچی۔ واضح ہے کہ عبداللہ کی بہنوں کا بھی پردہ نہیں تھا۔

سرور عبداللہ کی عفت نفس  
 سرور عبداللہ (پدر بزرگوار رسول اللہ)  
 کا ایک واقعہ ابو نعیم و خرابطی و ابن عساکر



نے ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ فاطمہ بنت الختمیہ نے اُن سے اظہار محبت کیا اور اپنی جانب متوجہ کرنے کے لئے سناؤ اونٹوں کا عطیہ بھی دینا چاہا لیکن انھوں نے اس درخواست کے جواب میں یہ قطعہ پڑھ کر سنایا: ”فصل حرام کے ارتکاب سے تو مرجانا ہی اچھا ہے تو بیشک میں پسند کرتا ہوں مگر اس کے لئے اعلان ضروری ہے تم مجھے بہرکافی اور پھسلاتی ہوؤ مگر شریف انسان کو لازم ہے کہ اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرے“

ایک روایت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ عبداللہ بن عبدالمطلب ایک دن کسی کام کو کہیں جا رہے تھے راہ میں خواہر رقیہ بنت نوفل سے ملاقات ہوئی وہ عورت کتب سماوی سے خوب واقف تھی۔ خواہر رقیہ صاحب عصمت ناکتھدا اور مالدار ہوتے ہوئے مکہ میں مشہور و معروف تھی اُس نے عبداللہ کو دیکھ کر اُن کی پیشانی میں نور محمدی کو پہچان لیا بیقرار ہو گئی اور عبداللہ سے وسال جسمانی کی خواہش ہوئی بولی اگر مجھ سے نکاح کرو تو نٹوشتر اور مال و خزانہ دونوں گئی اُس کو یہ علم نہیں تھا کہ عبداللہ کا بیاہ ہو چکا ہے یا نہیں عبداللہ نے جواب دیا کہ اپنے باپ سے پوچھ لوں تو اذن دونوں گا۔ گھر پر پہنچے اور بی بی آمنہ سے ہم بستر ہوئے تو وہ نور محمدی منتقل ہو کر بی بی آمنہ کے رحم مبارک میں آیا دوسرے دن آپ نکاح کے لئے گئے لیکن عورت نے دیکھ کر بہ معلوم کر لیا کہ وہ نور محمدی منتقل ہو چکا ہے تو اُس

نے نکاح کرنے سے انکار کر دیا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے شہر میں عورتیں آیا کرتی تھیں اور شرفاء شہر اپنے شیرخوار بچوں کو ان کے حوالہ کر دیتے تھے آنحضرت کو حلیمہ دانی کے حوالہ کیا گیا تھا حلیمہ دانی نے بعد پرورش آنحضرت کو عبدالمطلب کے سپرد کر دیا بی بی آمنہؓ آنحضرت کو ہمراہ لے کر اپنے بھائی کے یہاں سفر کر کے پہنچیں ایک ماہ تک دارالناعبہ میں قیام کیا دو اونٹ اور ام ایمن لوطی ہمراہ تھی پھر بی بی آمنہؓ اپنے بھائی کے گھر سے مکہ کے سفر پر روانہ ہوئیں اثنائے راہ میں بیمار ہوئیں اور مقام ابواپوسچکر انتقال فرما گئیں اس وقت آنحضرت کی عمر شریف پانچ اور بروایت دیگر سات برس کی تھی۔

آنحضرتؐ کے چچا حضرت ابوطالب آپ کو حضرت خدیجہ الکبریٰؓ اپنے ہمراہ لیکر خدیجہؓ کے دروازہ پر گئے

اور کہلا بھیجا کہ ابوطالب کچھ عرض کرنا چاہتا ہے وہ بولیں ان کو یہیں لے آؤ تب ابوطالب رسول اللہ کو لئے ہوئے گئے خدیجہؓ اس وقت

تخت پر بیٹھی ہوئی تھیں اور ستر کنیزیں کمر بستہ خدمت میں کھڑی تھیں ابوطالب نے کہا یہ میرا برادر زادہ ہے نام ان کا محمد بن عبد اللہ ہے

آپ ان کو نوکر رکھ لیجئے تو آپ کے فیض عام سے یہ بھی بہرہ مند ہوں اور دعا کریں حضرت خدیجہؓ نے اسی وقت سے نوکر رکھ لیا یہ بیوہ تھیں

مگر بڑی تاجروہ تھیں۔ خدیجہؓ نے آنحضرتؐ کو اپنے غلام حبیبہ کے ساتھ

تجارت شام کو روانہ کیا وہاں منافقہ کثیر ہوا مہیرہ غلام سے خدیجہؓ  
 کو آنحضرتؐ کے حالات سفر سے آگاہی ہوئی تو حضورؐ کے کمالات معلوم  
 ہو کر بہت متاثر ہوئیں حضرت خدیجہؓ نے خود نکاح کا پیغام دیا رسول اللہؐ  
 نے فرمایا کہ میرے چچا سے کہئے چنانچہ خدیجہؓ نے معہ ہدایا و تحائف  
 پیغام آپ کے چچا سے کیا بالآخر یہ پیغام منظور ہوا اور نکاح ہو گیا۔  
 روایات بالا میں جن عواتین کا تذکرہ درج ہوا وہ سب قبو و پرہ  
 سے آزاد اور سلسلہ مناکحت قائم کرنے میں با اختیار ثابت ہیں۔

# باب سوم احکام القرآن

سورۃ آل عمران میں باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وہی (قادر مطلق) ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری

جس میں سے بعض آیتیں محکم (صاف و صریح) ہیں

کہ وہی اہل کتاب ہیں اور دوسری مبہم (مشتبہ

المراد) تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ تو

انہیں مبہم آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تاکہ

فنا و پیدا کریں اور تاکہ ان کے (اصل) مطلب

کا توہ نگائیں حالانکہ اللہ کے سوا ان کا (اصلی)

مطلب کسی کو معلوم نہیں اور جو لوگ علم

میں بچتے کار ہیں وہ یوں کہتے ہیں کہ اس

پر کارا مانا ہے یہ سب ہمارے پروردگار کی

طرف سے ہے اور نصیحت وہی لوگ

قول کرتے ہیں جو کہ اپنی عقل ہیں۔

کسی لفظ کے ظاہری و لغوی معنی چھوڑ کر کوئی اور معنی لینا تاویل کہا جاتا ہے

تأویل هو الذی أنزل

عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ

مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ

وَآخَرٌ مُّشْتَبِهَاتٌ فَأَمَّا

الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ شُرُكٌ

فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ

ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ

قَاوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيلَهُ

إِلَّا اللَّهُ وَالشَّارِكُونَ

فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ

كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُونَ

إِلَّا أُولَئِكَ لَا بَأْسَ بِهِ

اسلام کے سب فرقے سوائے حشویہ کے تاویل کو جائز رکھتے ہیں اور بابا ظاہر کے نزدیک تاویل کہیں جائز نہیں مثلاً قرآن مجید میں ہے کہ خدا کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔ امام ابوالحسن اشعری کا قول ہے کہ ان الفاظ کے اصلی معنی مراد ہیں کوئی حجاز یا استغارہ نہیں ہے۔ المختصر یہ وہ مسئلہ ہے جس میں ارباب ظاہر اور ارباب باطن میں اختلاف ہے اور لزومت افراط تفریط تک پہنچ چکی ہے بعض اس درجہ بڑھ جاتے ہیں کہ سرے سے ظاہر کو اڑا دیتے یا ظاہر کو تقریباً گل بدل دیتے ہیں اور بعض اس قدر مبالغہ کرتے ہیں کہ ”کن فیکون“ کی تاویل سے بھی منع کرتے ہیں اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ تاویل کو بطور حفظ ما تقدم نفع عام کی خاطر روکا گیا کہ جب ایک مرتبہ دروازہ کھل جاتا ہے تو بات قابو سے باہر ہو کر سد باب محال ہو جاتا ہے اور اعتدال قائم نہیں رہتا جب اعتدالی سے قدم آگے بڑھتا ہے تو کوئی حد معین نہیں رہتی۔ قابل تاویل مضامین میں زیادہ تر خدا کے صفات۔ حشر۔ قیامت۔ معراج۔ عذاب قبر۔ میزان۔ پل صراط۔ دوزخ۔ جنت وغیرہ ہیں اور تو اہی میں تاویل کی گنجائش بہت کم ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جس چیز کا ذکر قرآن و حدیث میں ہو پہلے اس کا وجود ذاتی ماننا چاہئے اگر وجود ذاتی ثابت نہ ہو سکتا ہو تو حسی پھر خیالی پھر عقلی اور پھر شبہی تاویل سے کام لینا چاہئے یہ فیصلہ مسئلہ تاویل کا قطعی مانا گیا ہے اور متناظرین نے بھی اسی بنا پر تاویل کا فیصلہ کیا ہے ایک اصول یہ بھی قرار دیا گیا ہے کہ دلیل قطعی اس بات کی موجود ہو کہ ظاہری معنی مراد نہیں ہو سکتے تب اور معانی کی طرف رجوع کرنا چاہئے یہ اصول بھی صحیح ہے۔



سہے یعنی جب وجود ذاتی یا بالفاظ دیگر ظاہری معنی مراد لینے میں کوئی محال لازم آتا ہو تو تاویل کرنی چاہئے۔ یہ معاملہ زیادہ تر دقیق مسائل میں پیش آتا ہے پروردگار کے مسئلہ میں جن آیات پر استدلال کیا جاتا ہے وہ بین و صریح ہیں تاویل کی بہت کم گنجائش ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا دیا ہے کہ قرآن نہ بان عربی میں ضرور ہے لیکن اس میں کوئی بیچیدگی یا کجی نہیں ہے چنانچہ حسب ذیل آیات پیش نظر رکھنا چاہئے۔ "سورة الزمر" میں ارشاد ہوا ہے :

قَسَّ اِنَّا عَمَّا بِيَاغَيْرِ ذِي  
عَفَجٍ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۝

یہ قرآن (صاف اور سلیس) عربی (زبان) ہے اس میں کسی طرح کی کجی نہیں تاکہ (لوگ) ڈریں۔

"سورة البقرہ" میں فرمایا جاتا ہے :

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ اٰیٰتٍ  
بَيِّنٰتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا  
اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ۝

اور (لے پیغمبر) ہم نے تمہارے پاس آئینیں بھیجی ہیں صاف (اور واضح) اور ان سے انکار نہیں کرتے مگر وہی جو نافرمان ہیں۔

اسی سورۃ میں مزید ارشاد ہوا۔

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ  
الْهُدٰى وَالضَّلٰلٰتِ ط

(قرآن) لوگوں کا رہنما ہے اور (اس میں) ہدایت اور تمیز کے کھلے کھلے حکم (موجود) ہیں

سورة روم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

كُنَّا اِلَيْكَ نَفْسًا مِّنْ اِلٰیٰتٍ  
لِّقَوْمٍ یَّقِلُّوْنَ

ہم اسی طرح آیات کو کھول کھول کر عقل والوں کیلئے بیان کیا کرتے ہیں۔

## لباس کی تعریف حق تعالیٰ نے سورۃ الاعراف میں لباس کے متعلق

فرمایا ہے :

يُنَبِّئُ آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ  
لِبَاسًا لِيَأْتِيَ سَأَلِي سَأَلِكُمْ وَ  
رِيثًا طَوِيلًا لِيَأْتِيَ التَّقْوَى  
ذَٰلِكَ خَيْرٌ

اے نبی آدم ہم نے تمہارے لئے لباس اتارا  
جو تمہارے پردے کی چیزوں کو چھپائے  
اور (موجب) زینت (بھی) ہو اور پرہیزگاری  
کا لباس یہ (سب لباسوں سے) بہتر ہے۔

لباس ظاہری و باطنی کی اس سے بہتر کوئی تعریف نہیں ہو سکتی لباس کی  
غایت و غرض یہ ہوتی کہ وہ مرد و زن کے اُن اعضائے جسمانی کو پوشیدہ رکھے  
جن کا کھلا رہنا باعث تنگ و عار ہوتا ہے۔ پھر یہ ہی لباس نہ صرف حیوان  
مطلق اور انسان میں نمایاں امتیاز ظاہر کرتا ہے بلکہ خوشنما اور بھلا بھی معلوم  
ہوتا ہے لیکن جملہ ظاہری لباسوں سے بڑھ کر تقویٰ اور پرہیزگاری کا لباس  
قرار دیا گیا ہے کون نہیں سمجھ سکتا کہ اعمالِ حسنة کے سلسلے قیمتی سے قیمتی  
لباس ظاہری کی وقعت نہیں ہوتی یہ بات ذہن نشین رہے کہ اس آیت میں  
مرد و زن یکساں مخاطب ہوئے ہیں۔

## لباس اور نماز سورۃ الاعراف میں باری تعالیٰ فرماتا ہے :

يُنَبِّئُ آدَمَ خُذْ وَانِ يَسْتَكْمُرُ  
عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَشَرِبُوا

اے نبی آدم ہر ایک نماز کی وقت (لباس سے)  
اپنے تئیں آراستہ کر لیا کرو (یاب۔ اسے)

اِنَّكَ لَا يَجِبُ الْمَسْبُوقُ عَلَيْهِ  
 اولاد آدم کی تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا  
 لباس پہن لیا کرو اور کھاؤ اور پیو اور فضول  
 خرچیاں نہ کیا کرو کیونکہ اللہ فضول خرچ  
 کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

یہ حکم بھی اولاد آدم یعنی مرد و عورت دونوں کے لئے صادر ہوا ہے کہ ہر  
 نماز کے وقت یا مسجد میں ہر نماز کی حاضری کے وقت لباس پہن لیا کریں کھانے  
 پینے کی اجازت کے ساتھ ساتھ فضول خرچی کی ممانعت فرمائی گئی ہے ہر نماز  
 کے وقت لباس پہننے کا یہ مطلب ہوگا کہ نماز خواہ مسجد میں خواہ گھر کے اندر  
 ادا کی جائے لیکن مسجد کی نماز باجماعت اور گھروں میں تنہائی کی نماز اس میں  
 بین فرق ہوتا ہے اور لباس میں بھی تفاوت ہو سکتا ہے۔ مولانا اشرف علی صاحب  
 نے مسجد کی حاضری کے وقت کا جو ترجمہ کیا ہے وہ بہ لحاظ الفاظ زیادہ مناسب  
 اور صحیح معلوم ہوتا ہے۔ نماز باجماعت کی فضیلت مسلمہ ہے اور ایسی نماز  
 ساجد ہی میں ادا کی جاتی ہے اب یہ بات قابل غور ہوگی کہ یہ حکم مسجد میں نماز  
 کی حاضری کے لئے مرد و زن کو یکساں دیا گیا ہے اس حکم کے ہوتے ہوئے یہ  
 کس طرح مانا جاسکتا ہے کہ عورتیں مسجد کی حاضری نماز باجماعت سے ممنوع یا محروم  
 کر دی گئی ہیں۔

سورة البقرہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ  
 اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی  
 مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُدْخِلَ فِيهَا  
 مسجدوں میں خدا کے نام لئے جانے کو

اسْمُهُ وَسَعَى فِي  
خَتَا اِرْحَامٍ  
منع کرے اور ان کی خرابی (بے رونقی) کے درپے ہو۔

اس حکم کے پیش نظر اگر عورتوں کو مسجدوں میں خدا کا نام لئے جلنے یعنی نماز پڑھنے سے منع کیا جائے تو منافقت کر نیوالوں کو صریح طور پر ظالم قرار دیا گیا ہے۔

سورة التوبة میں باری تعالیٰ مزید ارشاد فرماتا ہے:

انَّمَا يَجْمَعُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنْ  
أَمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ  
وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى  
الزَّكَاةَ.....  
اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد رکھتا ہے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لایا اور نماز پڑھتا اور زکوٰۃ دیتا رہا۔

اس حکم میں بھی مردوں اور عورتوں کی کوئی تفریق و تخصیص نہیں ہے اللہ اور روز آخرت پر ایمان لانا اور نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا اسی طرح عورتوں پر فرض ہے جس طرح مردوں پر۔ مسجدوں کو آباد رکھنے میں عورتوں کا بھی حصہ ہے اور مردوں کا بھی۔ اس فرض سے کسی ایک جنس کو مستثنیٰ یا ممتنع نہیں کیا گیا ہے۔

جہاں سورة التوبة میں ارشاد باری ہوتا ہے:

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ  
أَبْنَاؤُكُمْ وَاهْوَاءُكُمْ  
(سے) پیغمبر ایمان والوں سے کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور

تمہاری بیبیاں اور تمہاری کہنہ دار  
 اور مال جو تم نے کہا ہے میں اور  
 سوداگر ہی جس کے مندا پڑ جانے کا  
 تم کو اندیشہ ہو اور مکانات جو تم کو  
 پسند ہیں اللہ اور اس کے رسول  
 اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے  
 سے تم کو زیادہ عزیز ہوں تو انتظار کرو  
 یہاں تک کہ جو کچھ خدا کو کرنا ہو وہ لا موجود کرے  
 اور اللہ ان لوگوں کو جو سرتابی کریں ہدایت  
 نہیں کرتا۔

أَزْوَاجِكُمْ وَعَشِيرَتِكُمْ وَأَمْوَالٌ  
 اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا  
 وَمَسَاكِينُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ  
 إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ  
 وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا  
 حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ كَاط  
 وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ  
 الْفَاسِقِينَ ۝

اس حکم کے مخاطب تمام مسلمان مرد اور عورتیں ہیں عورتوں کو شرکت جہاد  
 سے مستثنیٰ رہنے کی کوئی سند نہیں یہ امر مسلمہ ہے کہ جہادوں میں  
 عورتوں نے مسلسل شرکت کی اور اموال غنیمت سے ان کو حصہ ملا اس  
 حکم میں سرتابی کرنے والوں کو ہدایت الہی سے محروم ہو جانے کا اعلان فرمایا  
 گیا ہے مزید برآں عذاب سے بھی متنبہ کیا گیا ہے یہ کبھی واضح ہو جاتا ہے  
 کہ بغیر حکم استثنائی فریقہ یا گروہ کا حدود جہاد سے باہر نکل جانا حکم مذکور  
 کی خلاف ورزی متصور ہوگی۔

سورة النساء میں باری تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اخْذُوا حِذْرَكُمْ  
 اے ایمان والو اپنی احتیاط رکھو اور



فَالْفِرُّ وَالثَّبَاتِ أَوِ الْفِرُّ فَ  
جَمِيعًا

دشمنوں کے مقابلہ میں لڑنا اور ہارنے  
و کے ہارنے، ہارنے لڑنا اور ہارنے سب کے سب ایک  
ساتھ نکل کھڑے ہوا کرو۔

یہ بھی ایک صورت جنگ و جہاد کی ہے جس کے لئے صریح ہدایت  
کی گئی ہے کہ دستے کے دستے بن کر لڑنا چاہئے یا سب کے سب ایک  
ساتھ نکل آیا کریں اس مسئلہ میں بھی مرد و زن کی کوئی تفریق نہیں ہے اور  
نہ کوئی استثناء کیا گیا ہے۔

مجاہدین کی فضیلت اسی سورۃ النساء میں حق تعالیٰ فرماتا ہے:  
فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ  
وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ  
وَسَرَ جَارًا

اس حکم کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے عورتیں ممنوع و محروم  
نہیں کی گئی ہیں بڑھاپے کے بجائے اگر وہ جان و مال سے جہاد کریں  
تو کوئی مخالفت نہیں ہے بلکہ بڑھی فضیلت ہوگی۔

جہاد سے مستثنیات سورۃ التوبہ میں باری تعالیٰ فرماتا ہے:

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَكَأ  
عَلَى الْمَرْضَىٰ وَلَا عَلَى الَّذِينَ

اے نبی! کمزوروں پر کچھ سختی نہیں  
اور نہ ان لوگوں پر جن کو خرچ میسر

لَا يَجِدُونَ مَا يَنْفِقُونَ  
 حَرَجًا إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولَهُ  
 مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِن سَبِيلٍ

نہیں بشرطیکہ اللہ اور اس کے رسول  
 کی طرف سے دل سے صاف اور  
 نخلص ہوں (ان) کو کاروں پر کوئی  
 الزام نہیں۔

مذکورہ بالا حکم میں جو لوگ جہاد سے مستثنیٰ کئے گئے ہیں ان میں  
 عورتیں شامل نہیں ہیں تاہم اور کمزوروں پر سختی نہیں رکھی گئی ہے  
 وہ لوگ خواہ مرد ہوں یا عورتیں جو جہاد میں شریک نہ ہو سکیں ان کے  
 واسطے یہ حکم دیا گیا ہے کہ مخلصانہ طور پر دعا گو اور خیر طلب رہیں۔

یہ مسئلہ بھی جہاد سے کچھ کم درجہ نہیں رکھتا اس کی بھی  
 بڑی فضیلت اور اہمیت ظاہر فرمائی گئی ہے۔ باری

مہجرت

تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا إِلَى اللَّهِ  
 مِن بَعْدِ مَا ظَلَمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُم  
 فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَآجُرًا  
 أَكْبَرَ لَوْ كَانُوا  
 يَعْلَمُونَ ۝

جن لوگوں نے ہجرت کی اللہ کیلئے ظلم  
 اٹھانے کے بعد ہم ان کو بہتر اور نیک  
 ٹھکانے اور مقامات پاکیزہ دیں گے  
 اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے  
 کاش دوسرے لوگ بھی اسے جان لیں۔

اس حکم میں مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں دونوں شامل ہیں یہاں  
 جو کوئی مظلوم و مجبور مسلمان مرد یا عورت اللہ کی راہ میں ہجرت کرے  
 اس کے لئے نہ صرف بہتر اور مرغوب مقامات کا وعدہ فرمایا گیا ہے

بلکہ آخرت میں بڑے اجر کا مستحق قرار دیا گیا ہے یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ ہجرت کے مواقع پر مسلمان عورتوں نے اسی دلیل پر اور خلوص سے حصہ لیا جس طرح مردوں نے اس میں بھی شک و شبہ نہیں کہ مسلمان عورتیں ہجرت سے مستثنیٰ یا ممتنع نہیں کی گئی ہیں۔

سورة البقرہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے :

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ  
وَأَحَبُّوا وَحِبَّاهُمْ وَأَفْتَى  
سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ  
يُجِبُونَ رَحْمَةَ اللَّهِ وَاللَّهُ  
غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے  
اللہ کی راہ میں ہجرتیں کیں اور جہاد  
(بھی) کئے یہ سچے ہیں جو خدا کی رحمت  
کی اس لگائے ہیں اللہ بخشنے والا  
مہربان ہے۔

یہاں بھی مرد و عورت میں کوئی تفریق نہیں ہے اور ہجرت و جہاد کا یکساں حکم ہے جس طرح ہجرت میں عورتوں کا حصہ ہے اسی طرح جہاد میں بھی چنانچہ ہجرت اور جہاد میں حصہ لینے والے مرد اور عورتیں بلا تفریق جنس رحمت الہی کے خواستگار ہو سکتے ہیں اور بارگاہ الہی سے دونوں کے لئے رحمت و بخشش کا وعدہ ہے یہ بھی واضح ہے کہ مرد اور عورت ہجرت و جہاد میں برابر کے شریک ہیں عورتیں مستثنیٰ یا ممتنع نہیں کی گئی ہیں۔ اور عملی کارناموں کے تذکرے سننے آئندہ یہ بات بھی ثابت ہو جائے گی کہ ہجرت و جہاد میں عورتوں نے واقعی شاندار خدمات انجام دی ہیں۔

## بھیائی اور زیادتی

سورۃ الاعراف میں حق تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ  
مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ  
وَأَكْثَمَ وَالْبَيْضَ بِغَيْرِ  
الْحَقِّ.....

اسے بنی لوگوں سے کہو کہ میرے پروردگار  
نے تو بے حیائی کے کاموں کو منع فرمایا  
ہے وہ ظاہر ہوں تو اور پوشیدہ ہوں  
تو اور ناحق زیادتی کرنے کو۔

اس حکم کی رو سے ہر علانیہ اور خفیہ بے حیائی کے کام کی ممانعت  
فرمائی گئی ہے اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے کہ کسی پر  
ناحق زیادتی کی جائے یہاں بھی مرد و زن کی کوئی تفریق و تخصیص نہیں  
ہے۔ فواحش میں ہر قسم کی بے شرمی اور بے حیائی اور بدکاری  
شامل ہے جو کوئی مرد یا عورت مرتکب فواحش ہو وہ حکم الہی کی  
قانون شکنی کرتا ہے اور مستوجب سزا ہوگا بایں ہمہ یہ بھی ممنوع  
ہے کہ انسداد بے حیائی کی خاطر کسی گروہ مسلم کو بطور حفظ یا تقدم  
مقید کر دیا جائے کہ یہ سزا داخل زیادتی ہوگی ہر جرم کے لئے سزا  
معین ہوتے ہوئے یہ جائز نہیں ہو سکتا کہ مسلمان مردوں یا مسلمان  
عورتوں کو قید کر دیا جائے۔

قریب زنا  
سورۃ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ یہ حکم صادر فرماتا ہے:  
إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطَاً كَبِيرًا

اولاد کا جان سے مارنا بڑا بھاری

وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْجِيْنَ اٰفْتٰهُ  
 كَانَ فَا حِشَّةً وَّ سَعَاً  
 سَبِيْلًا  
 گناہ ہے اور زنا کے پاس (ہو کر بھی)  
 نہ پھٹکنا کیونکہ وہ بے حیائی اور  
 برا چلن ہے۔

لوگ بوجہ افلاس اولاد کو قتل کر دیتے تھے جس کو حق تعالیٰ نے گناہ  
 عظیم قرار دیا ہے یہ حرکت ایسی ظالمانہ ہے کہ کوئی مذہب اس کو جائز  
 نہیں رکھتا۔ زنا کی بھی کوئی مذہب اجازت نہیں دیتا البتہ بعض اقوام  
 میں اگر یہ فعل باہم رضامندی سے ہو تو حد جرم کو نہیں پہنچتا لیکن  
 اسلام میں بغیر قید نکاح و ادائے مہر اس قسم کی مباشرت اگرچہ باہمی  
 رضامندی کے ساتھ کیوں نہ ہو شدید بے حیائی اور سخت گناہ قرار دیا  
 گیا ہے اور سزائیں مقرر کی گئی ہیں بعض اصحاب نے کَلَّا تَقْرَبُوا (پاس  
 نہ پھٹکنا) کی تاویل فرمائی ہے اور یہ مطلب نکال ہے کہ نظر۔ چہرہ۔ آواز  
 زیب و زینت اور خوش رنگ لباس وغیرہ کا عورت کو پردہ رکھنا چاہئے  
 کیونکہ یہ سب چیزیں محرک زنا ہو سکتی ہیں مردوں کو ان سب باتوں کے  
 لئے آڑا چھوڑ دیا ہے ان کے خلاف کوئی پابندی نہیں عالم کی ہے یہ  
 باتیں تو محض رائے اور قیاس پر مبنی ہیں لیکن آیت کے معنی صاف و  
 صریح یہ ہیں کہ زنا سے سخت احتراز چاہئے حتیٰ کہ اس کی نیت اور ارادہ  
 بھی گناہ ہے اس لئے اور بھی کہ خدائے بزرگ و برتر نے شادی کے معاملہ  
 میں مرد کو نہایت فیاضانہ حقوق عطا فرمائے ہیں اور اس پر کوئی تنگی و  
 سختی نہیں رکھی ہے اسی طرح عورت کو بھی انتخاب شوہر کیلئے خود مختار



کیا ہے اصل مطلب پاس نہ پھٹکنے سے یہ ہے کہ اگر کوئی عورت  
 ایسے فعل کی رغبت دلائے تو مرد اس کے قریب نہ جائے اسی طرح اگر  
 کوئی مرد اس فعل قبیح کی طرف مائل کرنا چاہے تو عورت اس کے پاس نہ  
 پھٹکے اس آیت کا پردے کے مسئلہ سے دور دراز کا بھی تعلق نہیں  
 معلوم ہوتا بالفرض بطور حفظ ما تقدم عہدت پر قیود عائدگی جائیں تو کوئی  
 وجہ نہیں ہو سکتی کہ مرد پر بجنسہ وہی قیود کیوں نہ عائدگی جائیں کہ یہ فعل  
 دونوں کی شرکت سے ہوتا ہے اور دونوں ایک دوسرے کے لئے  
 مساوی طور پر محرک ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں پر ایسے  
 تعلقات نفرت انگیز اور حیا سوز قرار دے کر حرام کر دیئے گئے ہیں  
 پھر بھی وہ مرتکب ہوں تو مستوجب عذاب و سزا کے ہوں گے۔  
 عورتوں کی قید اور پردہ کا حکم اس آیت سے کسی طرح نہیں نکلتا  
 آیت کا منشا مسلمانوں کو زنا سے سخت متنفر و محترز کرنے کا ہے۔  
 چنانچہ اسی کے متعلق سورۃ النور میں حق تعالیٰ مزید ارشاد فرماتا ہے:

الزَّانِغَاتُ لَا يَنْكِحُهُنَّ الْاَوْلَادُ الْاَوْفِيَّةُ  
 اَوْ مَشْرُكَةٌ وَّالَّذَاتُ الْاَوْفِيَّةُ  
 لَا يَنْكِحُهُنَّ الْاَوْلَادُ اَوْ  
 مَشْرُكَةٌ وَّحَيْثُ مَ خَالَك  
 عَلَى اٰلُو مَنِيْنٍ ۝

زنا کرنے والا (بدکار) مرد نہ بنا کر نیوالی  
 (بدکار) عورت یا مشرکہ عورت ہی سے  
 نکاح کرے گا اور نہ اہل عورت کو زانی  
 اور مشرک کے سوا اور کوئی نکاح میں  
 نہیں لائے گا اور ایمان والوں (مسلمانوں)

پر تو ایسے تعلقات حرام ہیں۔

اس آیت میں زنا کار مرد اور زنا کار عورتوں کی یہ خصوصیت ظاہر کی گئی ہے کہ وہی ایک دوسرے کے ساتھ نکاح کریں گے وجہ ظاہر ہے کہ مسلمانوں میں زنا حرام ہے لہذا مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں زنا کار سے نکاح گوارا ہی نہ کر سکیں گے ایسی صورت حال میں مسلمان زنا کے قریب نہ پھٹکے گا اسی منشا کے تحت ہر دو آیات مذکورہ میں زنا کو حرام اور نفرت انگیز بنا کر حیاتی قرار دیا ہے۔ لیکن ان آیات سے عورتوں کے پردے اور قید کا نتیجہ نکالنا کسی طرح صحیح نہیں یہاں بھی مرد اور عورتیں دونوں مخاطب ہیں اور کوئی تفریق و تخصیص جنسی موجود نہیں ہے۔

سُورَةُ النُّورِ فِي بَارِي تَعَالَى فَرَمَانٌ هِيَ -

عورت اور مرد زنا کریں تو ان	الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا
دونوں میں سے ہر ایک کو ستر	كُلًّا وَاحِدًا مِنْهُمَا مِائَةً
در سے مارو.....	جَلْدَةً مَبْرُورَةً.....

چونکہ اس فعل میں مرد و زن کی شرکت مساوی ہوتی ہے اور دونوں کی نوعیت جرم ایک ہی ہوتی ہے لہذا دونوں کی سزا میں کوئی فرق نہیں ہے اس حکم سے صاف ظاہر ہے کہ عورت کو مرد سے زیادہ سزا نہیں دی جاسکتی لہذا زنا کی خاطر اگر صرف عورتوں کو قید و پردے کی سزا دی جائے تو نہ صرف خلاف عدل بلکہ صریحاً باہمی ہوگی اس حکم کی رو سے مردوں کی بھی وہی سزا ہونی چاہئے جو عورت کو دیکھا۔

خداوند تعالیٰ نے ظاہر فرمادیا کہ ذمہ داری واحد ہوتے ہوئے دونوں کو ایک ہی سزا دینی لازمی ہے کوئی تفریق نہیں کی جاسکتی۔ واضح رہے کہ یہ سزا بغیر شادی شدہ مرد اور عورت کی رضامندی باہمی کی صورت میں معین ہوئی ہے۔ جبر و تشدد وغیرہ کی حالت میں نوعیت جرم تبدیل ہو کر ذمہ داری میں فرق ہو جائے گا۔ پھر اگر عورتوں پر تہمت ہی تہمت مد نظر ہو تو اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ فرمان بین موجود ہے۔

## تہمت لگانے والوں کی سزا

اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر (زنا کی) تہمت لگائیں اور چار گواہ نہ لاسکیں تو ان کو اسی دسے مارو اور (آئندہ) کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو اور یہ لوگ خود فاسق (بدکار) ہیں۔

وَالَّذِينَ يَمُونُ الْمُحْصَنَاتِ  
ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِبَعَّةٍ  
مُّشَاهِدَةٍ فَأَجْلِدُوهُمْ  
ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا  
لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ  
هُمُ الْفَاسِقُونَ.....

عورتوں کی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر ان پر بدکاری کی تہمت لگائی جائے اور تاہم چار گواہ پیش نہ کئے جائیں تو ایسے تہمت لگانے والوں کی سزا اسی دسے معین ہوئے ہیں اور مزید سزا یہ مقرر فرمائی گئی ہے کہ ایسے لوگوں کی آئندہ کبھی شہادت مقبول نہیں ہو سکتی اور اس قسم کے لوگوں کو فاسق قرار دیا گیا ہے۔ زانی مرد و عورت کی سزا تو دسے اور تہمت

لگانے والوں کی سزا اسی دوسے معین ہوئے عورتوں کے حقوق کی حفاظت اور تہمتوں سے بری رکھنے کے لئے اس عادل مطلق نے صرف اسی درجہ کی سزا پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کو اپنی طور پر کاذب قرار دیا اور ان کا شمار فاسقوں میں کر دیا۔ عورتوں کو محض انسداد بدکاری یا بے حیائی کی خاطر اگر سزائے قید و پردہ دی جائے تو سوال غور طلب یہ ہوگا کہ آیا یہ محض تہمت ہوئی یا نہیں؟ بہر حال اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ عورت پر تہمت لگانا یا اس کو مشتبہ چال چلن کا سمجھنا اور اس بنا پر اس کے لئے کوئی دواہمی سزا یا پابندی تجویز کر دینا اللہ کے حکم کے پیش نظر بڑی ذمہ داری کی بات ہے۔

مُتَافِقٌ مُرُوٌّ أَوْ مُتَافِقَةٌ عَوْرَتٌ  
سورة التوبہ میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

الْمُتَّفِقُونَ وَالْمُتَّفِقَاتُ  
بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ  
بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ  
الْمُنْكَرِ وَذَلِكَ مِنْ  
أَمْرِ عَمَلٍ مَرْضُوقٍ

مُتَافِقٌ مُرُوٌّ أَوْ مُتَافِقَةٌ عَوْرَتٌ  
کے ہم جنس ایک (کہ) برے کام  
کرنے کی صلاح دیں اور اچھے کاموں  
سے منع کریں۔

اس آیت میں بلا تفریق جنس متافق مرد اور عورتوں کا ایک گروہ قرار دیا گیا ہے اور ان کا کام یہ بتایا گیا ہے کہ بدی کی ترغیب اور نیکی سے باز رہنے کی صلاح دیتے ہیں ان کے مرد و زن بالاتفاق اسی کام پر متعین رہتے ہیں یہ امر قابل لحاظ ہے کہ خود متافق مرد اور متافق عورتوں

کے کام اور عمل میں باعتبار جنس کوئی فرق و امتیاز ظاہر نہیں کیا گیا ہے۔  
اسی طرح اہل ایمان کے متعلق اسی سورۃ النور میں یہ ارشاد ہوا ہے:

## مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں :-

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ  
بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضُهُمْ  
بِأَمْرَاتٍ بِالْمَعْرُوفِ وَالْغَيْرِ  
عَنِ الْمُنْكَرِ .....  
ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں  
ایک کے رفیق ایک دکہ، نیک کام کرنے  
کی ہدایت کرتے اور بُرے کام سے  
روکتے ہیں.....

اس حکم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمان مرد و زن کو ایک دوسرے  
کا اور باہم دگر رفیق قرار دیا ہے اور دونوں سے یہ توقع اور امید کی گئی  
ہے کہ نیکی کی ہدایت اور برائی کی ممانعت کرنیگی یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اشاعت  
حق اور رفاقت باہمی میں کوئی تفریق و تخصیص مابین مرد و زن نہیں کی گئی  
سے عورتوں کو قید و پردے میں کر دینے کے بعد وہ اشاعت حق اور  
رفاقت باہمی سے محروم ہو جاتی ہیں اور یہ امر حکم الہی کے صریح خلاف  
ہوگا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ امت اسلامیہ اپنی نصف آبادی کی خدمات  
اور رفاقت سے بے بہرہ رہے گی اور عورتوں کی کیفیت اجنب اور  
غیر کی ہوگی کوئی سوال رفاقت باہمی کا باقی نہیں رہے گا اور منشا  
الہی کی حکم عدولی مزید برآں۔ ایسی صورت میں مسلمان اگر من حیث القوم  
اتبری اور تنزل میں پڑ جائیں تو تعجب اور شکایت بے سود۔



آیات برات حضرت عائشہ <sup>رضی اللہ عنہا</sup> سورۃ النور میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی

برات کے ساتھ عام ہدایات صادر ہوئی ہیں اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ سفر کو تشریف لے جاتے تھے تو ازواج مطہرات میں قرعہ اندازی سے جن بی بی کا نام نکلتا ان ہی کو بالعموم شرف ہمراہی عطا فرمایا جاتا تھا غزوہ بنی مصطلق جو ہجرت کے پانچویں سال واقع ہوا اس میں ہمراہی کے لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام کا قرعہ نکلا تھا وہ معیت رسول اللہ میں گئیں واپسی پر مدینہ منورہ سے کچھ ہی فاصلہ پر ایک جگہ مقام ہوا۔ بخوڑی رات باقی رہے وہاں سے کوچ ہوا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حاجت کے لئے جا کے قیام سے باہر گئی ہوئی تھیں وہاں ان کا ہار ٹوٹ کر گر پڑا اس کی تلاش میں ان کو کچھ دیر لگی لوٹ کر آئیں تو شکر کوچ کر چکا تھا آپ کے ساربان نے یہ سمجھ کر اونٹ پر کجاوہ لاد لیا تھا کہ آپ اس میں موجود ہیں چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی جگہ پر اس خیال سے بیٹھ گئیں کہ کوئی نہ کوئی ڈھونڈنے آئے گا صفوان بن معطل شکر کے پیچھے لوگوں کی گری پڑی چیز کو اکٹھانے کے لئے تعینات تھا وہ جو آیا تو پرچھپائیں دیکھ کر اس نے آواز دی اور معلوم کیا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں وہ اپنے اونٹ سے اتر پڑا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سوار کر کے خود ہمارا ہاتھ میں لے کر آگے آگے چل دیا منافقوں نے اس بات کا چرچا کیا جس سے رسول اللہ متاثر ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس صدمہ سے بیمار ہو کر میکے چلی گئیں۔ یہ چرچا کرنے

والے مسلمانوں ہی میں سے تھے لیکن کسی نے کچھ دیکھا نہیں تھا اور جو کچھ دیکھا وہ قطعی بے ضرر بات تھی جس کو وہم و قیاس نے تہمت اور طوفان تک پہنچا دیا۔ منافقین نے حاشیہ چڑھانا شروع کیا اللہ تعالیٰ کو یہ فعل لوگوں کا ناپسند ہوا اور سورۃ النور میں حضرت عائشہ رضیٰ عنہا کی برائت میں آیات نازل فرمائی جن کی صورت حکم و ہدایات عام کی ہے۔ فرمایا گیا:

مسلمانوں! جن لوگوں نے حضرت عائشہ رضیٰ عنہا کی نسبت طوفان اٹھا کھڑا کیا تم ہی میں کا ایک گروہ ہے۔ اس کو اپنے حق میں برائے سمجھو بلکہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے کہ طوفان اٹھانے والوں میں سے جتنا گناہ جس نے سمیٹا بھگتے گا اور جس نے اُن میں سے طوفان کا بڑا حصہ لیا اس کو بڑی سزا ہوگی۔

بَاتَ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَا السَّبَّ مِنَ الْإِفْكِ وَالَّذِي يُؤْتِي كِبْرًا مِّنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝

یہ حکم اُن اشخاص سے متعلق ہے جنہوں نے جھوٹ کا طومار باندھا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو ملزم قرار دے کر سزا دہی کا اعلان فرمادیا لیکن اس معاملہ کو مسلمانوں کے حق میں برائے نہیں تصور کیا گیا کہ اس کی بنا پر صریح احکام نافذ فرمائے گئے۔ چنانچہ باری تعالیٰ فرماتا ہے:

جب تم نے ایسی بات سنی تھی ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں نے

وَلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا

وَقَالُوا هَذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ ۝  
اپنے (مسلمانوں کے) حق میں نیک گمان کیوں نہ  
کیا اور کیوں بول اٹھو کہ صریح بہتان ہے۔

اگر کوئی بات ایسی پیش آجائے جس میں وہم و قیاس کرنے کی گنجائش  
ہو تو اللہ تبارک و تعالیٰ صاف و صریح حکم فرماتا ہے کہ مسلمان اپنے بھائی بہن  
کے حق میں ہمیشہ اچھا قیاس و گمان کیا کریں اور اگر کوئی شخص نہت لگا کر  
بڑی افواہ پھیلانا چاہے تو مسلمان اس کی پر زور تردید کریں اس حکم  
سے صاف مطلب پر آمد ہوتا ہے کہ مسلمان عورتوں کی بابت اگر بالعموم  
مبتلائے فواحش ہو جانے کا گمان و قیاس کر کے ان کو قید و پر سے میں  
کر دیا جائے تو یہ فعل قطعی ناجائز اور حکم الہی کی صریح خلاف ورزی ہوگی۔  
ال ایمان کے لئے یہ بات بھی ضروری اور لازمی قرار دیا گئی ہے کہ جب  
وہ ایسی بات سنیں یا ایسا چرچا ہوتے ہوئے دیکھیں تو اس کی ضرورت اور  
سخت تردید کریں لہذا مسلمانوں کا فرض ہے کہ جب وہ مسلمان عورتوں  
پر بعض گمان و قیاس کی بنا پر ظلم ہوتے ہوئے دیکھیں یا ان کی عصمت و  
عفت پر قیاس بد کیا جائے تو اس کے خلاف پر زور صدائے احتجاج بلند  
کریں اس لئے کہ یہ بدگمانیاں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اہم ہیں اور نزول  
قہر الہی کا سبب ہو سکتی ہیں جیسا کہ باری تعالیٰ مزید ارشاد فرماتا ہے :

وَلَوْ كُنَّا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَ  
رَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ  
لَكُنْتُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ  
اور اگر تم (مسلمانوں) پر دنیا اور آخرت  
میں خدا کا فضل اور اس کا کرم نہ ہوتا  
تو جیسا تم نے ایسی بات کا چرچا کیا تھا

عَذَابٍ عَظِيمٍ إِذْ تَلَقَوْا مِنْهُ  
بِالْأَسِنَّةِ وَالسُّيُوفِ  
بِأَفْوَاهِهِمْ مِمَّا لَيْسَ لَكُمُ  
بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ لِبَيِّنَاتٍ  
وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ

اس میں تم پر کوئی بڑی آفت نازل  
ہوگئی تھی کہ تم لگے اپنی زبانوں سے  
اس کی نقل در نقل کرنے اور اپنے  
مذہب سے ایسی بات کہنے جس کی تم کو  
مطلق خبر نہیں اور تم نے اس کو ایسی  
ہلکی بات سمجھا حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑی

اس حکم میں واضح فرما دیا گیا کہ عورتوں کے متعلق برہنہ قیاس بدگمانی  
کرنا اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے اور اس قسم کا چرچا کرنے سے فہر و آفت  
نازل ہو جاتی ہے جہاں تک حضرت عائشہؓ کے معاملہ کا تعلق تھا اللہ  
تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آفت کو ٹال دیا اور مسلمانوں کو اس  
وجہ سے چھوڑ دیا کہ پہلے ان کو متنبہ کر دیا جائے۔ صریح ہدایت اور واضح  
حکم کے بعد بھی اگر مسلمان عورتوں کے حق میں قیاس بدگمانی قائم کر  
کے ان پر حدود و قیود جاری کی جائیں اور مسلمان من حیث القوم  
پستی اور عذاب تنزل میں مبتلا ہو جائیں تو کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے  
کیونکہ عدول حکمی اور تافرمانی کے جو نتائج ہو سکتے ہیں وہ بھگتنا پڑیں  
گے۔ پھر مسلمانوں کے نزدیک یہ معاملہ خواہ کتنا ہی چھوٹا اور کم اہمیت  
کا کیوں نہ ہو اللہ کے نزدیک بین طور پر بڑی بات ہے مزید وضاحت

کے لئے یہ بھی فرمایا جاتا ہے:  
وَلَوْ لَا إِذْ مَسَّكُمْ مَوْءَاظُنَا  
أَلَمْ تَتَّقُوا

اور جب تم نے بات سنی تھی کیوں

لَمَّا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ  
بِهَذَا سُبْحَانَكَ لَوْ أَنَّ  
عَظِيمٌ ۝ يَعِظُكُمْ اللَّهُ أَنْ  
تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِنْ  
كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝

نہیں بول اٹھے کہ ہم کو ایسی بات  
مذہ سے نکالنا نہ بیا نہیں حاشا وکلاً  
یہ تو بڑا بہتان ہے (مسلمانوں) خدا تم کو  
بصیحت کرتا ہے کہ اگر ایمان رکھتے  
ہو تو پھر کبھی ایسا نہ کرنا۔

حضرت عائشہؓ کے حوالہ سے فرمایا گیا ہے کہ جب مسلمانوں نے  
افواہ سنی تو لازم تھا کہ وہ اُس کی پر زور اور فوری تردید کرتے اور اعلان  
کرتے کہ یہ بالکل جھوٹا اور سراسر بہتان ہے اس کے بعد واضح بصیحت  
کی گئی اور آئندہ کے واسطے یہ عام ہدایت کی گئی کہ اگر مسلمان یا ایمان  
ہوں گے تو پھر کبھی ایسا چرچا اور افواہ نہیں پھیلنے دیں گے اس بات  
سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی عورتوں کے متعلق کوئی قیاس  
وگمان برائی کا کہنا کسی طرح جائز نہیں اور یہ ہی آیت کا صاف و  
صریح مطلب و منشا ہے۔

جو لوگ مسلمان عورتوں پر نہت لگائیں  
ان کی سزا اسی دُرسے مقرر ہو چکی ہے

نہت لگانے والوں کو مزید سزا

اور ان کی شہادت آئندہ کے لئے غیر مقبول قرار دیدی گئی ہے۔ یہ حکم مذکور  
پوچھا ہے۔ اسی پر اکتفا نہیں ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کا معاملہ  
اور ان پر بہتان بند ہی اللہ تعالیٰ کی بڑی ناراضی کا سبب ہے اور اسی  
لئے اللہ تعالیٰ مزید سزا کا اعلان فرماتا ہے:



جو لوگ پاکدامن عورتوں پر (زنا کی) تمہمت لگاتے ہیں جو بے خبر ہیں اور اور ایمان رکھتی ہیں (ایسے لوگ دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں اور ان کو بڑا عذاب ہو سکا

۱۰۰ الذین یمونن المخصنت  
الفضلت المؤمنت لعنونی  
اللہ یباد الاخرة و لهم  
عذاب عظیم ۰

عورتوں کے حق میں یہ محض تمہمت ہوگی کہ وہ آزاد رہ کر مبتلا کے فواحش ہو جائیں گی یہ قیاس و بدگمانی اللہ نے کسی طرح جائز نہیں فرمائی ہے پھر مسلمان عورتیں جو فواحش کا خواب و خیال بھی نہیں رکھتیں ان کے متعلق بدگمانی کہنا نہایت درجہ نازیبا قرار دیا گیا ہے اور مذکورہ بالا سزاؤں کے علاوہ ایسے تمہمت لگانے والوں کے لئے یہ سزا بھی صادر فرمائی گئی ہے کہ وہ دونوں جہان میں پھٹکارے ہوئے رہیں گے اور سخت عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔ اس کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمان عورتوں کے حق میں فیصلہ قطعی صادر فرماتا ہے:

گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے ہوتی ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے ہوتی ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے بہتان باندھنے والے جو بکتے پھرتے ہیں یہ انکی نعمتوں سے بڑی ہیں ان کیلئے بخشش ہوا اور ان کی عذاب

۱۰۱ الخبیثت للخبثت و  
الخبثون للخبثت والطیبت  
للطیبین و الطیبون  
للطیبت اولئک مبرون  
وما یقولون لهم مغفرة  
ورزق کریم ۰

یہاں عام عورتوں اور عام مردوں کو مخاطب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ گندی عورتیں اور گندے مرد چما ایک دوسرے کے لئے موزوں ہوا کرتے ہیں اور یہیں مسلمان عورتیں اور مسلمان مرد تو یہ پاک مرد اور پاک عورتیں ایک دوسرے کے لئے مناسب ہوتی ہیں مسلمان عورتیں جو صاحب ایمان ہیں ان کے لئے گندگی اور فواحش کا قیاس ہی ناجائز و نازیبا ہے جو لوگ ان مسلمان عورتوں پر تہمت لگائیں تو یہ ان تہمتوں اور بدگمانیوں سے بری ہیں اور اس فیصلہ برہمیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ ان مسلمان عورتوں کو بخشش اور عزت کی روزی کی خوش خبری عطا فرماتا ہے اس فیصلہ سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ مسلمان عورتوں پر گندی عورتوں کی طرح اشتباہ اور قیاس پر گمانی کرنا اور اس بنا پر ان کو قید و پید سے میں ڈال دینا قطعی ناجائز و قابل سزا اور مستوجب لعن و عذاب ہوگا۔

آداب معاشرت اور پاس شرم و حیا کے متعلق اسی سورۃ نور میں خدا کے عز و جل فرماتا ہے :

گھروں اندر وال پیکر اویسا :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا

بُيُوتَ غَيْرِ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْمَعُوا

تَسْمَاعَكُمْ أَوْ تُسْمِعُوا عَلَيْكُمْ

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا

گھروں میں گھر والوں سے پہلے نہ

ان سے سلام علیک کے بدون نہ

اَقْلِمَا ط ذَا لِكُمْ لَهْلِكُمْ  
تَنْ كَسْرُ وَاوْنَ ه

جایا کرو یہ تمہارے حق میں بہتر  
ہے کہ تم خیال رکھو۔

اجازت اور اطلاع کا یہ دستور فی زمانہ قریب قریب ہر متمدن  
قوم میں رائج ہے لیکن جاہلیت کا ایک وہ زمانہ تھا جب لوگ بغیر  
اطلاع و اجازت گھروں کے اندر داخل ہو جاتے تھے اسلام نے اذن و  
اطلاع کا یہ مہذب طریقہ تعلیم فرمایا بغیر اجازت کسی کے گھر میں وقت و  
نا وقت داخل ہو جانا نہ صرف بے ادبی بلکہ باہم بد مزگی اور بنیاد فساد  
پوشکتی ہے لہذا صاف طور پر واضح حکم ہوا ہے کہ بغیر اجازت و سلام  
علیکہ کوئی مسلمان کسی اور کے گھر میں داخل نہ ہو کرے یہ حکم عام  
مرد و زن کے لئے یکساں ہے کوئی تفریق و تخصیص جنسی نہیں ہے۔

سورۃ نور میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

قُلْ لِلّٰہِ مَنَیْنٌ یَغْضِبُوْا مِنْ  
اَبْصَارِہِمۡ وَ یَحْفَظُوْا اَفْروْجَہُمۡ  
ذٰلِکَ اَدَّکَ لَہُمۡ ط

اے نبی! مسلمانوں سے کہو کہ اپنی نظریں  
بچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں  
مقامات بول و براز کی حفاظت کریں

اس میں اُن کی زیادہ پاکی ہے۔

اس حکم کا تعلق پردے سے ہے کیونکہ ستر پوشی سب سے زیادہ  
ضروری پردہ ہوتی ہے مانی چوٹی بات ہے کہ مقامات بول و براز جائے  
شرم و حیا ہوتے ہیں اُن کا کھلا رہنا عین بے شرمی اور بے حیائی ہے

چنانچہ واضح اور صریح حکم ہوا کہ ان مقامات کی حفاظت رکھی جائے اور حفاظت میں کوتاہی نہ کی جائے۔ ان کو چھپا رکھنا چاہئے۔ نظریں نیچی رکھنے سے ظاہر ہے کہ ایک اور صورت کے مقامات شرم پر نظر ڈالنے کی تمنا سنت کی گئی ہے یہ مطلب بھی نکل سکتا ہے کہ ان شرنگیوں کو بطور ناجائز استعمال کرنے سے محفوظ رکھا جائے۔

### عورتوں کی ستر پوشی اسی سورت اور میں اور شاؤ فریابا چاہتا ہے :

اور (اسے نبی) مسلمان عورتوں سے  
 کہو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی  
 شرنگیوں (مقابول و برائے) کا حشا کریں۔

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ لِيَغْضُضْنَ  
 مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيُحْفَظْنَ  
 مِنْ وَجْهَاتِهِنَّ

یہ بھی حکم انہی الفاظ میں مسلمان مردوں کے لئے صادر ہو چکا ہے جس طرح مردوں کو ستر پوشی اور پاس شرم و حیا کا حکم دیا گیا وہی حکم عورتوں کو دیا گیا ہے۔ ستر پوشی اور شرم و حیا کے معاملہ میں مردوں اور عورتوں میں کوئی تفریق و تشبیہ نہیں ہوتی اب تک احکام مذکورہ کی رو سے یہی کیفیت اور صورت حال مظلومہ کی گئی ہے حتیٰ کہ اب ستر پوشی اور قواعد شرم و حیا میں مرد و زن کو یکساں مواظب فرما کر یکساں حکم دیا گیا ہے لیکن ستر پوشی جانے سکتا ہے کہ مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کو کسی قدر زیادہ ستر پوشی کا ضرورت ہوتی ہے مثلاً مرد کا وہ حصہ جسم جو عورتوں سے چھپے ہوتا ہے عورت کے لئے شرم و حیا کا حصہ جسٹور نہیں کیا جاتا برخلاف اس کے عورت کی نپٹ لیا اور بالائے کمر پٹی۔ سینہ اور پیٹھ کی کچھ اور ہی کیفیت ہو کرتی ہے اس



بدیہی چیز کے پیش نظر سورۃ نور میں عورت کے مزید حصص ہم کو مستور  
رکھنے کی بابت اللہ تبارک و تعالیٰ یہ حکم صادر فرماتا ہے :

وَلَا يُبْدِيْنَ مِنْ زِينَتِهِنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْحَكُنَّ  
وَلْيَخْفَيْنَّ عَلَىٰ جُنُوْبِهِنَّ...  
اور اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دیں مگر  
جو اس میں سے کھلا رہتا ہے اور  
اپنی سینوں پر دوپٹوں کے پلو ڈالے رہیں۔

کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہاں زینت کے معنی و منشا اعضاء

جسمانی سے ہے۔ سینہ پر دوپٹہ ڈال لینے سے ظاہر ہے کہ پیٹ اور پیٹھ

بھی چھپ جائے گی انہیں مقامات کو ظاہر نہ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے جس

کی فوری صراحت اس طرح ہوئی کہ سینوں پر دوپٹوں کے پلو ڈالے رہیں اس

طرح بمقابلہ مرد کے عورت کو سینہ۔ پیٹ اور پیٹھ کے کھلا رکھنے سے

ممانعت کی گئی ہے اتنی سہولت اور اجازت عطا ہوئی ہے کہ اس طرح دوپٹہ

اور ڈھنے کے بعد جو حصہ ہم بالائے ناف لائے ہی طور سے کھلا رہ جائے تو کوئی

مضائقہ نہیں ہے۔ اس آیت کا سلسلہ مذکورہ بالا آیات کے ساتھ ہے۔

کوئی علیحدہ یا جداگانہ حکم نہیں ہے۔ باوجود ان سب باتوں کے آیت کے اس

ٹکڑے کو پردہ مروجہ کی بنیاد قرار دینے میں دور از خیال و قیاس تاویلات

سے کام لیا گیا ہے جس کا تذکرہ اشد ضروری ہو جاتا ہے۔ حامیان پردہ نے

زینت کے معنی و منشا زیور یا دیگر حسن الکتابی کے لئے ہیں مثلاً جھومر۔

مورید۔ گلوبند۔ نتھنی۔ ٹیکا۔ بالیاں وغیرہ زیور اور منہدی۔ سرمہ۔ تیل

اور سیندور وغیرہ لوازما حسن مجاہد قرار دیتے۔ ہیں اور نتیجہ یہ نکالا ہے کہ منہدی



ہاتھ پیروں میں لگائی جاتی ہے۔ سرمہ آنکھوں کی زینت ہوتا ہے مستی دانتوں کی رونق  
 ہوتی ہے۔ تیل اور سیندور بالوں میں لگایا جاتا ہے۔ زیورات پیروں۔ ہاتھوں۔  
 گلوں اور سروں کی زینت ہوا کرتے ہیں اس لئے عورت کیلئے لازم آتا ہے کہ از سر تا پا ستور  
 رہے۔ ایک قدم آگے بڑھ کر یہ بھی ہدیایا گیا کہ کھانا کھانے سے وہ کپڑے اور لباس  
 بھی مراد ہیں جن سے مذکورہ بالا زیورات اور اسباب زینت کو چھپایا جاتا ہے اس لئے  
 عورتوں کیلئے برقعہ بھی لازم آتا ہے حقیقت یہ ہے کہ زینت کے معنی زیور اور سامان حسن مراد  
 لینے میں بڑی مشکل اور محال واقع ہوتا ہے۔ اگر زیورات اور مستی سرمہ وغیرہ کو پردے کی  
 چیزیں مانا جائے تو وہ عورتیں جو سی سرمہ سے ناواقف اور زیورات سے نا آشنا ہیں ان پر حکم  
 مذکور کا اطلاق نہیں ہوتا یہ محال ہے کیونکہ حکم عام ہے جو ہر زبانہ کی ہر عورت مسلمان عورتوں کیلئے صادر

ہوا ہے زیور وغیرہ اکتسابی چیزیں ہوتی ہیں لازمی اور قدرتی چیزیں نہیں  
 ہوتیں یہ ہی زیور اور ہندی سرمہ ایک گروہ پسند کرتا ہے اور دوسرا گروہ  
 ان سے نفرت کرتا ہے۔ ایسی آزاد ہندو عورتیں دیکھی جاتی ہیں جو کسی  
 بالشت کی نتھنی اور بہت بڑا ناک کا پھول پہنتی ہیں یا کانوں میں وزنی  
 لکڑی کے کرن پھول پہنتی ہیں جس کی وجہ سے پورا کان سوائے خفیف رشتہ  
 کے کٹ جاتا ہے اس قسم کے زیوسمانوں کے نزدیک عین مسخکہ خیر اور نفرت  
 انگیز ہوتے ہیں لیکن جو عورتیں ان کو استعمال کرتی ہیں۔ ان کے لئے  
 بالیقین داخل حسن ہوا کرتے ہیں بعینہ وہ زیورات جو اہل مشرق استعمال  
 کرتے ہیں اور جن کے لئے اپنے ناک کان چھوڑا ڈالتے ہیں اہل مغرب کے  
 نزدیک مسخکہ خیر اور نفرت انگیز ہوتے ہیں اور ان اقوام مغرب میں ترکی

مصری افریقی وغیرہ مسلمان عورتیں شامل ہوتی ہیں۔ ان باتوں پر غور کرنے  
 سے پورے طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ لفظ زینت سے نہ یورات اور استیاء  
 عن کی تاویل کرنا بین اور عزیز غلطی ہے۔ اس سورۃ نور میں پہلے حیاداری  
 کی پھر فروع یعنی مقامات بول و براز کو مستور رکھنے کی ہدایت کی گئی اور اسی  
 سلسلہ میں سینوں پر دوپٹے ڈالنے کا حکم دیا گیا جس سے صاف و نمایاں  
 طور پر حصص جسم کا مستور رکھنا مقصود ہے نہ کہ زورات وغیرہ کا چنا سچا  
 مشاہیر آئینہ کا یہی فیصلہ ہے کہ یہاں پر اعضا جسم مراد ہیں نہ کہ زیور اور سی  
 سر۔ حنفیہ میں جو چہرے اور ہاتھ پیر کا چھپانا عورت کے لئے لازمی نہیں  
 قرار دیا گیا وہ یہ منشاء کے حکم مذکور بالکل صحیح و درست ہے لفظ زینت  
 کی جو تاویل کی گئی ہے اُس میں محال لازم آ جاتا ہے اس لئے بھی تاویل غلط  
 اور بے محل ثابت ہوتی ہے۔ واضح رہے کہ لفظ دیوبند کے معنی حسن کے ہیں  
 لیکن یہ ہی لفظ شاعری میں اور اکثر نثر میں بھی سینہ کے ابھار میں مستعمل ہوتا ہے  
 غور کیا جائے تو لفظ زینت سے اس آیت میں مطلب سینہ کے ابھار سے  
 ہے جس کی تائید اس فقرے سے ہو جاتی ہے "اور اپنے سینوں پر دوپٹوں  
 کے پلو ڈالے رہیں" عورت کے سینہ کا ابھار ایسی زینت ہے جو ہر  
 کہ و عمر کے ساتھ کھلا رہنا فطرتاً صیوب سمجھا جاتا ہے لیکن نہ یور ہرگز  
 ایسی شے نہیں ہو سکتی کہ اس کے ظاہر ہونے میں قیود و عائد کی جائیں اس بات  
 کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسی سلسلہ کی آئندہ آیات پر غور کیا جائے تو قطعی طور پر  
 ثابت ہو جاتا ہے کہ زینت سے مراد ابھار سینہ کا ہے اور نہ یورات

و مہندی سرمہ سے ہرگز مطلب نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اسی سورۃ نور میں اور  
اسی سلسلہ میں ارشاد ہوتا ہے :

وَالَّذِينَ يَبْدُونَ زِينَتَهُمْ إِلَّا  
لِبُعُولَتِهِمْ أَوْ آبَائِهِمْ أَوْ  
أَبَائِ بُعُولَتِهِمْ أَوْ أَبْنَاءِهِمْ  
أَوْ إِخْوَانِهِمْ أَوْ إِخْوَانِ  
أَخْوَانِهِمْ أَوْ نِسَائِهِمْ أَوْ  
مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ أَوَاتَّابِعِينَ  
غَيْرِ أُولِي الْأَرْبَابَةِ مِنَ الرِّجَالِ  
أَوِ الْوَالِدِ الَّذِي لَمْ يَطْمَئِنَّا  
عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ.....

اور اپنی زینت کو نہ ظاہر ہونے دیں مگر  
اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ پر یا اپنی خاوند  
کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنی شوہر کے  
بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنی بھتیجیوں  
پر یا اپنے بھانجیوں پر یا اپنی عورتوں یا  
اپنے ہاتھ کے مال ( لونڈی غلام) پر  
یا ( ایسے) خدمتیوں پر کہ مرد ہیں  
( مگر) عرض نہیں رکھتے جیسے خواجہ  
سرا یا لڑکوں پر جو عورتوں کے  
مقام شرم سے آگاہ نہیں۔

اس آیت کے پیش نظر ذرا بھی شک نہیں رہتا کہ زینت سے مراد

صدمہ جسم ہے اور پہاں پر بالخصوص سینہ کا ابھار مقصود ہے ورنہ کون نہیں  
سمجھ سکتا کہ زینت اور مہندی سے اور عورتوں کے مقام شرم سے زمین آسمان  
کا تفاوت ہے سینہ اور اس کا ابھار عورتوں کی مخصوص شے ہوتی ہے اور  
جائے شرم و لحاظ یہاں ہے لہذا اس کو پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا گیا اور مستثنیات  
میں عورتوں کے شوہر۔ باپ۔ خسر۔ بیٹے۔ سوتیلے بیٹے۔ بھائی۔ بھائی کے بیٹے  
بہن کے بیٹے۔ اپنی ہم جنس عورتیں۔ لونڈی غلام۔ خواجہ سرا ملازم یا ایسے لڑکے

داخل کئے گئے ہیں جن کو عورتوں کے مقام شرم کی تمیز نہ ہوئی ہو۔ اپنی ہم جنس عورتوں اور نادان لڑکوں سے زیورات اور مستی سرکہ کا نہ چھپانا کوئی معنی نہیں رکھتا بلکہ صاف اور واضح معنی یہ ہی ہیں کہ ابھار سینہ مقصود ہے۔ یہ بات بھی قابل غور و لحاظ ہے کہ اس فہرست مستثنیات میں بعض عورات مثل چچا۔ ماموں۔ بہنوئی وغیرہ شامل نہیں ہیں۔ کیا کسی قرینے اور قیاس سے زیور اور سامان حسن ان عورات سے قابل حفا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ البتہ سینہ کا ابھار ہو سکتا ہے کہ ان عورات سے بھی مخفی رہے تو مناسب و بہتر ہو گا۔ یہ وہ عورات ہیں جن سے مسلحہ طور پر عورت کا پردہ جائز نہیں اور جب پردہ نہیں تو زیور اور صی سرکہ کیسے پردے میں رہ سکتا ہے البتہ سینہ پر وہ پٹے ڈالے رہنے سے ان عورات سے سینہ کے ابھار کا پردہ کیا جا سکتا ہے اور یہ ہی صاف و صریح معنی و منشاء حکم مذکور کا ہے۔ زیورات اور سامان آرائش سے کوئی واسطہ و تعلق نہیں۔ اسی سورۃ نور اور اسی سلسلہ میں باری تعالیٰ کا مزید حکم یہ ہے:

وَمَا يُعَلِّمُ مَا تُخْفُونَ مِنَّهَا  
 وَلَا يَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ مِنَّهَا  
 وَلَا يَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ مِنَّهَا

اور اپنے پر دہلنے میں ایسے زور سے نہ ماریں کہ ان کے اندر وہی زور کا علم ہو جائے۔

اس موقع پر بعض مترجمین نے زینت کا ترجمہ ہی "زیور" کر دیا ہے یہ "زیورہ" کا ترجمہ صحیح نہیں۔ اس میں بھی صاف و صریح مجال لازم آتا ہے یعنی اگر کوئی عورت نہ یور نہ اپنے ہاتھ سے پیرا رہ سکتی ہے گویا جن عورت



کہ پیر میں زیور نہ ہو اس کے لئے آیت کا اطلاق نہیں رہتا اور اس کے واسطے یہ حکم بیکار ہو جاتا ہے۔ یہ محال ہے۔ کیونکہ ایسی کوئی تفریق و تخصیص حکم میں موجود نہیں ہے بلکہ حکم عام ہے جو ہر زمانہ اور دنیا کی ہر عورت کے لئے واجب القبول ہے۔ ایک اور محال یہ بھی واقع ہوتا ہے کہ "زیور" کو جھنکار دار مانا گیا ہے اور معنی یہ نکالے گئے ہیں کہ زور سے پیر مارنے میں زیور کی جھنکار ہوگی اور پیر میں زیور ہونے کی خبر ہو جائے گی اس لئے زیور کی جھنکار کی خاطر یہ حکم صادر ہوا۔ یہ مطلب و تاویل بھی صحیح نہیں۔ زیور اور بالخصوص پیر کا زیور ایسا بھی ہوتا ہے جس میں کوئی آواز نہیں ہوتی۔ ایسے زیور کی کوئی صراحت یا تخصیص آیت میں موجود نہیں ہے اور حکم عام ہے جو ٹل نہیں سکتا۔ لہذا یہ تاویل بھی غلط اور بے معنی ہو جاتی ہے۔ ایک اور محال یہ لازم آتا ہے کہ حکم ہر امیر غریب۔ مفلس اور نادار عورت کو یکساں دیا گیا ہے مفلس اور نادار عورت کے پاس زیور کہاں سے آیا؟ لہذا یہ حکم صرف امراء کی ان عورتوں سے متعلق رہ گیا جو لازمی طور سے پیر میں جھنکار دار زیور بھی پہنے ہوں۔ آیت میں اس قسم کی کوئی تفریق و تخصیص ہرگز موجود نہیں بلکہ حکم کی مخاطب مسلمانوں کی تمام عورتیں ہیں۔ اس لئے بھی تاویل زیور پیرین طور پر فریاد ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہاں بھی زینیت سے مراد حصہ جسم ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ زور سے پیر مارنے یا دھمک کر چلنے سے بہ لٹائی نو عینتاً پوسٹیشن نیڈلی بلکہ اس سے بھی اوپر حصہ جسم کا کھل جانا ممکن بلکہ اغلب ہوتا ہے چنانچہ عورت کے اس حصہ جسم



یہی نپٹلی کہ ستر قرار دیکر اس کو مخفی رکھنے کا حکم ہے علاوہ برائے عام تجربہ کی بات یہ بھی ہے کہ زور سے چلنے اور دھک کر پیر ڈالنے سے دوپٹہ سرکنے اور ہٹ جانے کا یقینی احتمال رہتا ہے۔ لہذا اس ستر کی حفاظت کے لئے بھی زور سے چلنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔

تاریخی اعتبار سے یہ وہ زمانہ تھا کہ زیور کا تو ذکر ہی کیا

## شانِ رسول

افلاس و عسرت کی کیفیت ہندوستانی دیہات سے بھی

بدتر تھی حضرت عمر بن سلمہؓ کم سن صحابی تھے جن کو حفظ قرآن کی بنا پر رسول اللہ نے ان کے قبیلہ کا امام بنا دیا تھا لیکن ان کا تہہ بند اس قدر چھوٹا تھا کہ جب سجدے میں جاتے تھے تو کثرت عورت ہو جاتا تھا ایک صحابی نے یہ حالت دیکھ کر کہا کہ ”اپنے قاری کی ستر عورت کر دو“ اس پر لوگوں نے ان کو ایک قمیص خریدی قمیص کوئی بڑی چیز نہیں لیکن ان کو اس پر اس قدر خوشی ہوئی کہ اسلام لانے کے بعد انھیں کبھی ایسی مسرت حاصل نہیں ہوئی۔ ہاجرین کو کپڑے کی اس درجہ تکلیف تھی کہ جب قرآن مجید کے حلقہ درس میں شامل ہوتے تھے تو ایک دوسرے سے لے کر بیٹھے تھے تاکہ ایک کا جسم دوسرے کے جسم کی پردہ پوشی کر سکے۔ رومال تک صحابہ کرام کو میسر نہیں تھا کھانا کھا کر تلووں سے ہاتھ پونچھ لیتے تھے ایک کپڑا بھی بہ مشکل میسر ہوتا تھا عورتوں کو اور ٹھنی میسر ہوتی تو کرتا کرتی نصیب نہ ہوتا۔ ابن جریر نے عدی بن ثابت سے روایت کی ہے کہ ایک انصاریہ عورت نے آنحضرت کے پاس حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ! کیا اوقات

ہیں اپنے گھر میں ایسی حالت سے رہتی ہوں کہ میں نہیں چاہتی کوئی اور شخص  
ایسی حالت میں مجھے دیکھے اور لوگ کہیں کہ ہمارے مردوں کے پاس اس کا  
میں گئے چلے آتے ہیں ارشاد فرمائی کہ ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہئے  
اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرمؐ نے حضرت عمر  
فاروقؓ کو بلانے کے لئے ایک انصاری غلام مہرچ بن عمر کو ٹھیک دوپہر  
کے وقت بھیجا وہ بلا اذن لئے گھر میں چلا گیا اس وقت حضرت عمرؓ اپنی  
بیوی سے ملاعبت کر رہے تھے لہذا غلام کا لپکا لپکا اس طرح اندر آجانا  
آپ کو سخت ناگوار ہوا آپ نے فرمایا کاش اللہ تعالیٰ اس امر کی ممانعت  
فرمائے چنانچہ یہ آیات نازل ہوئیں۔

نیز جابر بن عبد اللہ سے روایت پہنچی ہے کہ اسما بنت مرشد  
اپنے باغ میں آیا کرتی تھیں اور عورتیں ان کے باغ میں ان سے ملنے جایا  
کرتی تھیں جو کچھ اوڑھے لپیٹے نہیں ہوتی تھیں بسا اوقات ان کی اور ہنی  
اڑ جاتی تھی تو وہ بالکل بے پردہ ہو جاتی تھیں اسما نے کہا کہ عورتیں جو  
بے حجابانہ پھرتی ہیں یہ کیا بڑا رواج ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات  
نازل فرمائیں۔

ان روایات سے کبھی معلوم ہو جاتا ہے کہ مقصود بالذات اعضاء  
جسمانی کا پردہ تھا نہ زپورات و مفروضہ سامان آرائش کا پردہ مقصود  
ہو سکتا تھا کہ یہ چیزیں اس زمانہ میں میسر بھی نہیں تھیں تاہم شان نزول

یا تاریخی کیفیت و معاشرت سے احکام قرآنی کا فیصلہ نہیں ہوا کرتا ہے  
 کیونکہ احکام ہدایت خود ہر زمانہ اور ہر ملک کے مسلمانوں سے لئے ناطق  
 اور کمال ہوتے ہیں جن میں کوئی پیچیدگی یا کجی نہیں ہوتی انسان چاہے  
 تو اس میں تاویل و قیاس آرائی سے کجی پیدا کر دے۔

بعض علماء کا قیاس مکان  
 ان آیات کے متعلق بعض بزرگوں  
 نے جو تاویلات کی ہیں اور پردہ

ثابت کرنے کے لئے جو کاوش فرمائی ہے اُس کا تذکرہ نہایت ضروری  
 ہے۔ ایک صاحب فرماتے ہیں: "اس آیت میں صاف صاف اجنبی پر نظر  
 ڈالنے کی ممانعت ہے۔" نظریں بچی رکھنے کی یہ تاویل بھی صحیح نہیں ہے  
 آیت میں اجنبی اور غیر اجنبی کا ذکر نہیں ہے ستر پوشی اور یا من حیوا  
 شرم کی ہدایت ہے اور ایک دوسرے کے ستر پر نظر ڈالنا ممنوع  
 کیا گیا ہے اس آیت کا یہ منشا نہیں ہے کہ علاوہ ستر کے کوئی کسی کو نہ دیکھے  
 نہ نظر ڈالے البتہ ستر کا دیکھنا ناجائز قرار دیا گیا ہے پردے کی خاطر جو  
 قیاس آرائی کی گئی ہے وہ درست نہیں۔ یہ ہی صاحب مزید فرماتے  
 ہیں کہ "ما ظہر منہا" کی کئی توجیہیں کی گئی ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ  
 ہر ایک کے لئے "ما ظہر منہا" کا معیار جداگانہ ہے ہر ایک عورت اپنے  
 لئے آپ تجویز کرے کہ پاس شرم و حیا کے ساتھ دنیا کے کاروبار کے  
 لئے اس کو کون سی چیز بھجوری کھلی رکھنی ضرور ہے۔" اس تفتید کا  
 صاف مطلب یہ ہوا کہ حکم مبہم اور نامکمل ہے اور خود عورت کو اختیار

ہے کہ وہ جس طرح چاہے اپنی ستر پوشی کرے۔ اگر عورت کو ایسا کوئی اختیار حاصل ہے تو حکم ناقابل عمل اور معطل ہو جائیگا۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ صاف و صریح حکم دیا گیا ہے کہ سینوں پر دو ٹپوں کے پلو ڈالے رہیں اس کے علاوہ جو حصہ جسم کا کھلا رہے اس کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔ حکم مکمل ہے اور کسی طرح محتاج تاویل نہیں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ”ما نظر منہا“ سے وہ کپڑے مراد ہیں جن میں زینت کو چھپایا جاتا ہے مثلاً برقع یا چادر وغیرہ“ یعنی برقع یا چادر کھلا رہے باقی کل لباس مستور رہے۔ یہ تاویل اور معنی خیر ہی اسی وجہ سے پیدا ہوئی کہ زینت کے معنی زیور، سامان آرائش اور لباس مشہور کئے گئے اور اعضاء جسمانی کو نظر انداز کر دیا گیا۔ یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ زینت کے معنی و مطلب عضو جسمانی سے ہیں زیور کی تاویل بے عملی و بے رابطہ ہے یہ ہی بزرگوار مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ ”بعض کے نزدیک اس سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہیں اور وہ اسباب زینت بھی اس استثناء میں داخل ہیں جو چہرے اور ہاتھ میں حادثا ہوتے ہیں مثلاً ہاتھ کی حنا اور انگوٹھی اور انگلیوں کا مسمرہ وغیرہ یا ہاتھ اور چوڑیاں۔ کنٹن اور انگوٹھیاں“ ان فقرات میں جہاں تک اعضاء جسمانی کا تذکرہ ہے وہ صحیح ہے لیکن حنا اور انگوٹھی وغیرہ کی تعبیر ضروری ہے کہ یہ چیزیں ہر عورت اور ہر ملک میں نہیں ہوا کرتیں۔ جب ہاتھ اور چہرے کا پردہ نہیں ہوا اور یہ اعضاء جسمانی



مستثنیات میں داخل ہو گئے تو وہ ہر کیفیت کے ساتھ افشارہ رکھتے ہیں  
 خواہ حنا یا زلیور کے ساتھ ہوں یا حنا اور زلیور سے مبرا ہوں محترم  
 موصوف یہ بھی فرماتے ہیں کہ "بعض ہاتھوں کو ان کی نہایت کے ساتھ  
 کھونٹے کی اجازت دیتے ہیں مگر چہرے کے ہارے میں وہ بجائے  
 پورے چہرے کے صرف آنکھیں کھولنے کو جائز رکھتے ہیں" آیت  
 میں اس تاویل کی بھی گنجائش نہیں ہے حکم یہ ہے کہ سینوں پر ویسے  
 ڈالے رہیں اس کے بعد جو حصہ جسم کھلا رہ جائے وہ مستثنیٰ رہے  
 گا یا بالفاظ دیگر اس کے چھپانے کا حکم نہیں ہے۔ چونکہ اس سے  
 قبل مقامات بول و براز کو مستور رکھنے کا حکم ہوا اور اس حکم میں  
 سینوں پر ویسے ڈالنے کی ہدایت ہوئی اور اسی کے بعد عورت  
 کی پنڈلیاں کھولنے کے احتمال کو رفع کیا گیا لہذا اس جملہ وضاحت و  
 صراحت کے بعد جو حصہ جسم باقی رہتا ہے وہ سب مستثنیات میں  
 داخل ہیں یہ قیاس کہ صرف آنکھیں کھلی رہیں یا پورا چہرہ کھلا رہے  
 دورانہ کار بائیں ہیں۔ انسان کو برہنہ پیدا کیا گیا لہذا وہ برہنہ بھی  
 رہ سکتا تھا دنیا میں ایسی قوم اب بھی موجود ہے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں  
 کا پہنچہ رہنا بے حیائی اور بے شرمی تجویز فرمائی۔ مرد اور عورت  
 دونوں کو حکم دیا کہ اپنی اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں اور ایک  
 دوسرے کے مقامات شرم پر نظر نہ ڈالیں بلکہ نظر میں نیچی رکھیں اس  
 کے بعد عورت کو سمیٹہ اور پنڈلی کے مستور رکھنے کا مزید حکم دیا۔



ظاہر ہے کہ اگر یہ حکم صریح ستر پوشی کے نہ ہوتے تو ہر مسلمان کیلئے شرعاً برہنہ رہنا بھی جائز ہوتا اسی طرح جن اعضاء کی مخصوص ستر پوشی کا حکم نہیں ہے وہ فطرتاً اور قدرتاً کھلے رہ سکتے ہیں کوئی انسانی قانون ان کے متعلق پابندی اور حدود ہمارے نہیں کر سکتا نہ تاویلات عام اور قیاس کام آسکتے ہیں۔ آگے چل کر یہ ہی بزرگوار فرماتے ہیں کہ ”اس باب میں قطعی احکام نہ شارع نے دے دیے ہیں نہ اختلاف احوال و ضروریات کو دیکھتے ہوئے یہ مقتضائے حکمت ہے کہ قطعی احکام وضع کئے جائیں جو عورت اپنی حاجات کے لئے باہر جانے اور کام کاج کرنے پر مجبور ہے اس کو کسی وقت ہاتھ بھی کھولنے کی ضرورت پیش آئے گی اور چہرہ بھی ایسی عورت کے لئے بلحاظ ضرورت اجازت ہے اور جس عورت کا یہ حال نہیں ہے اس کے لئے بلا ضرورت فقداً کھولنا درست نہیں“ یہ قیاس و رائے بھی غلط ہے۔ یہ کہنا کہ احکام ناقص و نامکمل ہیں خدا کی شان میں بے ادبی ہے اور یہ بھی بے جا ہے کہ شارع نے قطعی احکام نہیں دیئے ہیں حالانکہ احکام مکمل اور قطعی ہیں کسی قسم کی تاویل اور قیاس کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ فی زمانہ حال یہ ہو گیا ہے کہ لوگ پہلے اپنی منشا و غرض کے مطابق احکام تلاشی کر لیتے ہیں اور جب اس غرض و مقصد میں ناکامیابی ہوتی ہے تو خود خواستہ تاویلات اور قیاس آرائی سے من مانی بات کو ثابت اور جائز کرنا چاہتے ہیں اس عمل میں محالانہ واقع ہونا لازمی ہو جاتا ہے اور

لا محالہ خود احکام الہی کو ناقص یا ناممکن کہنا پڑتا ہے۔ جہاں تک آیات  
 مذکورہ کا تعلق ہے نہ ان میں کوئی پیچیدگی ہے نہ کمی ہے نہ اس امر کا  
 موقع ہے کہ عورت مجبور ہو تو ہاتھ اور چہرہ کھولے اور اگر مجبور نہ ہو تو  
 ہاتھ اور چہرہ کھولنا درست نہیں۔ نہ ہی ان آیات میں باہر نکلنے یا نہ  
 نکلنے کا کوئی ذکر ہے ان بزرگوار نے ان آیات کے تحت یہ اضافے محض  
 قیاس و رائے سے کر دیے اور یہ صورت حال افسوسناک اور  
 عبرت انگیز ہے۔

ایک صاحب نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ”اپنا بناؤ شگھار کھول  
 کر نہ دکھائیں مگر جو طبیعت کھلا رہتا ہے جیسے آنکھوں کا سرمہ۔ ہاتھوں کی  
 ہندی یا انگلیوں کی انگوٹھی۔ اس لئے چہرہ پتھیلیاں اور قدم ستریں  
 داخل نہیں“ اس میں شک نہیں کہ ہاتھ۔ قدم اور چہرے کو چھپانے  
 کا کوئی حکم نہیں ہے اس لئے یہ اعضاء یقیناً کھلے رکھے جاسکتے ہیں  
 لیکن آنکھوں کے سرمہ اور ہاتھوں کی ہندی یا دیگر زیورات کی تاویل  
 صحیح نہیں۔ نہ کوئی عقل و قرینہ ہو سکتا ہے کہ جس چیز کا قطعی ذکر نہ ہو  
 کو بھی خیال و قیاس کی رُو سے اضافہ کر دیا جائے اور پھر اس کا ایسی  
 خیال نہ کیا جائے کہ ایسے اعضاء سے کیا مشکلات اور محالاست پیدا  
 ہو جائیں گے یہ ہی عالم صاحب آگے بڑھ کر فرماتے ہیں کہ وہ اپنا حسن  
 دکھانے کے لئے اگر کوئی چیز بے حجاب کی جائے تو یہ گناہ ہے۔ یہ ایک  
 قطعی نیا مسئلہ اس آیت کے تحت پیدا کر دیا اس سے اور آیت سے

کوئی واسطہ اور تعلق نہیں۔ اس آیت کی دوسرے جن اعضاء کو چھپانے کا حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل لازمی ہے مثلاً اگر کسی عورت کا ارادہ اور نیت اظہارِ حسن کی نہ بھی ہوتا ہم وہ سینہ پر گز کھلا نہیں کہہ سکتی اس لئے کہ سینہ پر دوپٹے کے پلو ڈالنے کا حکم ہے۔ اسی طرح اگر چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت ہے تو نیت اظہارِ حسن کی جو وجہ یہی کھلا رہنے کا۔ مثلاً مرد کا جسم بالائے ناف داخل ستر نہیں ہے۔ اب اگر کوئی پہلوان یا ظہارِ حسن و قوی یا بلا اظہارِ حسن و قوی اس کو افشا کرتا ہے تو ہرگز کوئی گناہ نہیں ہو سکتا یہ بات اور ہے کہ دیگر احکام کے تحت ایسا کرنا درست نہ ہو مثلاً ازراہ تکبر و فخر ایسا کیا جائے تو یہ سوال اور مسئلہ ہی دیگر ہوگا۔ بہر حال اس آیت کے تحت تاویل و قیاس مذکور کسی طرح مناسب اور صحیح نہیں ہے۔

الفرق احکام مذکورہ میں ستر پوشی کے علاوہ عورتوں کو دوپٹوں سے سینہ چھپانے کا حکم دیا گیا ہے اور پنڈلیاں افشا ہونے کے احتمال کو روکا گیا ہے اور اعزازِ ملائمت میں گناہ فہرست دی ہے کہ ان کے نشانے اگر سینہ یا پنڈلیاں کھلی رہیں تو جائز ہے۔ زمرہ مستحبات میں لونڈی غلام، خواجہ سرا اور بے شعور لڑکے بھی شامل ہیں اب غور طلب ہے کہ حسب ذیل صورت حال میں یہ سب لونڈی غلام، خواجہ سرا اور بے شعور لڑکے مستثنیٰ کیے جاتے ہیں:

عَوْرَاتُ النِّسَاءِ وَالرِّجَالِ اِی سُوْرَةُ نُوْرٍ مِّنْ عَوْرَتُوْنَ اَوْ مَرُوْدٍ

کے اوقات شرم و حیا کے متعلق فرمایا گیا ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنَكُمْ  
الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ  
لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ  
مَرَّاتٍ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ  
وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ  
الطَّيْبِ فِي مَسْجِدِكُمْ مِنْ  
الْبَيْتِ لَكُمْ ذِكْرُكُمْ لَكُمْ  
لِسَانٌ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ  
بَعْدَ هُنَّ

ایمان والو! تمہارے اہل کے مال (لوندی  
غلام) اور تم میں سے جو بچوں کو نہیں پونج  
تین وقتوں میں تم سے پہلے پانچ بار یہ  
کریں نماز صبح سے پہلے اور جب تم دوپہر  
کو کپڑے اتار دیا کرتے ہو اور نماز عشاء  
کے بعد (یہ) تین وقت تمہارے پردے  
اشرم و حیا کے وقت ہیں ان کے علاوہ  
نہ تم پر کچھ گناہ نہ ان پر کچھ گناہ کچھ نہ  
دوہ) اکثر تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں

مذکورہ بالا تین وقتوں پر لوندی غلام اور نابالغ بچوں کو بھی مکان یا  
نوٹھری یا اس کمرے کے اندر جہاں مرد و زن رہتے ہوں بلا اجازت  
جانے کی ممانعت کی گئی ہے۔ یہ تین وقت ظاہر ہے کہ خلوت کے  
قرار دہیے گئے ہیں کہ ان میں کپڑے اتار رکھے جاسکتے ہیں یہ ممانعت خلائی  
طور پر نہایت اہم ہے کیونکہ جنمرازن چلے جانے میں ممکن اور اغلب ہے کہ  
جانبی والا خواہ لوندی یا بے شعور لڑکا ہی کیوں نہ ہو وہ دیکھے جس کا دیکھنا با  
تنگ و عار ہوتا ہے یہاں بھی فی الحقیقت اعضاء جسمانی کے ستر سے مطلب  
منشا ہے اور بالخصوص عورات النساء والرجال مراد ہیں کیونکہ اگر محض سینہ  
یا پیٹ و پیڈلی وغیرہ ہوتی تو اس سے قبل ان اعضاء کو لوندی غلام اور نابالغ









جَنَاحٌ اِنَّ تَاكُوْا جَمِيْعًا اَوْ  
اَشْتَا قَا  
پانچ دوستوں کے گھروں سے تم پر  
کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔

ان ہدایات میں اعزاء و اقربا کے علاوہ دوستوں کے گھروں سے  
کھانا جائز و مباح قرار دیا گیا ہے بلکہ اس کی بھی اجازت ہے کہ اہل خانہ  
سب کے ساتھ مل کر کھائیں یہیں خواہ علیحدہ علیحدہ کھائیں یہیں اس  
سے مردوں اور عورتوں کے اختلاف اور رابطہ باہمی کی مثال سمجھ لیا جاتی  
ہے اور اتحاد و اخلاص بین المسلمین کا مستند نمونہ پیش ہو جاتا ہے :

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتی ہیں  
ان غلاموں کا یہ مسلک کہ ناقص ہو کتاب  
پورے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق  
کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کی طرف  
واہل الباطن

ازواج مطہرات و مگر نسائ المسلمین  
اب ان آیات کا مطالعہ ضروری

ہے جو براہ راست رسول اکرم کی ازواج مطہرات کی شانِ اقدس میں نازل  
ہوئی ہیں۔ ان آیات میں حسب دستور بے عمل اور غلط تاویلات کی گئی ہیں  
اور اس نیت اور ارادے سے کہ عام عورتوں کا گھروں کے اندر کسی نہ کسی  
طرح قید رکھا جانا جائز ہو جائے یہ افسوسناک تعبیر کی ہے کہ ان آیات  
مخصوص کو عام مستورات سے واسطہ اور تعلق ہے اور اس کوشش میں  
یہ بھی پرواہ نہیں کی کہ ایسی تاویل سے ازواج مطہرات کی کسر شان اور  
تخفیر لازم آجائے گی۔ جو فضائل اور شرف خاص بارگاہ ایزدی سے ازواج  
مطہرات کی شان میں نازل ہوئے ہیں وہ قابلِ غور ہیں باری تعالیٰ سورۃ الاعزاب

میں فرماتا ہے :  
 النَّبِيُّ أَوْلىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ  
 مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ  
 أُمَّهَاتُهُمْ

اور نبی ایمان والوں پر خود ان کی  
 جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں  
 اور نبی کی ازواج ان کی مائیں ہیں

ازواج مطہرات کو مسلمانوں کی ماں ہونے کا ایسا شرف عطا ہوا ہے جو  
 کسی اور خاتون اسلام کو تفویض نہیں کیا گیا۔ پھر اصلی اور حقیقی ماں ہونے کی  
 تاکید اور وضاحت اس طرح فرمائی گئی :

اور مسلمانوں اہل تم کو شایاں نہیں کہ رسول  
 خدا کو ایذا دے اور نہ یہ کہ ان کے بعد  
 کبھی ان کی بیبیوں سے نکاح کر و خدا  
 کے نزدیک یہ بڑی بات ہے۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ  
 اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنكِحُوا أَزْوَاجَهُ  
 مِنْ بَعْدِهَا أَبَدًا إِنَّ عَلَيْكُمْ  
 كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا

یہ فضیلت بھی کسی اور خاتون کو کبھی عطا نہیں ہوئی حقیقی ماں ہونے کا  
 بدیہی نتیجہ یہ ہوا کہ اولاد سے کسی حالت میں نکاح جائز نہیں ہو سکتا چنانچہ  
 صاف و صریح تاکید فرمائی گئی کہ کسی مسلمان مرد کو جائز نہیں کہ رسول اللہ کے  
 بعد انہی ماؤں یعنی ازواج مطہرات سے نکاح کرے کہ یہ بڑی بے حیائی اور  
 گناہ عظیم ہے۔ اس کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ اسی سورۃ الاحزاب میں  
 رسول اللہ کی ازواج مطہرات کو براہ راست مخاطب فرما کر یہ حکم دیتا ہے  
 يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ مَنْ بَآئِكَ فَكُنْ  
 بِمَاهِرَةٍ كَمَا تَصْنَعُ لِمَا  
 سے نبی کی بیبیوں میں سے جو کوئی  
 کسی کھلی ناشائستہ حرکت کی مرتکب ہوگی

الْعَذَابِ ضِعْفَيْنِ ط وَقَانَ  
 ذَالِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا  
 مَنْ تَقِيَتْ مِنْكَ لِلَّهِ وَ  
 رَسُولِهِ وَتَمَمَّ مَهْلِكًا زَوْجًا  
 أَحَبَّ هَامًا تَابًا وَاعْتَدْنَا  
 لَهُمْ زُقَاكَ يُمَاءً

اس کو دوسری سزا دی جائیگی اور  
 اللہ کے نزدیک یہ سہل ہے اور جو تم  
 میں سے اللہ اور اس کے رسول کی  
 فرمانبرداری اور نیک عمل کریگی اس  
 کو ہم اس کا اجر دوسرا دیں گے اور تم  
 نے اس کیلئے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔

یہ خصوصیت بھی صرف ازواج مطہرات کے لئے ہے کہ ان کے  
 واسطے ارتکاب فحش کی سزا عوام کے مقابلہ میں دو چند معین کی گئی ہے اور  
 اسی طرح اطاعت رسول اور اعمال صالحہ کا اجر دو گنا معہ عزت کی روزی  
 کے مقرر فرمایا گیا ہے۔ دو چند جزا کے ساتھ دو گنی سزا کا تقین ضروری  
 تھا ورنہ یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ ازواج مطہرات سے ارتکاب فحش  
 کا کوئی فریہ اور امکان نہیں تھا کیونکہ ان کو پاک و صاف رکھنا خود  
 مشیت ایزوی کو منظور تھا اور جس کی وضاحت اسی سورۃ میں اس طرح

فرمائی گئی ہے:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ  
 عَنْكُمْ الْرِجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ  
 وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

و اے نبی کے گھر والو! خدا کو تو میں یہی  
 منظور ہے کہ تم سے گندگی کو دور کرے اور  
 تم کو ایسا پاک صاف بنا دے جیسا پاک صاف  
 بنانے کا حق ہے۔

یہ انتہائی عظمت و فضیلت ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو ازواج مطہرات



کا گندگی و ریح سے پاک و صاف بنانا منظور ہوا اس میں کیا کلام کہ جس کو جس سے پاک و صاف بنانے کی مشیت و منشاء الہی ہو اس کی فضیلت و عظمت کی کیا انتہا ہوگی۔ یہ بھی ایسا شرف و اعزاز ہے جو اور کسی خاتون کو عطا نہیں ہوا۔ یہ فضیلت ان الفاظ سے کہ ”جیسا پاک صاف بنانے کا حق ہے“ اور بھی زیادہ بلند و برتر ہو جاتی ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ ان آیات میں سوائے ازواج مطہرات کے اور کوئی مخاطب نہیں ہے۔ چنانچہ انہیں کی شان میں مزید ارشاد ہوتا ہے:

وَأَذْكُرَنَّ مَا بُدِّلَ فِي بَيْوتِكُنَّ  
مِنْ آيَاتِ اللَّهِ فَالْحِكْمَةُ ط  
اور تمہارے گھروں میں جو خدا کی آیتیں  
اور دانائی کی باتیں پڑھ کر سنائی  
جاتی ہیں ان کو یاد رکھو۔

یہ خصوصیت اور فضیلت بھی اہمات المؤمنین کو حاصل تھی کہ ان کے گھروں میں آیات الہی کی تلاوت اور احکام الہی کا ورد ہوا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان تذکرات کو یاد رکھنے کی ہدایت فرمائی کہ اس سے اشاعت و بین حق مقصود تھی۔ پھر یہ بھی عظمت تھی کہ ان کے گھر میں نزول وحی ہوتی تھی علاوہ بریں یہ شرف کسی اور خاتون کو کب حاصل ہوا کہ خود رسول اللہ بذات خاص آیات الہی کی تلاوت اور ان کے معانی و مقاصد ظاہر فرماتے اور ان کے نکات بیان فرماتے اس کے بعد اسی سورۃ احزاب میں باری تعالیٰ اہمات المؤمنین کو مکرر مخاطب فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لَسْتَ كَالْحَيِّ  
سے نبی کی بیسیو تم کچھ عام عورتوں کی



مِنَ النِّسَاءِ .....  
 طرح تو ہو نہیں (یا: وہ تم کسی اور عورت  
 جیسی تو ہو نہیں)

اب صحاف و صحیح طوطی پر فرما دیا گیا کہ ازواج مطہرات عام عورتوں  
 کے زمرے میں داخل نہیں ہیں۔ پھر یہ اعلان و وضاحت ازواج مطہرات کو  
 مخاطب فرما کر کی گئی ہے اس سے کمال اور وثاق طوطی پر ثابت کر دیا کہ یہ  
 خطابات صحابہ کے اہانت المؤمنین کے اور کسی سے متعلق نہیں ہو سکتے نہ کسی  
 امیر و کبیر اور عزیز و فقیر کو یہ حتی کسی عورت میں حاصل ہو سکتا ہے کہ ان کا  
 اطلاعات اپنے فرقہ یا گروہ کی عورتوں یا کسی عورت پر کر سکے۔ اس میں اور  
 واضح مخاطبت کے بعد مزید احکام اسی سلسلہ میں یہ صادر ہوئے ہیں کہ:

اگر تم دنیا کی بی بیوں کو پرہیزگاری منظور  
 ہے تو دبی زبان سے بات نہ کیا  
 کرو تو جس کے دل میں گھوٹ ہے وہ  
 تم سے توقعات پیدا کر لے گا اور بات  
 کرو جیسا کہ پاک صحابہ لوگوں کا دستور  
 ہے اور انہی گھروں میں بھی رہا اور اگلے زمانہ  
 جاہلیت کے نبی و شکیار و کفائی نہ پھر وہ...

یہ حکم کھلا کھلا خاص اہانت المؤمنین کو صادر ہے اس لیے کہ وہ دبی زبان  
 سے بات نہ کریں کہ لوگوں کو راز سیاست و نبوت معلوم کرنے کی جرأت  
 ہو سکے بلکہ وہ بدبیا اور سطوت شاہانہ کے مطابق کلام کریں کہ لوگوں پر

عبرت اور رعب قائم رہے اور جو بات ہو وہ معقول اور سبے پاک  
 ہو کہ یہ طریقہ پاک صاف لوگوں کا چھوٹا ہے۔ اس کے بعد یہ بھی ہوتا  
 فرمائی کہ اہمات المؤمنین اپنے گھروں میں قراہ سے قیام نہ پر رہیں  
 اور زمانہ جاہلیت کی عام عورتوں کی طرح بناؤ سنگھار دکھائی نہ پھریں  
 اس بات کو دو بارہ یاد کر لیا جائے کہ ان تمام آیات کی مخاطب خاص  
 ازواج مطہرات میں اس لئے دنیا کی کسی امیر یا غریب عورت یا  
 شاہزادی اور ملکہ کو یہی یہ حق حاصل نہیں ہو سکتا کہ ان  
 آیات کا مخاطب اپنے آپ کو ایک لفظ کے لئے یہی کہہ سکے یا اپنی  
 آپ کو عام عورتوں کے زمرے سے نکال کر ان خاص فضائل و  
 مراتب کا مستحق قرار دے سکے۔ دوسری بات یہ ذہن نشین رکھنا  
 چاہئے کہ ”وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ“ کی دوسری قراہت ”وَقَرْنَ فِي  
 بُيُوتِكُنَّ“ بھی کی گئی ہے آخر الذکر کے معنی ہوئے کہ اپنے گھروں میں  
 وقار کے ساتھ رہو۔ پہلی آیت سے یہ مطلب نکلا تھا کہ گھروں میں  
 جمی بیٹھی رہو یعنی گھروں سے نہ نکلو دوسری سے یہ واضح ہوا کہ نکلنے  
 کی کوئی قید نہیں بلکہ وقار کے ساتھ رہنا مراد ہے۔ ہندوستان  
 میں وَقَرْنَ صحیح مانا گیا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ ”وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ“  
 سے کیا مطلب ہے آپ کسی وقت اور کسی حالت میں گھروں سے  
 باہر نہ نکلیں؟ اس کی وضاحت اور صراحت اس فقرے سے کر دی  
 گئی کہ ”اور اگلے زمانہ جاہلیت اولیٰ کے بناؤ سنگھار دکھائی نہ پھرو“

جس کے صاف و صریح معنی یہ ہوتے کہ بلا ضرورت گھروں سے نہ نکلا  
 کرے کہ نیاؤ سنگھار دکھانا مقصود ہو البتہ حاجات اور ضروریات کے  
 لئے نکلنا جائز ہے۔ ازواج مطہرات کی سیرت اور حکم مذکور پر جو عمل  
 ہوا اس سے بھی کمال طور پر ثابت ہے کہ اس حکم کے بعد بھی ازواج  
 مطہرات گھروں سے برابر ضرورت اور حاجت کے مواقع پر باہر نکلتی  
 رہیں اور اس حکم کے یہ معنی کبھی نہیں سمجھے گئے کہ ازواج مطہرات  
 کا گھروں سے نکلنا قطعی ممنوع ہو گیا ہو۔ اس سے قبل یہ واضح ہو چکا  
 ہے کہ ”ما ظہر منہا“ کی غلط تاویل سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش  
 کی گئی کہ دنیا کی ہر مسلمان عورت کے لئے غیر صحرات کے سلسلے کوئی  
 حصہ جسم کھولنا جائز نہیں لیکن یہ دعوے والے دلیل مسترد اور باطل ثابت  
 ہوا۔ چونکہ اکثر عورتیں گھروں کے اندر قید رکھی جاتی ہیں لہذا اس قید  
 کو ثابت کرنے کی یہ کوشش کی گئی کہ یہ حکم ”وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ“ جو  
 خاص اہل بیت المؤمنین کی فضیلت و عظمت کے لئے صادر ہوا تھا اس  
 کا اطلاق عام عورتوں کے لئے قرار دیا گیا پھر اس پر اکتفا نہیں ہوا بلکہ یہ  
 اضافہ کر دیا گیا کہ عام عورتیں ہر وقت گھروں میں قید رہیں۔ پھر یہ  
 دیکھ کر کہ غریب عورتوں کو گھروں سے باہر نکلنے بغیر چادر نہیں پہنچیم  
 کر دی کہ امراء و روسا کی عورتوں کے لئے اس حکم کا اطلاق ہو گا شرابا  
 کی عورتوں کو اس حکم سے کوئی تعلق نہیں اب ایک اور مشکل حائل  
 ہوئی کہ امراء و روسا کی عورتوں کو باہر نکلنے کی ضرورت و حاجت نہیں

ہوتی اور ازدواجِ مطہرات ضرورت اور حاجت کی بنا پر باہر نکل سکتی تھیں  
 لہذا امر اور وسا کو یہ سبقت اور برتری حاصل ہوئی کہ وہ ہمہ وقت  
 گھروں کے اندر قید رہیں۔ اس فکر و کاوش میں اکثر صاحبان نے  
 ”وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ“ کی عجیب عجیب تاویلات کی ہیں جن کا تذکرہ لازم  
 ہے اور دلچسپی سے خالی نہیں ہے :

احکامِ شریعتی ہیں مگر اپنے مفسر و تاویل سے قرآن کو بنا سکتے ہیں پاؤں  
 ذابلاً

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ كِتَابًا  
 ایک بزرگوار فرماتے ہیں کہ اگر

کسی عورت کا سردہرانہ ہو۔ قلتِ معاش ہو بیمار ہو یا مسزور ہو  
 اور ایسے ہی وجوہ ہوں تو جائز ہے کہ ضروریات کے لئے گھر سے  
 باہر نکل سکتی ہے۔ چونکہ ازدواجِ مطہرات بوجہ قلتِ معاش اور  
 ضروریات کے باہر نکل سکتی تھیں لہذا یہ قیاس اضافہ کیا گیا کہ غریب  
 عورتیں باہر نکل سکتی ہیں مگر امر اور وسا کی عورتیں جن کا درجہ  
 نَعُوذُ بِاللَّهِ ازواجِ مطہرات سے بڑا ہوا وہ باہر نہیں نکل سکتیں  
 سب سے پہلے تو یہ ہی غلط ہے کہ یہ حکم سوائے ازدواجِ مطہرات  
 کے اور کسی سے متعلق و منسوب کیا جائے۔ ازدواجِ مطہرات کے  
 علاوہ دنیا کی کسی اور مسلمان عورت کے لئے یہ احترام و فضیلت  
 اطلاق کرنا صریح حکمِ عدولی اور بے ادبی ہے بلکہ معصیت ہے۔ پھر  
 یہ تو انتہائی گستاخی ہے کہ قلتِ معاش کی بنا پر ازدواجِ مطہرات کا



نکھنا جائز تھا اور امراء و رؤسا کی عورتیں اس سے ممنوع ہیں۔  
 اس تاویل اور قیاس کی ذرا سی بھی گنجائش نہیں بلکہ صریح اختراع  
 ہے جو کسی طرح جائز نہیں۔ آیت میں اس طرح کے اٹلنے اور ترمیم  
 مسلمانوں کا کوئی فرقہ جائز نہیں رکھتا۔ کسی ذاتی رائے یا عرض کی بنا  
 پر آیت میں اس قسم کی قیاس آرائی اور تاویل کرنا بارہی تعالیٰ نے  
 گناہ عظیم قرار دیا ہے۔

دوسرے صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ ”پھر آخر میں جا کر پڑے  
 کی تکمیل تو اس آیت سے ہوئی جس میں اہبات المؤمنین یعنی پیغمبر  
 صاحب کی بیبیوں کو حکم ہے کہ ”وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ“ اگرچہ یہ احکام  
 اہبات المؤمنین کو ہیں اور اہبات المؤمنین کے بارے میں یہ ہے مگر  
 عام مسلمان عورتیں اور تمام مسلمان مرد مخاطب ہیں ”یہ تاویل بھی  
 سراسر غلط ہے۔ اور یہ بات تو ہرگز صحیح نہیں کہ عام مسلمان عورتیں  
 اور تمام مسلمان مرد مخاطب ہیں۔ مردوں کی مخاطبت کا ذرا بھی  
 ثابہ اور کوئی قرینہ نہیں ہے۔ پھر یہ بھی واضح اور ثابت ہے کہ ان  
 آیات کا تعلق خاص فضیلت اور اہبات المؤمنین کی عظمت و شرف  
 سے ہے۔ کسی طرح ممکن اور جائز نہیں ہو سکتا کہ خطابات اور  
 امتیازات خصوصی جو براہ راست اہبات المؤمنین کو تفویض ہوئے  
 وہ کوئی عورت اپنے واسطے جائز کر سکے۔ کوئی عورت نہیں کہہ سکتی  
 کہ وہ دوسرے عذاب و ثواب کی مستحق ہو سکتی ہے۔ کسی عورت کو



یہ منصب نہیں کہ وہ کہہ سکے کہ وہ عام عورتوں جیسی نہیں۔ کوئی عورت دعویٰ پیار نہیں ہو سکتی کہ بعد وفات شوہر وہ دوسرے مسلمانوں کی ماں تصور ہو سکتی ہے اور اس سے کوئی مسلمان نکاح نہیں کر سکتا اور اسی اعزاز و شرف کے ساتھ یہ ہی نہیں کہہ سکتی کہ قرن فی بیوتہن کا اعزاز و شرف اس کو بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ ان تمام فضیلتوں میں سے کوئی عورت کسی فضیلت کی مستحق نہیں۔ یہ حکم صرف اہمات المؤمنین کی شان میں نازل ہوا کہ وہ گھروں میں رہیں اور زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤ، شگھار نہ دکھاتی پھریں۔ اور عورتیں اپنے مروجہ حال پر چھوڑی گئیں ان کے واسطے گھروں میں بیٹھنے کا اعزاز نافذ نہیں کیا گیا یہ بات بھی غلط ہے کہ اس سے پردے کی تکمیل ہوئی کیونکہ اہمات المؤمنین اپنی ضروریات کے لئے برابر نکلتی رہیں۔ یہ بات تو صرف امرار کو ممنون کرنے کیلئے ایجاد ہوئی کہ ان کی عورتیں اس آیت کے بموجب ہمہ وقت قید رکھی جاسکتی ہیں۔ الغرض تاویل مذکورہ قطعی غلط اور مفہوم و منشاء آیت کے صریح خلاف ہے۔

یہ ہی بزرگوار مزید تحریر فرماتے ہیں کہ وہ پیغمبر صاحب کی نسبت ایسا خیال کرنا کہ ان کو اپنی بیبیوں کی عصمت کا زیادہ پاس تھا سخت لغو خیال ہے پیغمبر صاحب کو ہر مسلمان کی جان اپنی جان سے اور ایک اور مسلمان کی آبرو اپنی آبرو سے زیادہ عزیز تھی یہ بھی کوئی منطقی

ہے کہ احکام الہی کو منشاء رسول قرار دیا جائے۔ پیغمبر صاحب کو  
 واقعی ہر ادنیٰ مسلمان کی جان و آبرو و اپنی جان و آبرو سے زیادہ عزیز  
 ہو سکتی تھی۔ لیکن کیا کوئی ایسا مسلمان مسلمان کہلانے کا بھی مستحق  
 ہو سکتا ہے جو واقعی اپنی یا کسی اور مسلمان کی جان و آبرو رسول اللہ  
 کی جان و آبرو سے زیادہ عزیز سمجھتا ہو۔ یہ بات تو رسول اللہ کی  
 عین شفقت تھی کہ وہ اپنی امت کے ہر فرد کی جان و آبرو زیادہ  
 عزیز فرماتے تھے۔ لیکن یہ تو ہرگز نہیں ہو سکتا کہ کسی فرد کی عزت  
 و آبرو رسول اللہ سے بڑھ کر عزیز ہو سکے۔ یہ بھی کتنی غلط بات ہے  
 کہ یہ احکام فضیلت جو اہمات المؤمنین کی شان میں بارگاہ انبوی  
 سے نازل ہوئے ان کی یہ تعبیر کی جائے کہ خود باللہ خود رسول اللہ  
 نے نازل کرائے۔ اس طرح تو صد ہا فضائل کا نزول بے معنی  
 ہو جائے گا۔ یہ حکم تو خود باری تعالیٰ نے صادر فرمایا کہ ”بنی ایمان  
 والوں پر خود ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور بنی  
 کی ازواج ان کی مائیں ہیں“ کیا یہ کہہ کر رسول اللہ کو ہر ادنیٰ مسلمان  
 کی جان و آبرو زیادہ عزیز سمجھتی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تردید مقصود ہے؟  
 منشاء الہی میں رسول اللہ کی رائے یا جذبہ محبت سے کیا واسطہ؟  
 کیا ان غلط تاویلات سے سوکے ظن پیدا نہیں ہوتا؟ اگر اس قسم  
 کی تاویل جس سے پیغمبر رسول اللہ اور ازواج مطہرات کا سرچک پہلو  
 نکلتا ہے بالارادہ کی جائے تو صیغہ معصیت اور منعت گناہ ہے۔

محترم موصوف نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ ”غرض ہر ایک حالت کے مناسب ہر ایک کا پردہ ہے ایک پردہ جو ان عورت کا ہے ایک بوڑھی کا۔ ایک دیہاتی کا۔ ایک شہری کا۔ ایک غریب کا۔ ایک امیر کا۔ ایک حسین کا۔ ایک بد صورت کا“ اعضائے جسمانی کو مستور رکھنے کی بابت تو خود باری تعالیٰ نے بوڑھی اور جوانوں کا فرق ظاہر فرمایا ہے کہ بوڑھی عورتیں اپنے کپڑے گھروں کے اندر اتار رکھ سکتی ہیں۔ لیکن سوائے ستر پوشی کے پردے کا کوئی حکم قرآن مجید میں نہیں ہے۔ پھر ابھی تو ان بزرگوں نے یہ فرمایا تھا کہ ہر ادنیٰ مسلمان کی آبرو رسول اللہ کو اپنی آبرو سے زیادہ عزیز تھی۔ لیکن امیر کو غریب پر۔ شہری کو دیہاتی پر اور حسین کو بد صورت پر کس حکم کی رو سے ترجیح دینا پسند فرماتے ہیں۔ غالباً غریب۔ دیہاتی اور بد صورت کی کوئی آبرو منظور نہیں فرمائی گئی۔ اب غور کرنا چاہئے کہ جب انسان اس جگہ تفریق و امتیاز پیدا کرتا ہے جہاں کوئی حکم نہیں ہے تو پھر اس میں کون سی بات بعید از قیاس سمجھی گئی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول اللہ اور اہل بیت کو خاص فضیلت و مدارج کیوں عطا فرمائے۔ المختصر محترم موصوف نے جو تفریق و تخصیص مسلمان عورتوں میں تحریر فرمائی ہے۔ اس کی کوئی سند نہیں اور یہ محض ایک قیاس اور ذاتی رائے ہے۔

ان جملہ تاویلات اور قیاس آرائیوں کے بعد محترم موصوف

اسی نتیجہ پر پہنچے کہ پروردگار کے لئے کوئی عام اسٹیڈیڈ و فرام  
 نہیں دیا جاسکتا۔ ایک اجنبی شہریوں کے لئے ایک دیہاتیوں کے لئے  
 ایک امیروں کے لئے ایک غریبوں کے لئے ایک جوانوں کے لئے  
 ایک بوڑھیوں کے لئے ایک کنواریوں کے لئے ایک بیابانیوں کے لئے  
 ایک خوبصورتوں کے لئے ایک بد صورتوں کے لئے ایک خواہش کے  
 لئے ایک عوام کے لئے، یہ بھی محض نتیجہ افکار ذاتی ہے۔ قرآن  
 مجید میں نہ پروردگار کا حکم ہے نہ کوئی معیار۔ البتہ مردوں اور عورتوں  
 کے اعتبار حیثیاتی کو مستور رکھنے کا حکم ہے اور اس کی سہولت اور  
 وضاحت فرمائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تفریق ضرور ظاہر فرمائی ہے  
 کہ ایک فضیلت و عظمت اہل اہل المؤمنین کے لئے اور دوسرے  
 درجہ میں تمام مسلمان عورتیں ہیں۔ یہ امر سورۃ احزاب کی مذکورہ بالا  
 آیت اور نیز ”قرن فی پوتین“ سے کمال طور پر ثابت ہے۔ اس تفریق  
 الہی کے بعد جو مزید تفریق و تخصیص محترم موصوف نے بیان فرمائی ہے  
 وہ نہ صرف غلط ہے بلکہ مسلمانوں میں تفریق اور فساد پیدا کرنے کا  
 سنگ بنیاد تصور ہو سکتا ہے :-

کرتے ہیں غلاموں کو غلامی پر رضامند و تاویل مسائل کو بناتے ہیں یہاں  
 ایک تیسرے نرنگ و محترم تحریر فرماتے ہیں کہ ”منشأ اس آیت  
 کا معنی صحیحہ زمانہ جاہلیت میں مستورات آزادانہ بلا پابندی کا یہ وہ  
 باہر پھرتی تھیں اس کی ممانعت کی گئی ہے اور اس آیت کے نازل ہونے



کے بعد پردہ فرض ہوا تاہم بضرورت شرعیہ جیسے حج و عمرہ وغیرہ میں  
 اور نیز قضا کے حاجت کے لئے ازواج مطہرات و دیگر نساء العالمین  
 چادروں میں لپیٹی ہوئی آبادی کے باہر جاتی تھیں اس لئے کہ اس وقت  
 گھروں میں بیت الخلاء نہ تھے۔ اس حکم کے متعلق بعض صاحبوں کا  
 خیال ہے کہ اہبات المؤمنین کے لئے مخصوص ہے عام مستورات اس  
 میں شامل نہیں لیکن بہت سے بزرگوں کی رائے ہے کہ اس حکم میں عام  
 مستورات داخل ہیں اور یہ صحیح بھی معلوم ہوتا ہے، یہ بات تو ثابت  
 ہو چکی ہے کہ سوئے بعض حصص ہبم کو مستور رکھنے کے قرآن مجید میں  
 پردے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ یہ بھی ثابت ہو چکا کہ اہبات المؤمنین کو  
 بناؤ سنگھار دکھانے کی غرض سے زمانہ جاہلیت کی طرح نکلنے سے منع  
 فرمایا گیا جس سے کوئی پردہ لازم نہیں آیا۔ خود یہ ہی بزرگوار تسلیم فرماتے  
 ہیں کہ ازواج مطہرات ان آیات کے بعد بھی گھروں سے نکلتی رہیں لیکن  
 یہ بات بالکل غلط سمجھدی کہ اس حکم میں عام مستورات شامل ہیں اور یہ امر  
 رائے اور خیال قرار دیکر دوسری غلطی کی کہ حکم مذکور اہبات المؤمنین  
 کے لئے نہیں ہے کیا "ینساء البیت" "اہل البیت" کی مخاطبت میں  
 سوائے اہبات المؤمنین کے کوئی اور شامل ہو سکتا ہے؟ پھر سیاق و  
 سباق اور مضمون موجود ہے۔ یہ بات تو بدیہا اور صاف و صریح ہے کہ  
 ان آیات کی مخاطب صرفہ اور تنہا اہبات المؤمنین ہیں اور کوئی عورت اس  
 میں داخل یا شامل نہیں کی جاسکتی۔ رائے اور خیال کا یہاں کسی طرح گزر نہیں

ہو سکتا۔ یہ تاویل بھی غلط ہے۔

یہ بھی بزرگ مزید فرماتے ہیں کہ "ازواج مطہرات کا خداوند جل جلالہ

نے مکانات میں رہنا اور باہر نہ نکلنا مناسب و ضروری سمجھا تو عام عورتوں

کے لئے تو بدرجہ اولیٰ اس کی اشد ضرورت ہونی چاہئے۔ یہ بحث تو گو یا خود

اللہ تبارک و تعالیٰ سے چھیڑ دینا ہے حکم تو حکم ہے اور وہ ہر نوعیت و لحاظ

مخفی سے بھی صحیح ہے۔ اس سے اور بحث سے کیا تعلق؟ اللہ تعالیٰ اس نے

ازواج مطہرات کو ام المؤمنین کا حکم دیا اور بعد نبیؐ کے ان سے نکاح ممنوع

فرمایا۔ اب اگر کوئی صاحبِ پیراہن کہ عام عورتوں کے لئے تو بدرجہ اولیٰ

اس حکم کی اشد ضرورت تھی تو صاف ظاہر ہے کہ اُن کو خود حکم دیا پر اعتراض

ہے۔ بات صاف و صریح ہے کہ "قرن فی بیوتکم" بھی ایک فقہی مسئلہ اور

مذہب ہے جو صرف اہبات المؤمنین کو عطا ہوئی ہے۔ اس میں یہ دلیل اور

بحث ہرگز نہیں کی جاسکتی کہ یہ بات تو ایسی ضروری تھی کہ عام عورتوں کے

لئے اطلاق ہونی چاہئے تھی۔

انہیں بزرگوار کا قول مزید یہ ہے کہ "قرن فی بیوتکم" کا حکم

ہو جانے کے بعد حضرت عمرؓ نے سورہ احرم ہوئی اور رسول اللہ کے

اس لئے تو حضورؐ نے سورہ سے فرمایا "قد اذن کون شرجین فی بیوتکم"

یعنی "تمہارے لئے اجازت ہے کہ اپنی ضرورتوں کے لئے باہر نکلا کرو" اس

سے بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ نہ ازواج مطہرات کے لئے بضرورت نکلنا ہائیک

تھا تو عام عورتوں کے لئے بدرجہ اولیٰ جائز رہا کہ وہ "قرن فی بیوتکم" کی

فضیلت سے پہلے رکھی گئی ہیں۔ خود انہیں بزرگوار کے بقول نہ کوئی پردہ  
نرضی نہ ہانہ ہا گھروں سے لکھنا ممنوع و ناجائز رہا۔ پھر یہ قید مکان کی تاویلات  
ان آیات سے نکالنا امر فضول ہوا۔

مہترم موصوف نے مذکورہ بالا کیفیت احکام بیان کرنے کے بعد پھر  
فرمادیا کہ ”سر سید احمد خاں اور ان کے فرزند سر سید محمود مدت العمر کبھی  
اس بات کے بھی راہ وادار نہیں ہوئے کہ ان کی بہو محمود بیگم کسی بیٹے سے  
بڑے جلیل القدر انگریز کی میم صاحبہ سے بھی مل سکتیں“ اب ظاہر ہو گیا اور  
پہچنے میں کیا غلطی ہو سکتی ہے کہ ان بزرگوار نے محمود بیگم کو اجہات المؤمنین  
اور دیگر خواتین بنتا پر بیٹی ترجیح دیدی کیونکہ اجہات المؤمنین اور دیگر  
خواتین جنت نہ صرف باہر نکلتی تھیں اور ہر قوم کی عورتوں سے مل کر باتیں  
کرتی تھیں بلکہ مردوں سے بھی باتیں کرتی تھیں۔ چونکہ ان بزرگوار کی نیت  
اس قسم کی توہین و حقارت کی نہیں ہو سکتی تھی لہذا مزید تنقید غیر ضروری ہے  
ایک اور فاضل محترم مد قرن فی بوتگن ”کی تاویلی میں فرماتے ہیں  
کہ ”گو یہ ادب پیغمبر کی بیسیوں کو خطاب کر کے لکھا یا گیا ہے مگر عام عورتوں  
کے لئے اس میں پیروی کا نمونہ ہے“ یہ بات نہیں ہے۔ عام عورتوں کے  
لئے اس فضیلت اور اعزاز کا دعویٰ ارہونا جو خاص اجہات المؤمنین کو  
عطا ہوئی صحیحیت اور گناہ ہے۔ فی الحقیقت یہ نمونہ ادب نہیں ہے بلکہ عاف  
و صریح افتخار و شرف ہر شخص جانتا ہے کہ امرار کی عورتوں کا مخلوق کے اندر  
رہنا۔ سلاطین کی شاہزادیوں کا قصر میں رہنا باعث فضیلت و شرف ہوتا ہے

اور عام عورتوں کا باہر نکلنا کوئی فخر کی بات نہیں ہوتی بلکہ عام دستور  
و معاشرت میں داخل ہوتا ہے۔ اسی طرح خود امراؤ اور سلاطین کا محلوں  
میں رہنا اور شاد و نادر شاد و سعادتوں پر نکلنا ان کی عظمت  
ہوتی ہے اور عوام کا باہر چلنا پھرنا کام کا ہے یا ضرورت اور دستور  
پر مبنی ہوتا ہے۔ اسی بات میں کوئی اور سبب کا سوال نہیں ہوتا بلکہ  
اہمات المؤمنین کا گھروں کے اندر ہیام فرماتے کا شرف و اعزاز  
بارگاہ ایزدی سے عطا ہوا اس افتخار میں عام عورتوں کا شامل کرنا  
انہ واج مطہرات کی توہین اور باری تعالیٰ کے حکم صریح کی خلاف  
ورزی ہے۔

ایک اور صاحب کی تکریر بھی ملاحظہ طلب ہے۔ فرماتے ہیں کہ  
و آدمیوں کے تین درجے ہوتے ہیں اسراء و رؤساء۔ متوسطین اور غریب  
سکھانوں میں سب بھائی بھائی ہوتے ہیں مالی امتیاز سے درجے  
قائم نہیں کئے جاسکتے۔ اور اگر ایسا کیا جائے تو تین درجوں سے کہیں  
نیا وہ درجے قائم کرنا ہوں گے۔ سلاطین و الیاء و اعیانہ  
علاء و حکماء و شہداء۔ و پانچ۔ سرخ۔ سیاہ۔ سفید۔ و خوبصورت  
بہ صورت۔ کورسے۔ و کورسے۔ و غیرہ و غیرہ۔ مزید فرماتے ہیں کہ اگر  
مرد مالدار ہے تو بیانی کے لئے ایک خادم یا خادمہ کا خرچہ دیتے ہیں  
سے وہ خدمت کے مثلاً چائے و دواؤں پر تن و نظروں کے لئے لیسوا نا۔ آٹا  
پسوانا۔ پانی پھیرانا۔ مہالے پسوانا۔ کپڑے دھوانا۔ کپڑے پسوانا۔



روٹی سالن پکوانا۔ اگر مرد غریب ہے اور عورت کا بھی غریب طبقہ کی  
 ہے تو کھانے پکانے وغیرہ کا سب کام اپنے ہاتھ سے کرنا واجب  
 ہے مرد کے ذمہ سامان لا دینا ضروری ہے۔ اس تنظیم میں کوشش  
 یہ کی گئی ہے کہ عورت کو کسی حالت میں باہر نہیں نکلنا چاہئے۔ غریب  
 طبقہ میں یہی بازار سے سامان وغیرہ لانا مرد کے ذمہ رکھا گیا ہے۔  
 عورت بہر حال گھر کے اندر رہے گی۔ اس ایجاد کی کوئی سند نہیں  
 البتہ یہ عقیدہ احکام قرآن کے صریح خلاف ہے۔ عورتوں کو ضرورتاً  
 کے لئے باہر نکلنے کی عام اجازت ہے۔ وہ قید مکان کی سرگز پابند  
 نہیں کی گئی ہیں۔ یہ ہی صاحب بالآخر فرماتے ہیں کہ "چنانچہ عسرت  
 اور افلاس کے زمانہ میں حضور (نبی) نے حضرت علیؑ اور فاطمہؑ کے لئے  
 میں اسی طرح تقسیم کار فرمائی تھی" یہ صریح بیان اور توہین ہے۔  
 حضرت فاطمہؑ کی خدمات اہل امت کے لئے نمونہ تقلید ہیں۔ آپ کو  
 ہر دولت میسر تھی اور ہو سکتی تھی۔ تاہم آپ اپنے ہمسایوں کا کام  
 کاج کر دیتی تھیں۔ ان کی خبر گیری اور عیادت فرماتی تھیں۔ خود پانی  
 کی مشکبیں بھر کر لاتیں اور پڑوسوں کو سیراب فرماتیں۔ چکی پیستی تھیں  
 اور گھر بار کے سب کام انجام دیتی تھیں خود فائدہ کرتی اور دوسروں  
 کو کھانا کھلاتی تھیں۔ خود پیوند لگاتیں دوسروں کو کپڑے عنایت  
 کر دیتیں لونڈی غلام میسر بھی ہوتا تو قبول نہیں فرماتی تھیں۔ امراء و  
 روسا کی عورتوں اور امت کی تمام عورتوں کے لئے حضرت فاطمہؑ کی

خدا تبارک و تعالیٰ نے فی الدین کی پیروی کو لازم اور واجب ہے کہ یہ ذریعہ نجات اور موجب رضائے الہی ہے۔ آپ کی بابت تو ہیں آمیز کلمات لکھنا کسی طرح نہ بہا اور مناسب نہیں۔

قرآن کو باز کیے تاویل بنا کر و چاہی تو خود ایک نازہ شریعت کر کے ایجاد ہے مملکت ہند میں ایک طرفہ تاشا و اسلام ہی مجھوس۔ مسلمان ہے آزاد یہ امر بخوبی ثابت اور واضح ہو گیا کہ ناظر مصلحتاً کی تاویلات (تائبات)

غلط سے چہرے اور ہاتھ پیروں کا چھپانا جائز نہیں ہے اور قرآن فی بوتکن کی تاویلات سے عورتوں کا گہروں میں قید رہنا کسی طرح جائز نہیں ہوا۔ اور پردے کی اٹھیں دو عورتوں کو قرآن مجید کی غلط تاویلات سے ثابت کرنے کی سعی حاصل کی گئی تھی۔ پردے کی یہ دو عورتیں مزید احکام الہی سے مسترد ہوتی ہیں ان کی چند مثالیں درج ذیل ہیں :-

**محرمانہ**  
 مرد پر پردے کے معاملہ میں یہ جائز کہا گیا ہے کہ مسلمان عورتیں ان مردوں کے سامنے بے پردہ رہ سکتی ہیں جن سے نکاح جائز نہیں اور اس بنا پر ایسے اشخاص کو محرمات کہا جاتا ہے۔ ماں۔ بہن۔ ساس۔ بہو۔ خالہ۔ اگر بیوی حیات ہو تو اس کی بہن۔ کنبھی وغیرہ داخل محرمات ہیں۔ اس لئے باپ۔ بھائی۔ داماد۔ خسر۔ ہانجہ۔ بہنوئی۔ چچا وغیرہ سے پردہ نہ کرنا درست ہے۔ سورۃ النسا میں وہ کل عورتیں تمام مسلمان مردوں کے لئے حرام قرار دی گئی

ہیں جو دوسرے مسلمان مردوں کے نکاح میں ہوں۔ اس صریح حکم کی  
 رو سے برقیاء اصول مذکور ہر مسلمان شادی شدہ عورت سب مسلمان  
 مردوں کے سامنے ہو سکتی ہے کیونکہ وہ ان کی واسطے حرام ہے حکم یہ

ہے:

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ  
 مَا نَكَحْتُمْ أَيُّهَا فُلُكُمُ .....  
 اور وہ عورتیں (بھی حرام ہیں) جو  
 دو مردوں کی (نقید نکاح) ہیں ہوں مگر وہ  
 جو کانٹوں کی لڑائی میں نقید ہو گئی (تہا رہے)  
 قبضہ میں آئی ہوں.....

اس آیت سے پورے طور پر واضح ہے کہ شادی شدہ مسلمان  
 عورت ہر مسلمان کے لئے حرام ہے لہذا ہر مسلمان کے سامنے بے پردہ  
 ہو سکتی ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ دیورہ، جیٹھ اور دیگر اعزاز سے پرہیز  
 کا رواج نہیں ہے اور وہ حکم مذکور کی رو سے بالکل جائز اور صحیح  
 ہے۔ لیکن تعجب یہ ہے کہ اسی اصول کے ماتحت شادی شدہ کا پردہ  
 کسی مسلمان سے نہیں ہو سکتا مگر اسی حکم کو نہیں مانا جاتا ہے برصغیر  
 اس کے خسر سے اگرچہ پردہ نہ کرنا صحیح مانا گیا ہے مگر قریب قریب  
 پردہ کیا ہی جاتا ہے اور اسی طرح سالیوں کا بھی پردہ ہوتا ہے اور  
 اکثر سائیں بھی پردہ کرتی ہیں۔ جس کا صاف مطلب یہ نکلتا ہے کہ  
 احکام سے بہت کم اعتنا کیا جاتا ہے اور رسم و رواج کو ترجیح دی  
 جاتی ہے۔ ہندوستان میں مسلمان عورتوں کا پردہ قریب قریب



ہندوؤں کی نقل سے یہ ہے اور وہ ہے کہ شرم و لجاظ پر دوسے  
 کی حد تک پہنچ جاتا ہے اور دیور سے انتہائی سبے تکلفی برتی جاتی  
 ہے۔ حقیقتاً شکر کا یہ یہ رہتی ہے کہ مسلمان عورت کے پھر سے اور  
 پختہ پیر کا یہ وہ خداوند تعالیٰ نے جائز نہیں رکھا ہے اور جہاں تک  
 مسلمان عورت کی قید مکان کا سوال ہے اس کی بین تو وہ قرآن مجید  
 میں موجود ہے۔ اس کا لہجے قرآن مجید کے احکام سے یہ امر بھی پورے  
 طور پر ثابت ہے کہ مسلمان عورت مثل مرد کے اعمال میں کمالی طور  
 پر آزاد رکھی گئی ہے۔ اور جو پابندیوں اس پر عائد کی جاتی ہیں وہ  
 یقینی طور پر احکام خداوندی کے قطعی خلاف ہیں۔

اس سے قبل سورۃ نور کی وہ آیت مذکور

پکے کی تردید ہے جیسے ہیں یہ مسلمان ایک دوسروں  
 کے گھروں پر جا کر اپنی خانہ کے ساتھ یا الگ الگ کھانا کھا سکتے ہیں۔  
 اس حکم میں عورتیں بھی شامل ہیں۔ اب پورے کی تردید میں سورۃ البقر

میں یہ حکم ہے۔  
 مسلمانوں! جب تم ایک بیٹا و مشرک  
 اور عورت کا لین دین کرو تو اس کو لے لیا  
 کرو اور تمہارے درمیان میں کوئی گتہ  
 والا اتفاق نہ ہو اور کہنے والے  
 کو چاہئے کہ کہنے سے انکار نہ کرے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا  
 قُلْتُمْ بِبعض بندگان ائمتہ  
 ستمہ فَاكْتُبُوا مَا قُلْتُمْ  
 بَيْنَكُمْ كَاتِبًا بِالْعَدْلِ وَلَا  
 يَأْب كَاتِبًا أَنْ يَكْتُبَ كَمَا



عَلَّمَهُ اللَّهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ  
 الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ  
 اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَخْشَ مِنْهُ  
 شَيْئًا فَإِنْ كَانَتِ الدَّيْوَانَةُ  
 عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيحًا أَوْ ضَمِيمًا  
 أَوْ لَا يَتَّعِقُ أَنْ يُمْلِكَهُ  
 فَيُمْلِلْ وَيَلِيَهُ بِالْحَقِّ لِيَط  
 قَا شَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ  
 مِنْ رَجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونا  
 رَجُلَيْنِ فَمَنْ جُلٌّ وَأَمْرًا  
 مِنْ تَوْحِيهِمْ مِنَ الشُّهُدَاءِ  
 أَنْ يُفِيْلَ إِحْدَاهُمَا فَتَدَّ كِرًا  
 إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى ط وَكَأ  
 يَا بَ الشُّهُدَاءِ إِذَا مَا  
 وَصَوَّط .....  
 ..... وَاشْهَدُوا  
 إِذَا تَبَايَعْتُمْ .....

جس طرح خدا نے اس کو سکھایا ہے اس  
 کو بھی چاہئے کہ لکھ دے اور جس کے  
 ذمہ قرض عائد ہوگا مطلب پوچھا جائے  
 اور اللہ سے کہ وہی اس کا کار ساز  
 حقیقی ہے ڈرے اور تباہی وقت آقرب  
 دہندہ کے احق ہیں سے کسی طرح کی کا  
 چھانٹ نہ کرے پھر جس کے ذمہ قرضہ  
 عائد ہوگا اگر وہ کم محض ہو یا معذور یا  
 خود او اسے مطلب نہ کر سکتا ہو تو اس  
 کا مختار کار انصاف کے ساتھ مطلب پوچھا  
 جائے اور اپنے لوگوں میں سے دو  
 مردوں کو گواہ کر لیا کرو پھر اگر وہ مرد نہ ہوں  
 تو ایک مرد اور دو عورتیں جن کی تم رضامند  
 ہو کہ ان میں سے کوئی ایک بھول جائیگی تو  
 ایک دوسرے کو یاد دلائیگی اور جب گواہ  
 بلائے جائیں تو انکار نہ کریں ..... اور جب  
 خرید و فروخت کرو تو گواہ کر لیا کرو .....

یہاں لین دین اور خرید و فروخت کے معاملہ کو تحریر کرانے کی تاکید ہے۔  
 اس دستاویز پر دو مردوں کی گواہی کی ہر امت کی گئی ہے اور اگر وہ مرد نہ ہوں تو

ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کرنے کا حکم ہے۔ دو عورتوں کی تصریح یہ  
 کی گئی ہے کہ ان میں سے کوئی ایک بھول جائے تو ایک دوسرے کو یاد دلا دے  
 گی۔ اسی کے ساتھ یہ حکم ہے کہ گواہ جب بلائے جائیں (خواہ گواہی کرنے کے  
 وقت خواہ عدالت میں) تو جانے سے اور گواہی کرنے اور شہادت دینے سے  
 انکار نہ کریں یہ بات ظاہر و بین ہے کہ گواہ وہی ہو سکتا ہے جو فریقین کو دیکھ کر  
 پہچان سکے اور نفس لین دین پانچویں و فرقت کا شاهد بنی ہو۔ عورت کے چہرے  
 نظر آواز۔ ہاتھ اور پیر کا پردہ ہو تو وہ اس حکم کی قیاس نہیں کر سکتی۔ چہرہ کھٹانہ  
 ہو گا تو فریقین اور مرد گواہ نقدی نہیں کر سکتے کہ کس عورت نے گواہی کی۔  
 نظر پانچویں ہو تو عورت نہیں کہہ سکتی کہ کون فریقین اور کون مرد گواہ تھے  
 آواز کا پردہ ہو تو دوسرے سے گواہی نہیں دے سکتی۔ چنانچہ اس حکم صریح سے  
 پورے طور پر واضح ہے کہ ہاتھ پیر چہرے۔ نظر اور آواز کا پردہ عورت  
 کے لئے کسی طرح جائز نہیں۔ ہاتھ چھپائے رکھے تو گواہی نہیں کر سکے گی۔ جس  
 طرح اس آیت میں عورت کو مرد کے ساتھ شریک میں ہونا جائز اور مباح فرمایا  
 گیا ہے اسی طرح دیگر اعمال میں بھی عورت کو مرد کے برابر ذمہ دار فرمایا گیا اور  
 دونوں سے حسن اعمال کی مساوی توثیق کی گئی ہے اور یکساں سزا و جزا کا مستحق  
 قرار دیا گیا ہے اور کئی جماعت کو متفق و مستقر رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سورۃ  
 آل عمران میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔

اور سبدا مسلمان الکر اللہ کی رسی  
 کو کپڑے رہو اور اکلید سے سے الکر نہ ہونا...

وَاللّٰهُ شَهِيدٌ  
 وَكَانَ لِقَدْ تَرَوْنَ

اس حکم میں بھی مرد اور عورت کی کوئی تفریق و تخصیص نہیں ہے مسلمانوں کو بطور جماعت واحد حکم دیا گیا ہے کہ وہ باہم و مگر متفق و متحد رہ کر اللہ پر بیروہ رکھیں اور آپس میں تفرقہ اور علیحدگی اختیار نہ کریں۔ اس حکم کے خلاف نصف امت (عورتوں) کو قید کر کے جو مضر نتائج ہو سکتے ہیں وہ بخوبی واضح اور ظاہر ہو چکے ہیں۔ مرد اور عورت کو ایک جنس ہونا اور ہر ایک کو اس کے عمل کی برابر کی جزا ملنا سورۃ آل عمران کی اس آیت سے واضح ہوا ہے:

فَاَنْتَجَبَاتٌ لَهُمْ وَرَجُلٌ يَّكْفُلُهُمْ  
 وَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمَا عَاقِلٌ مِّثْلُ مَا كَفَرُوا  
 وَمَنْ يَكْفُلْهُمَ فَاُولَٰئِكَ عَلَيْهِمُ الْغِيَاظُ مِنَ اللَّهِ وَاللَّعْنَةُ مِنَ اللَّهِ  
 وَاللَّهُ عَزِيزٌ مُّبِينٌ

ان کے پردہ و گارنے ان کی و عا  
 قبول کرنا کہ ہم تم میں سے کسی عمل کرنے  
 والے کے عمل کو اکارت نہیں جانتے و جتے  
 مرد ہو یا عورت تم سب ایک پرستار کی عیبی ہو

یہاں واضح کر دیا گیا کہ مرد و عورت سب ایکساں دوسرے کی جنس ہیں اور دونوں کے اعمال کا یکساں اجر ملے گا۔ عورت کو قید کر کے اس کا اختیار عمل سلب کرنا نہ صرف ناقصاتی بلکہ داخل ظلم ہو گا۔ سورۃ النساء میں ارشاد فرمایا گیا:

وَمَنْ يَكْفُلْهُمَ فَاُولَٰئِكَ عَلَيْهِمُ الْغِيَاظُ مِنَ اللَّهِ وَاللَّعْنَةُ مِنَ اللَّهِ  
 وَاللَّهُ عَزِيزٌ مُّبِينٌ  
 وَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمَا عَاقِلٌ مِّثْلُ مَا كَفَرُوا  
 وَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمَا عَاقِلٌ مِّثْلُ مَا كَفَرُوا  
 وَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمَا عَاقِلٌ مِّثْلُ مَا كَفَرُوا

اور جو شخص کوئی نیک کام کیے گا مرد و عورت  
 یا عورت یا مرد وہ ایمان بھی رکھتا  
 ہو گا تو ان صنعتوں کے لوگ جنس میں  
 داخل ہونگے اور وہی برابر ہی ان کی  
 حق رکھنی نہ ہو گا۔

اس حکم میں مرد اور عورت جو مسلمان ہوں ان کو مساوی اختیارات عمل



حاصل ہونا چاہیے اور صاف صاف حکم ہے کہ مرد و عورت با تفریق و  
 تخصیص اپنے اپنے عمل کے عیوض جنت میں داخل ہوں گے اور کسی کی ذرا  
 سوا بھی حق تلفی نہیں ہوگی۔ عورت کو قید کر دینے سے اُس کی صریح حق تلفی  
 ہو جاتی ہے کہ وہ مختار عمل نہیں رہتی اور اس طرح مرد و عورت عمل اختیار  
 میں رکھتا ہے عورت کو عین عمل کی توفیق عطا فرما کر اللہ تعالیٰ نے اس کو اجر و  
 ثواب میں جنت حاصل ہونے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ سزا  
 کے معاملہ میں بھی مرد اور عورت میں کوئی تفریق و تخصیص نہیں فرمائی۔ دونوں  
 کے اعمال کو ایک ہی ترازو میں تول کر یکساں سزا بھی دیا گئی ہے چنانچہ سورۃ  
 المائدہ میں حکم صادر فرمایا گیا ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا

اور رازے مسلما نوا مرد چوری کرے تو

اَيْدِيَهُمَا جَبْرًا

اور عورت چوری کرے تو اُن کے ہاتھ

تَمْلِكًا مِنَ اللَّهِ

سے باندھے جائیں دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو

دیا تعزیر خدا سے قرار پائی ہے۔

اس حکم سے بھی بقیہ طور پر واضح ہے کہ عورت اور مرد دونوں کو آزاد ہونا  
 عمل یکساں ہے اور دونوں آزاد ہیں کہ چوری کرے یا نہ کرے۔ دونوں کا اجر  
 واحد ہے۔ جب عورت کو قید کر دیا گیا تو اُس کا اختیار عمل سلب ہو گیا اس  
 طرح وہ اجر حاصل کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو گیا اور وہ مرد کو یہ منصب ہرگز  
 نہیں دیا گیا ہے کہ وہ گناہ سے قبل سزا دے۔ پھر یہ بھی سراسر ظلم ہے کہ  
 مقتول و سہیلہ سزا سے زیادہ رومی سزا اور بھابھ میں مبتلا کر دینے سے اس



موقع پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ قید مکان سزا نہیں ہو سکتی تو اس کے فیصلہ کے لئے بھی قرآن مجید حکم ہونا چاہئے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۃ نسا میں ارشاد فرمایا ہے:

وَالَّتِي يَأْتِيَنَّ الْفَاحِشَةَ مِنْ  
 نِسَائِكُمْ فَمَا تُشْهِدُونَ عَلَيْهِنَّ  
 أَنْ يَبْلُغَنَّ مِنْكُمْ قَبْلَ شَهَادَةٍ  
 فَمَا تُسَبِّحُونَ فِي الْبُيُوتِ حَتَّى  
 يَخْرُجْنَ فَهِنَّ أَلْمُوتُ أَوْ يُجْعَلَنَّ  
 اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا

اور جو مسلمان عورتیں بے حیائی کا کام کریں تمہاری عورتوں (بیبیوں) میں سے تو تم لوگ ان عورتوں پر چار اپنوں میں سے گواہ کرو (مانگو) تو اگر وہ گواہی دے دیں تو ان (عورتوں) کو گھروں کے اندر مقید رکھو (بند رکھو) یہاں تک کہ موت ان کا خاتمہ کر دے یا اللہ ان کے لئے کوئی اور راہ نکالے (تجزیہ کرے)۔

عورتوں کی بدکاری کی بعد ثبوت کامل یہ واضح و صریح سزا مبین ہوئی کہ وہ گھروں کے اندر مقید رکھی جائیں تا آنکہ ان کی موت آئے یا قبل از موت ان کے لئے کوئی اور عورت اللہ تعالیٰ پیدا کر دے یہ سزا جس دوام کی ہوئی اس آیت کے متعلق کہا گیا ہے کہ منسوخ ہو چکی۔ اس بحث میں پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آیت نافذ ہو تو اور منسوخ ہو تو دونوں عورتوں میں اس امر سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مکانوں کے اندر تاحیات عورت کو پابند رکھنا انتہائی سخت اور عیس دوام کی سزا ہے۔ اور ایسی شد یہ سزا بغیر اس کتاب جرم صادر کر دنیا سراسر انصافی اور ظلم ہے اور اس میں کبھی کلام نہیں ہو سکتا

کہ قید مکان خود باری تعالیٰ نے سزا کے سخت ہونا ظاہر فرمایا ہے اسی سورۃ  
نہا میں صاف صاف حکم دیا گیا ہے کہ بغیر آنکھوں پر کپڑوں اور گھروں میں  
قید نہ رکھا جائے جس سے مزید صراحت اور وضاحت اس امر کی ہو جاتی ہے  
کہ عورتوں کو عارضی طور پر یا کسی ذاتی منشاء کے تحت بھی مکانوں میں قید رکھنا  
جائز نہیں اور اس کی ممانعت اسی طرح فرمائی گئی ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُفِّرُوا كُرْهًا  
لَكُمْ أَنْ تَرْتُوا النِّسَاءَ كَرْهًا  
وَلَا تَقْضُوا مِنْ لَيْسَ عَلَيْهِنَّ  
بِغَضٍ مِمَّا تَتْمَوْنَ مِنَ الْأَرْوَاحِ  
أَنْ يَأْتِيَنَّ بِمَا حَشَىٰ مِثْلُهَا

مسلمانو! تم کو روادا نہیں کہ عورتوں کو میرا  
سمجھ کر زبردستی ان پر قبضہ کرو اور جو کچھ  
تم نے ان کو دیا ہے اس میں سے چھین لینے  
کی نیت سے ان کو (گھروں میں) قید نہ رکھو  
ہاں ان سے کوئی کھلی ہوئی بدکاری سرزد  
ہو (تو قید رکھنے کا ممانعت نہیں)

یہاں بھی صاف و صریح طور پر گھروں میں قید رکھنا سزا قرار دیا ہے اور  
ممانعت کی ہے کہ ان کو کسی ذاتی منشاء و منفعت کی خاطر قید نہ رکھا جائے اور  
قید مکان صرف اسی صورت میں جائز رکھی ہے جبکہ عورتوں سے کوئی بدکاری  
سرزد ہو اور اس کا ثبوت قرار واقعی موجود ہو۔

یہاں تک یہ امور شہری و روستا کے عورتوں کے چھپنے، چھپنے، چھپنے، چھپنے  
نظر اور آواز کا پردہ جائز نہیں۔ نماز۔ روزہ۔ ہجرت۔ چھاپہ۔ بٹ۔ اور تمام اعمال  
دین و دنیاوی کے لئے عورت کو آزاد اور با اختیار رکھا گیا ہے۔ گھروں میں قید  
رکھنا سخت سزا ہے اور انکار ہے اس کی صاف و صریح ممانعت فرمائی گئی

ہے۔ مردوں اور عورتوں کو ستر لپٹی کا حکم دیا گیا ہے اور بے حیائی اور بے  
شرمی سے منع کیا گیا ہے۔ القبتہ شتر کے معاملہ میں عورتوں کا بمقابلہ مردوں کے  
زیادہ حصہ ستر قرار دیا گیا ہے۔ یہ خلاصہ منجہ مذکورہ بالا احکام الہی کا  
لیکن حاسیان پر وہ نے ایک اور آیت پر استدلال کر کے پڑوسے اور تیسرے مکان  
کو ثابت کرنے کی سعی کی ہے۔ اس حکم میں ازواج مطہرات، آل رسولؐ اور  
مسلمانوں کی سب عورتیں مخاطب ہیں اور وہ آیت سورۃ الاحزاب کی یہ ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي  
دِيَارِكُمْ زِينَةُ الْمَرْءِ  
مِنْ بَيْنِ يَدَيْكُمْ فَإِذَا  
جَلَا بِيَعْتَبَ ذَٰلِكَ أَهْلُ  
أَنْبِيَاءِ نَفْسٍ فَلَا يُوْزَنُ طَوْرُ  
كَانَ اللَّهُ مَغْفُورًا رَحِيمًا  
لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ  
وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ  
وَالْمُسَافِرُونَ فِي الْمَدِينَةِ  
لَتُفْرَقَنَّ بَيْنَهُمْ وَلِيُوْزَنَ  
بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ إِنَّهُمْ  
لَظَاهِرُونَ أَفَلَا تَتَّقُونَ  
تَمَّتْ

اے نبیؐ اپنی بیبیوں اور انہی بیبیوں اور  
مسلمانوں کی عورتوں کو کہو کہ اپنی چادریں  
تھوڑی ہی نیچا کر لیا کریں اس سے چند سہجائی  
ہو جایا کریں تو آزار نہ دی جا یا کر نیکی اور اللہ  
تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے منافق اور وہ  
لوگ جھکی جیتیں بد ہیں اور جو لوگ مدینہ  
میں افواہیں پھیلا یا کرتے ہیں اگر انہی  
حركات سے باز نہ آئیں گے تو ہم تم کو  
ان پر اکسا دیں گے پھر مدینہ میں آؤ تو تمہارے  
پڑوسے میں ٹھہرے پانچویں گے نہیں سگے  
چند روز۔ ان کا یہ حال ہے چھوٹا کہ چھوٹا  
پسے جہاں سے پکڑا اور مار کے مارے  
اذا وصے۔



یہ حکم واضح طور پر اہل مدینہ کے لئے ہونا ظاہر ہے۔ ایک صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اگرچہ مدینہ کا تذکرہ فرمایا گیا ہے تاہم حکم عام اور غیر محدود و متنوع ہونا چاہیے موصوف نے لغوی اور منطقی دلائل سے اس امر کو ثابت کرنے کی کوشش کی کہ یہ حکم ہمیشہ کے لئے اور ہر مقام کے لئے صادر ہوا ہے یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا اور اس بحث میں بڑنا بے سود ہے کیونکہ اس سے کوئی انکار نہیں کیا گیا کہ تھوڑی چادریں نیچی کرنے کے حکم سے مردہ پر وہ کافر کی تعلق نہیں۔ یہ امر بھی واضح ہے کہ عورتوں کے لئے یہ بھی ایک قسم کی پابندی تھی چنانچہ اس کی وضاحت یہ فرمائی گئی کہ یہ حکم اس لئے ہے کہ اس سے عورت کا مسلمان ہونا ظاہر ہو جائے گا تو ان کو آزار نہیں پہنچایا جائے گا۔ بہر حال حدیث یہ کی گئی ہے کہ مدینہ منورہ میں تمام مسلمان عورتیں بلا کسی استثناء کے جب باہر نکلیں تو تھوڑی چادریں نیچے لٹکا دیا کریں تاکہ ان کی یہ چھپان قائم ہو جائے اور ان کو عدم شناخت کی بنا پر ستایا نہ جائے اس کے باوجود کبھی اگر مدینہ کے منافق اور بد نیت لوگ اپنی حرکت سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ بشارت فرماتا ہے کہ مسلمانوں کو ان پر غالب کر دیا جائے گا اور منافقین پھر مدینہ میں ٹھہر نہیں پائیں گے اور اس طرح عتاب الہی میں ماخوذ ہوں گے کہ جہاں کہیں جائیں گے ان کو قتل و غارت کیا جائے گا اور ان پر اللہ کی پھٹکار رہے گی۔ اس سے صاف طور پر عیاں ہو جاتا ہے کہ یہ احکام وقتی لحاظ سے مسلمان عورتوں کی شناخت کے لئے نازل ہوئے تھے اور وعدہ یہ تھا کہ اس شناخت پر اگر مخالفین نہ مانے تو خود مخالفین ہی کو



اللہ تعالیٰ شہر بدر فرما دے گا۔ چنانچہ شان نزول اس حکم کی یہ بیان کی گئی  
 ہے کہ ابتدائے اسلام میں مدینہ منورہ میں یہودیوں کا نذر تھا مسلمان  
 کمزور بھی تھے۔ دونوں فریق میں امن قائم رکھنے کا معاہدہ تھا۔ واقعہ یہ  
 پیش آیا کہ کسی مسلمان لڑکی کو کچھ یہودیوں نے دوکان پر بکڑ لیا مسلمان مشتعل  
 ہو گئے اور اگر نبی کریم ﷺ پہنچ جائیں تو بہت کشت و خون ہو جاتا۔ یہودیوں  
 نے یہ عذر پیش کر دیا کہ اسٹوں نے مسلمان لڑکی جانستے اور بچانستے  
 ہوئے نہیں چھپرا تھا۔ اسی پر یہ حکم نازل ہوا۔ اس بات کو سمجھنے میں کوئی  
 مشکل نہیں ہے کہ اُس زمانہ میں یہودیوں اور مسلمان عورتوں کی پوشش  
 یکساں تھی جب ہی تو یہودیوں نے عدم شناخت کا عذر کیا اور اسی وجہ  
 سے اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کی شناخت کے لئے کھوڑی چادریں  
 نیچے لٹکا کر نکلنے کا حکم دیا اور صاف صاف فرما دیا کہ اس طرح ان کی شناخت  
 قائم ہو جائے گی۔ اور اگر اس شناخت کے ہوتے ہوئے بھی منافقین  
 باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان پر غلبہ پانے کی بشارت فرمائی اور  
 یہ بھی بتا دیا کہ پھر ان منافقین کا حشر کیا ہوگا۔ اس امر سے بھی انکار نہیں  
 کیا جاسکتا کہ مسلمان عورتوں کو باوجود شناخت اور پہچان کے پھر بھی  
 ستایا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ کا وعدہ پورا ہوا اور منافقین ہمیشہ کے  
 لئے شہر بدر ہو کر بے وطن اور ملعون ہو گئے۔ اور حکم مذکور کی جو آخری  
 شق تھی وہ پوری ہو گئی اور اس بنا پر غواہ مدینہ کی عورتوں کے لئے  
 شناخت معینہ کی وقتی ہدایت منسوخ ہو گئی کیونکہ مدینہ منورہ میں منافقین

اور مخالفین اسلام کا وجود ہی باقی نہیں رہا۔ اس حکم سے یہ بات ثابت ہے کہ مسلمان عورت کا گھروں سے نکلنا لازمی اور ضروری تھا۔ ان کی یہ آزادی سلب کیا جانا اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں تھا۔ ورنہ وقتی اعتبار ہی سے ان کو گھروں سے باہر نکلنا ممتنع قرار دیا جاسکتا تھا۔ ایسا نہیں کیا گیا بلکہ شراب و فساد کی صورت میں بھی مسلمان عورتوں کی خلافت شناخت مقرر فرما کر ان کو باہر نکلنے کی عام اجازت رہی۔ کیونکہ مرد و عورت خلقی اور فطرتی حق کسی کا اللہ تعالیٰ نے سلب و ضبط نہیں فرمایا ہے۔ لیکن یہ حکم اگرچہ منسوخ ہو گیا اور صرف اہل بدینہ کی عورتوں کے واسطے تھا تاہم اس سے ایک بدیہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس قسم کی ضرورت مسلمانوں کو کسی زمانہ اور کسی مقام پر پیش آجائے تو وہ باعتبار موقع اور وقت اس نظیر کو بطور قانون نافذ کر سکتے ہیں۔ البتہ یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں پر اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس حکم کی پابندی سہرگز عائد نہیں ہو سکتی اور یہ کہ جب کبھی خاص طبقہ میں جہاں اس حکم کا نفاذ ہوا احتمال شر و فساد باقی نہ رہے تو یہ حکم منسوخ کر دیا جائے اور مسلمانوں کی عورتوں کی آزادی بدستور قائم اور برقرار کر دی جائے۔ اب وہی مسئلہ تاویل اور قیاس اس آیت میں حائل کیا گیا ہے جو دیگر واضح اور صریح آیات نہ کورہ سابقہ میں کیا گیا تھا۔

قیاس و گمان اس سے زیادہ اور کیا وضاحت اور صراحت

ہو سکتی ہے کہ اس حکم کی مخاطب بنی کی بیبیاں۔ بنی کی بیبیاں اور تمام  
 مسلمانوں کی عورتیں کی گئی ہیں اور مدنیہ منورہ کا انتقام معین و محدود کیا  
 گیا ہے۔ پھر بھی اس حکم کی تاویل میں ایک بزرگ محترم نے تحریر فرمایا  
 ہے کہ ”مسلمان بیبیوں کے لئے فرمایا کہ جب وہ کسی ضرورت سے اپنے  
 گھروں سے باہر نکلیں تو وہ اپنی ظاہری وضع قطع سے بھی شریف معلوم  
 ہوں اور سوسائٹی کی کم درجہ عورتوں سے اپنی پوشاک و وضع الگ رکھیں  
 اس حکم میں ضرورت اور بلا ضرورت نکلنے کا حکم نہیں ہے لیکن یہ ظاہر  
 ہے کہ بلا ضرورت عورت ہو یا مرد کیوں نکلنے لگا۔ لہذا یہ اضافہ غیر  
 ضروری ٹھہرتے ہوئے بھی خیراں قابل اعتراض نہیں۔ مگر یہ اضافہ کہ  
 ”وہ اپنی ظاہری وضع قطع سے بھی شریف معلوم ہوں“ بالکل غلط ہے  
 نیز یہ طرز یہ کہ ”اور سوسائٹی کی کم درجہ عورتوں سے اپنی پوشاک و وضع  
 الگ رکھیں“ صریح طور پر قطع حکم ہے۔ پھر یہ بات تو فساد بہ پایا  
 کرنے والی ہے کہ ”مسلمان بیبیوں کے لئے فرمایا“ آیت میں بی بی  
 اور بانڈی کی کوئی تفریق و تخصیص نہیں ہے۔ ازواج مطہرات اور  
 بنی کی بیبیوں اور تمام مسلمان عورتوں کو یہ صراحت مخاطب فرمایا گیا  
 ہے۔ ایسے صافنا و صریح حکم میں مسلمان بیبیوں اور شریف و روزی  
 کی تخصیص پیدا کرنا بڑی المناک چیز ہے۔ اور ایسے دل شکن اور  
 مساوات و اخوت اسلامی کی جڑ کاٹنے والے الفاظ کہ کم درجہ  
 عورتوں سے اپنی پوشاک و وضع الگ رکھیں ”نہایت درجہ شرافت پر ہیں۔

اس لئے اور بھی کہ حکم صریح میں اس طرح کی تاویل اور قیاس آرائی کی  
 ذرا سی بھی گنجائش نہیں چھوڑی گئی ہے۔ غالباً یہ کہنا نامناسب نہیں  
 ہوگا کہ غیبی شخص بھی باسانی معلوم کر سکتا ہے کہ اس حکم کی مخاطب تمام  
 مسلمان عورتیں ہیں جن میں شریفہ۔ ذلیلہ۔ امیرہ و غریبہ کی ہرگز کوئی  
 تفریق نہیں ہے۔ پھر یہ معاملہ تو مسلمان عورت کی عزت و آبرو کا ہے۔  
 کیا امیر کی آبرو و غریب سے زیادہ ہوتی ہے اور کیا مسلمانوں میں شریفہ  
 اور ذلیل بھی کوئی قومیت اور فرقہ ہوتا ہے؟ مسلمہ طور پر شرافت  
 اعمال سے ہوتی ہے نہ کہ وہ پیسے سے پھر کم و زیادہ والی مگر شریفہ عورت  
 کو اچھے لباس والی امیر مگر ذلیل عورت پر جس کے اعمال اچھے نہ ہوں  
 ہر طرح قومیت اور برتری حاصل رہے گی۔ ذلیل امیر عورت کو یہ اعزاز  
 عطا فرمانا کہ وہ اپنے آپ کو لباس اور پوشاک سے شریفہ غریب عورت  
 سے ممتاز رکھے حقیقی شرافت کی سخت توہین اور حقارت لازم آتی  
 ہے۔ لباس اور کپڑے سے امتیاز وہی عورت پیدا کر سکتی ہے جو امیر  
 اور پیسے والی ہو۔ لیکن چادر غریب سے غریب کو میسر آسکتی ہے چنانچہ  
 حکم میں ہر امیر و غریب کو کھوڑی چادر پہنچ کر کے نکلنے کی ہدایت ہے  
 خود اسباب سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ہر مسلمان عورت کے لئے ایسا  
 سہل اور آسان طریقہ بتایا گیا ہے کہ کسی کے لئے کوئی مشکل نہ رہے اور نہ  
 کوئی تنگیں بنیں اس خاص مسئلہ حفظ ناموس میں پیدا ہوسکے  
 محترم موصوفہ کے فقرات مذکورہ بالا اس آیت کی تاویل و تفسیر میں کسی طرح



قرنِ صحت نہیں ہو سکتے۔

اس سے قبل ایک موقع پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ فی زمانہ رواج یہ ہو گیا ہے کہ آیاتِ الہی کو ذاتی منشاء و رائے کو ثابت کرنے کے لئے قیاسات اور دُور از کار تاویلات کے ذریعہ کام میں لایا جائے۔ ایک بزرگوار کا یہ قول کہ ”پیغمبر صاحب کی نسبت ایسا خیال کرنا کہ ان کو اپنی بیبیوں کی عصمت کا زیادہ پاس تھا سخت لغو خیال ہے۔ پیغمبر صاحب کو ہر مسلمان کی جان اپنی جان سے اور ایک ادنیٰ مسلمان کی آبرو اپنی آبرو سے زیادہ عزیز تھی“ قرنِ فی بیوتکن کی تاویل میں مذکور ہو چکا ہے کہ وہاں اللہ تعالیٰ کو خود بلا منشاء و رائے بھی ازواجِ مطہرات کی فضیلت اور عظمت ظاہر فرمانا منظور تھی اور واضح و صریح طور پر صرف اور تنہا ازواجِ مطہرات کو مخاطب فرمایا تھا تو یہ کاوش فرمائی گئی کہ کسی نہ کسی طرح اس حکم کی مخاطب ہر ادنیٰ عورت ثابت ہو جائے۔ حالانکہ قرنِ فی بیوتکن میں کوئی سوال حفظ ناموس اور آبرو کا نہیں تھا بلکہ محض وقار اور عظمت منظور تھی۔ ایک اور بزرگ نے قرنِ فی بیوتکن کی تاویل میں یہ فرمایا کہ ”ازواجِ مطہرات کا خداوند جلِ علائے نے مکانوں میں رہنا اور باہر نہ نکلنا مناسب و ضروری سمجھا تو عام عورتوں کے لئے تو بدرجہ اولیٰ اس کی اشد ضرورت ہونی چاہیے“ ازواجِ مطہرات کی علوم مرتبت پر اظہارِ ناراضگی کے سلسلہ میں خود حکمِ الہی پر اعتراض کر دیا۔ اور تمام جذبات مساوات اور رسول اللہ کے ارشادات

کا جن پر ایک خاص نیت اور ارادے سے استدلال کیا گیا تھا اس موقع پر  
قطعی خاتمہ کر دیا۔ اس طرح جس موقع پر صاف و صریح آبرو کا معاملہ درپیش  
ہے جس میں ہر مسلمان عورت بلا کسی تخصیص و امتیاز کے شامل اور مخاطب  
ہے وہاں شریف و ذلیل۔ اعلیٰ اور کمتر درجہ کی عورتوں کی تفریق کر دی  
گئی اور امیر عورت مخدومہ وہ اعمال میں بدتر کیوں نہ ہو اس کو اس بنا

پر شرف امتیاز دیا کہ وہ لپاس اور پوشاک کے ذریعہ شریف مگر غریب  
عورت پر امتیاز و تفریق حاصل کر سکتی ہے۔ یہاں جبکہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ  
کو ہر ادنیٰ و اعلیٰ مسلمان عورت کی آبرو و ساری طور پر محفوظ رکھنا مقصود  
ہے اور کسی چھوٹے بڑے اور امیر و غریب میں کوئی فرق منظور نہیں ہے تو  
اپنی ذاتی منشاء اور رائے کو ثابت کرنے کیلئے امیر و غریب اور شریف و ذلیل  
کی آبروؤں میں فرق و امتیاز پیدا کر دیا۔

اس میں شک نہیں کہ اس آیت کے مطابق ایسے مقامات پر جہاں  
فتنہ و فساد کا خوف ہو مسلمان عورتیں چادر میں بچی کر کے یا پرقع اور ڈھکر  
باہر نکلا کر پی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زیادہ احتمال ہو تو بہت کم باہر نکلیں اور  
زیادہ سے زیادہ احتیاط رکھیں۔ مگر اس حکم میں امیر و غریب کی کوئی تخصیص  
نہیں ہے نہ حفظ ناموس کے معاملہ میں ایسا ہو سکتا ہے۔ ہندوستان میں خود  
ہندوؤں کی عورتوں میں پردے کا رواج ہو گیا ہے۔ ان کے یہاں اٹلی  
اور ادنیٰ کی تفریق و تخصیص ہے امیر و غریب اور شریف و ذلیل کا امتیاز  
ہے۔ بالکل یہی رواج و دستور مسلمانوں نے اختیار کر لیا ہے اور امراء  
کی عورتیں گھروں میں قید رکھی جاتی ہیں لیکن غریب کی عورتیں ہندوؤں کی

شوہر عورتوں کی طرح بے پردہ اور آزاد رہتا ہے۔ ہنود میں اعلیٰ  
 ذاتوں کی تفریق و تخصیص مستحکم ہے پھر بھی یہی ذات والے ثروت  
 پاکر پردہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اعلیٰ بڑا مسلمانوں نے ذات پات کی تفریق قائم  
 کر لی ہے اور دولت کو معیار شرافت قرار دے لیا ہے۔ اس طرح صرف امرا  
 میں پردہ اور قید مکان کا نہ باوجود رواج ہے۔ اس خاص مسئلہ میں مساوات  
 کو بالکل پامال کر دیا ہے پھر اس فعل تفریق و تخصیص کو ثابت اور جائز کرنے  
 میں آیات قرآنی میں جو قیاس آرائیاں اور تاویلات کی ہیں وہ اوپر مذکور  
 ہو چکیں جو سراسر غلط ہیں۔ بظاہر قرآن پاک سے ثبوت و جواز اس امر کا  
 حاصل کرنے کے لیے کوشش کی گئی کہ تمام دنیا کی مسلمان عورتوں پر  
 اسی تفریق و امتیاز کے ساتھ پردہ اور قید مکان لازم اور فرض ہو جائے۔  
 یہ سب سچی لا حاصل ہوئی۔ بدیں وجہ کہ امیر و غریب اور شریف و ذلیل  
 کا امتیاز ممالک اسلامی میں کیسے رائج کیا جاسکتا تھا۔ اور وہ محض  
 ہندوستان کی خاص حالت کے ساتھ اپنے آپ کو خلاف احکام الہی کیونکہ  
 پابند کر سکتے تھے۔ یہ ہی نہیں بلکہ خود ہندوستان کے مسلمانوں میں کوئی معیار  
 اور طے شدہ قاعدہ پردہ کے قائم نہیں ہو سکا۔ کسی جگہ امرا اور غریبوں سے  
 کوئی عورت پردہ اور قید مکان کی پابند نہیں ہے اور کہیں اس شدت کا  
 پردہ ہے کہ باہر نکلنے والی عورتوں سے بھی پردہ کیا جاتا ہے جیسا کہ محمود  
 بیگم والی مثال میں مذکور ہوا ہے۔ یہ پردہ محض حصول اختیار اور برہنہ تکر  
 و سخوت کیا جاتا ہے جس کو علاوہ مسلمانوں کے غیر اقوام نے ہی محسوس کر کے

مفہوم کہ اگر ایسا سمجھتے ہیں۔ میں اپنی ایم ڈی لکھتی ہوں کہ وہ اپنی جماعت میں کسی شخص کا معیار شرافت بڑھی حد تک اس بات پر منحصر ہوتا ہے کہ آیا وہ اپنی بی بی اور لڑکیوں کو زنان خانہ میں بند رکھ سکتا ہے یا نہیں۔ چنانچہ ایسا ہوتا رہتا ہے کہ اعلیٰ ملازمین اور انھیں جیسے ہم حیثیت اشخاص اپنی عورتوں کو اس سختی کے ساتھ پرہے میں رکھتے ہیں جس طرح کوئی شاعر اور رکھتا ہے۔ مثلاً کسی کم حیثیت مسلمان کو جیسے ہی کچھ حیثیت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ اپنی عورتوں کو زنان خانہ میں رکھنے لگتا ہے اور مالی ترقی کے ساتھ ساتھ ایک معزز رتبہ حاصل کرنا شروع کر دیتا ہے۔ ”سٹر ڈوونے اپنا تجربہ بدیں الفاظ ظاہر کیا ہے کہ بعض اوقات زیادہ اعزاز ظاہر کرنے کے لئے وہ ویسی عورتیں جو کبھی پرہے نشین نہیں رہیں اور وہ اپنی عورتوں کی آمد پر یہ بہانہ کرتی ہیں کہ ہمارا ان عورتوں سے پرہے ہے اور سامنے آنے کی ممانعت ہے۔“

پرہے اور قید مکان کی تردید میں ایک یہ بات بھی ہے کہ مروجہ پرہے ہندوستان سے عورت کا شمار نابالغ یا فاخر العقل میں کیا گیا ہے اور اس کی حفاظت کے لئے انگریزوں نے قانون بھی مرتب کیا جس پر ہندوستان میں ایسی پیش آئیں جن میں پرہے نشین عورتوں کو ان کے کارندوں نے دھوکے دیئے اور ان کی جائیدادوں کو خورد برد کیا اور طرح طرح کے مالی نقصان پہنچائے اسی طرح شادی بیاہ کے معاملہ میں ثابت ہوا کہ مسلمان لڑکی خواہ بالغ ہو یا نابالغ اس کو اپنی مرضی و رائے استعمال کرنے کا کوئی



حق نہیں ہوتا اس کے ولی یا سرپرست جس کسی کے ساتھ چاہیں اُس کا نکاح کرادیں ان تمام باتوں کے لحاظ سے اور مسلمان عورتوں کے حفظ حقوق کی خاطر لازمی طور پر انگریزوں کو قانون بنا کر پڑا۔ مسلمانوں نے عورتوں کی آزادی اور حقوق پر ناجائز پابندیاں اور قیود عائد کرنے کے سوا کبھی اس کا خیال بھی نہیں کیا کہ ان معذوریوں سے جو سناجے لازمی ہوں گے ان کا کوئی تدارک یا قانون مرتب کیے لیکن یہ بات سہرگڑہ نہیں ہو سکتی کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منہد وستان جیسا پر وہ اور تہید مکان تمام دنیا کی مسلمان عورتوں پر عائد کرنا ہوتا تو ان کے حفظ حقوق کا کوئی حکم نہ ہوتا۔ یا خود شارع ایسا قانون وضع کرنے سے غافل رہتے۔ بہر حال آیت مذکورہ سے ہنگامی اور وقتی شناخت کی نظر ضرور ثابت ہوتی ہے اور رفع شر و فساد کی بنا پر باعتبار علاقہ جات پابندیاں اور قیود بھی عائد کی جاسکتی ہیں لیکن ان قیود و پابندیوں کا نفاذ و جو از دنیا کے تمام مسلمانوں پر نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اس میں کوئی تفریق و تخصیص شریفہ در ذیل کی ہو سکتی ہے۔ البتہ اگر یہ صورت اختیار کی جائے کہ تفریق مخالفت کی غریب عورتیں بے پردہ نکلتی ہیں اور ان کو کوئی چھپرتا نہیں ہے لہذا مسلمانوں کی غریب عورتیں بھی اسی مفاہمت باہمی کے تحت باہر نکلا کریں تو یہ امر بھی قرین عقل ہو گا۔ بلکہ یہ سب پابندیاں اور آزادیاں مفاہمت اور باہمی صلح نامہ کی بنا پر ہوں گی اور قیام امن و صلح کی خاطر ہوں گی جن کا اطلاق دنیا کے تمام مسلمانوں پر سہرگڑہ نہیں ہو گا بلکہ خود منہد وستان کے ہر خطے اور علاقے پر نافذ نہیں

ہوگا۔ کیونکہ جہاں کہیں کوئی احتمال و اندیشہ فساد کا نہ ہو وہاں مسلمان عورتوں کی آزادی سلب کرنا ناجائز اور داخل ظلم ہوگا۔

مذکورہ بالا احکام الہی سے بدرجہ اتم ثابت ہے کہ مسلمان عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے سوائے ضروری اور لازمی ستر پوشی کے قیود پر وہ سے قطعی آزاد رکھا ہے۔ قید مکان کو سراسر سخت بخود فرمایا ہے جو بغیر ارتکاب جرم عائد نہیں کی جاسکتی۔ عورتوں کا مکانوں سے باہر نکلنا جائز رکھا ہے۔ اور جملہ اعمال دین و دنیاوی میں ان کو مردوں کے برابر حقوق عطا فرمائے ہیں۔ خلقی کمزوری کی بنا پر کچھ حقوق کی مزید حفاظت فرمائی ہے۔ اور جہاں منافق یا دیگر مذاہب کے مردوں سے مسلمان عورتوں کو مضرت پہنچنے کا یا ان کی چھیر چھاڑنے سے فساد کا احتمال و اندیشہ ہو تو وہاں مسلمان عورتوں کو برقع کے ساتھ یا چادری نیچی لٹکا کر چلنے کا حکم دیا ہے۔ پھر اگر فریق مخالف بطور مفاہمت باہمی یا صلح نامہ کی بنا پر اپنی عورتوں کو مکانوں میں قید کر لیں تو اسی حکم کی نظیر پر مسلمان بھی اپنی عورتوں کی حفاظت کی خاطر ان کو گھروں سے بغیر انتہام کافی باہر نہ نکلنے دیں۔

کہا گیا ہے کہ یہ حق مردوں کو حاصل ہے کہ وہ باہر نکل کر مکان کی کمانی کہیں جو عورتوں کی سیر اوقات کا ذریعہ ہو اور عورتوں کا فرس ہے کہ وہ مکان کے اندر قید رہ کر انتظام خانہ داری میں مردوں کی کمانی احتیاط کے ساتھ صرف کریں گویا کمانی کرنے کا حق صرف مردوں تک محدود رہتا ہے لیکن قرآن مجید کا حکم یہ ہے :

لَا يَحِلُّ نَصِيْبُهُمَا الْكُتْبَانِ ۚ  
 وَ لِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا كُتِبْنَ ۚ  
 مرد جو کما میں وہ اُن کا ہے اور عورتیں  
 جو کما میں وہ اُن کا۔

ظاہر ہے کہ کمائی کرنے میں بھی عورتوں کو وہی حق اور آزادى حاصل ہے جو مردوں کو اور دونوں اپنی اپنی کمائی کے جداگانہ مالک ہیں۔ کہا جاسکتا ہے کہ اس سے یہ مطلب کہاں ہے کہ عورت باہر نکل کر کمائے گھر میں مقید رہ کر بھی کما سکتی ہے۔ جو اب ہو گا کہ مرد بھی اسی طرح کمائے باہر کیوں نکلے۔ عورتیں مستوجب اعتراف ہو سکتی ہیں کہ اس حکم سے صرف غریب عورتیں مراد ہے۔ جو اب دیا جائے گا کہ مرد بھی غریب مراد ہیں لہذا غریب مرد اور غریب عورتیں باہر نکل کر کمائی کریں اور امیر مرد اور امیر عورتیں گھروں کے اندر مقید رہیں۔ فی الحقیقت حکم واضح اور صاف ہے کہ مرد اور عورتیں خواہ امیر ہوں یا غریب دونوں کمائی کرنے میں برابر کے حق رکھتے ہیں اور اپنی اپنی کمائی کے مالک رہیں گے۔ کسی تاویل کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش۔ علامہ اقبال نے مسلمان کی حالت کے بارے میں اس طرح بیان فرمائی ہے:

تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا ۚ  
 تاویل کا پھندا کوئی صیاد لگا دے ۚ  
 پو کھیل مرید سی کا تو ہر تار بہت جلد  
 یہ شلخ نشین سے اترتا ہر بہت جلد

# باب چہارم

## عہد نبوی

احادیث و روایات کا ارتداد اول تو یہ ہی تھا کہ جو کچھ مجھ سے سنو اس کو قلمبند نہ کرو مگر بعدہ ارشادات نبوی تحریر کئے گئے یہ کام ضروری اور لازمی ہو گیا تھا اسی کے ساتھ ساتھ لوگوں نے اعتراض واتی کی خاطر احادیث میں تصرفات کئے اور وضع کرنا بھی شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جملہ اختلافات امت کی اصل و بنیاد نہ پاوہ ترا حدیث ہیں پھر متضاد احادیث اس کثرت سے وجود میں آگئیں کہ استدلال ناممکن ہو جاتا ہے تاہم خیال و قیاس سے ان کی صحت ثابت ہی کی جاتی ہے یہاں صرف ایک موضوع قید مکان اور پردے کا ہر احکام قرآنی درج کئے جا چکے ہیں لہذا وہ احادیث جو احکام مذکور کی تائید و موافقت میں ہوں لامحالہ قابل قبول اور مستند ہونی چاہئے الا جو احادیث ان کے خلاف اور متضاد ہوں ان کی صحت کے لئے خاص مواقع اور دلائل کی ضرورت ہو گی چنانچہ وہ خارج از بحث رہیں گی۔ مثلاً قرآن مجید میں یہ حکم نہیں ہے کہ کسی حالت میں عورت کی نظر غیر مرد پر نہ پڑنا چاہئے یہ بات ناممکن کبھی تھی جب کہ مسلمان عورتیں فضا کی حاجت کے لئے سو و اسلف کے لئے ضروریات خانہ داری کا کمر لے کر ہجرت



کے لئے جہاد کے لئے نماز کے لئے برابر نکلتی رہیں روایت یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ رسول اللہ کے پاس بیٹھی تھیں کہ ابن مکتوم نابینا صحابی آئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا مدان سے پردہ کر کہ حضرت ام سلمہؓ نے عرض کی "کیا یہ نابینا نہیں ہیں نہ وہ ہم کو دیکھیں گے نہ بچائیں گے" اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا "کیا تم دونوں بھی نابینا ہو گیا تم اسٹیں نہیں دیکھ سکتی ہو" اس کے بالکل برعکس یہ روایت ہے کہ حضرت فاطمہؓ قیسؓ کو رسول اللہ نے حضرت ام شریکہؓ کے یہاں اس بنا پر عدت بسر کرنے کی اجازت نہیں دیا کہ وہ دولت مند اور فیاض صحابیہ تھیں اسی لئے ان کے گھر میں بہانوں کی کثرت کی وجہ سے پردے کا انتظام نہیں ہو سکتا تھا بنا براں انھیں نابینا صحابی ابن مکتومؓ کے گھر پر فاطمہ بنت قیسؓ کو عدت بسر کرنے کا حکم یہ دیا گیا کہ "وہ اندھا آدمی ہے اور اس کے یہاں تم بے پردہ رہ سکتی ہو" موقع و مصیبت وقت کے لحاظ سے ہر دو احادیث صحیح ثابت ہو سکتی ہیں لیکن جہاں تک حکم قرآنی کا تعلق ہے ان اختلافی احادیث پر استدلال نہیں کیا جاسکتا کیونکہ قرآن سے نہ صرف ان کی کوئی تائید نہیں ہوتی بلکہ ایسی احادیث کو ثابت کرنے کے لئے طویل بحث اور دلائل کی ضرورت پیش ہو جاتی ہے اور پھر بھی اس قسم کے مشکل سوال حل کرنا پڑیں گے کہ اگر ام شریکہؓ بنا پر وہ تھیں تو فاطمہ بنت قیسؓ یا سانی ان کے ساتھ رہ کر عدت بسر کر سکتی تھیں پھر اگر خود ام شریکہؓ بے پردہ تھیں تو فاطمہ بنت قیسؓ پر پردہ کیسے عائد کیا جاسکتا تھا۔ ابن مکتومؓ نابینا تھے مگر مرد تھے ان کا گھر بقیعہ ام شریکہؓ کے گھر کے کچھ نرسوں پر ہو سکتا تھا

تقدیم فی الاسلام  
 رسول اللہ کا پہلا نکاح حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا  
 کے ساتھ ہوا تھا اس نکاح کی درخواست خود  
 حضرت خدیجہ کی طرف سے کی گئی تھی نکاح کے بعد حضورؐ فکرِ معشیت سے  
 آزاد ہو کر ذکرِ الہی میں ہمہ تن مصروف ہو گئے پانی کی مشک اور ستو بے کر  
 غارِ حرا میں عبادت گزار رہتے تھے آنحضرتؐ نے خدیجہؓ سے نزولِ وحی کا ذکر  
 کیا اور مشکلاتِ نبوت پر غور کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ ”مجھے اپنی جان کا اندیشہ  
 ہے“ حضرت خدیجہؓ نے جواب میں کہا ”نہیں نہیں آپ کو ڈر کا ہے کا ہے بچہ خدا  
 اللہ آپ کو ہر ایک بُری بات سے بچائے گا میں دیکھتی ہوں کہ آپ اہلِ قرابت سے  
 عمدہ سلوک فرماتے و رمانوں کی دستگیری کرتے۔ تہی دستوں کی امداد فرماتے  
 مہانوں کی دعوت کرتے اعلیٰ معیت زور کی امداد کیا کرتے ہیں“ اس کے  
 بعد حضرت خدیجہؓ نے بنی اکرمؓ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد کے پاس  
 لے گئیں ورقہ عیبائی تھا اور اہمیت کا بڑا عالم تھا خدیجہؓ نے رسول اللہؐ  
 سے عرض کر کے جبریلؑ کی آمد اور وحی لانے کا حال ورقہ کو سنوایا اس نے  
 حضورؐ کی تصدیق کی اور کہا کاش آج میں جو ان ہوتا کہ حضورؐ کی خدمت کرتا نیک  
 مرد ورقہ اس واقعہ سے کتھڑے دنوں بعد ہی انتقال کر گیا۔ حضرت خدیجہؓ اسلام  
 میں سب سے پہلے داخل ہوئیں ان پر کسی مرد یا عورت کو سبقتِ اسلام حاصل  
 نہیں ہے۔

اولین شہداء فی الاسلام  
 ابتدا سے اسلام میں ایمان لانا اور اس پر قائم  
 رہنا آسان بات نہیں تھی وہی حقیقت اس میں

کوئی پر آڑ پایا جاسکتا تھا میں کو انتہائی اذیت کی پرواہ نہ ہوتی اور جان کی کوئی حقیقت نہ سمجھتا مردوں نے یہ معمول نہیں برداشت کیے مگر عورتوں کے کارنامے ان سے کسی طرح کم نہیں

حضرت ام شریکہ رضی اللہ عنہا نے تو ان کو ان کے اعزاء و اقارب نے دھوپ میں کھڑا کیا اور شہد جیسی گرم شے روٹی کے ساتھ کھلائی پھر پانی پینے نہیں دیا اس طرح تین دن جبر و ظلم کر کے ظالموں نے کہا بد جس مذہب پر تم ہو اب اس کو چھوڑ دو" وہ اس درجہ تکلیف زدہ اور بدحواس تھیں کہ مطلب نہ سمجھ سکیں تب جفاکاروں نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے سجھایا جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ ظالم تو حید سے انکار چاہتے ہیں تو بولیں "خدا کی قسم میں تو اسی عقیدے سے قائم ہوں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن اسلام لائیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو اس قدر مارا کہ تمام بدن اچھل گیا لیکن انھوں نے صاف صاف کہا کہ دیا کہ جو کچھ کرنا ہو کرو میں تو اسلام لا چکی تیسنے کو بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مارنے تک جانتے تو کہتے تھے کہ میں نے رجم کی بنا پر نہیں بلکہ اس وجہ سے چھوڑ دیا ہے کہ تھک گیا ہوں اسی طرح زہرہ کو بھی جو ان کے گھرانے کی لونڈی تھی نہایت اذیت دیتے تھے۔

ہجرت نبویؐ کے موقع پر قریش حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مکان پر آئے اور واز سے پر دستک دی اسرار بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا پر آئیں ابو جہل نے دریاقت کیا اور کئی تفسیر باپ کہاں ہے وہ بولیں بخدا مجھے معلوم نہیں ہے ابو جہل نے

اس زود سے طمانچہ مارا کہ اس کے کان کی بالی پیچھے گر گئی۔

حضرت عمارؓ کی وارہ حضرت سمیہؓ کو کفار نے ایک دن حسب عادت لہجہ کی زرہ پہنا کر وہ چوپا میں لٹا دیا اسی صورت حال میں آنحضرتؐ کا گذر ہوا تو حضورؐ نے فرمایا درصبر کرو تمہارا ٹھکانا جنت میں ہے کفار اس پر بھی نہ مانے اور ابو جہل نے ایسی برہمچی ماری کہ وہ شہید ہو گئیں چنانچہ اسلام میں سب سے پہلے شرف شہادت انہیں فاتون کو نصیب ہوا۔

معلوم ہوا کہ نور ایمان سے منور ہونے کا شرف سب سے پہلے ایک ہجرت فاتون کو ملا۔ شہادت کے نسبت اور عظمت سے مسلمان بھڑکیا آگاہ

ہی چنانچہ اسی اعلیٰ ترین مرتبہ کا شرف بھی سب سے پہلے ایک فاتون ہی کو حاصل ہوا احکام الہی کے مطالعہ سے معلوم ہو گیا کہ ہجرت بھی بہت بڑا کارنامہ ہے ہاجرین کے لیے اللہ تعالیٰ نے رحمتوں اور بخششوں کا وعدہ فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ دنیا میں ان کو بہتر اور پسندیدہ ٹھکانے اور مقامات پاکیزہ اور آخرت میں بہت بڑے اجر ملیں گے۔ امر واقعہ ہے کہ ہاجرین نے گھرباہ خویش و تنباہ املاک و اموال کو چھوڑ کر صرف اللہ اور رسول کی راہ میں ہجرت کی تھی یہ بھی امر مسلمہ ہے کہ ہجرت کے حکام مرد و زن کے لیے یکساں ہیں اور یہ کہ ہجرت کے موقعہ پر عورتوں نے بھی مردوں کے دوش بدوش ہجرت کیا اور ہجرت کے کاموں میں حصہ بھی لیا اس میں بھی عورتیں ممتاز نظر آئیں گی۔

نبی ہاشم اور نبی مطلب نے متفق ہو کر آنحضرتؐ اور کلی مسلمانان مکہ کو تکلیف دہی کا عہد کر لیا اور جہاں کہیں مسلمانوں کو پاتے تھے وہیں سے ہار تے اور



طرح طرح کی اینڈا پہنچاتے تھے نماز نہیں پڑھنے دیتے تھے اور عین حالت نماز میں  
 فلاحت لاکر نمازیوں پر ڈالتے تھے جب یہ اینڈا رسائی حد سے زیادہ بڑھ گئی تو  
 حضور نے مسلمانوں کو ملک حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا سب سے پہلے  
 حضرت عثمان بن عفان اور ان کی بیوی حضرت رقیہ بنت رسول اللہ اور  
 ہند بھہ اور ان کی بیوی اور زبیر بن العوام و مصعب بن عمیر و عبد اللہ بن  
 عامر اور ان کی بیوی لیلیٰ و سہیل وغیرہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنا شروع کر دیا انھیں  
 لوگوں کے ساتھ جعفر بن ابی طالب بھی ہجرت کر گئے یہاں تک کہ حبشہ میں ہجرت  
 کی تعداد میں تک پہنچ گئی ان ہجرتین اولین کا تقاب مشرکین مکہ نے دیکھا  
 کیا مگر ناکام واپس آئے۔

انتالیس مردوں اور تیس عورتوں کی ہجرت حبشہ کے بعد عمر ابن الخطاب  
 اسلام لائے تھے اس کے بعد ہجرتین حبشہ کو یہ غلط خبر ملی کہ قریش مسلمان ہو گئے  
 حضرت عثمان اور ان کی بیوی ابو حذیفہ رضی اللہ عنہما اور ان کی بیوی وغیرہ گئی اور تیس افراد  
 مکہ میں واپس آئے مگر انھوں نے مسلمانوں کو اسی حالت پر پایا جس پر چھوڑ گئے تھے  
 سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ وہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے ہجرت فی  
 سبیل اللہ کی سنت اپنے شوہر کے ساتھ دیکھ کر قائم کی اور ہر ایک ہجرت کرنے والے  
 کے لئے شاہراہ ہدایت کا افتتاح ہمیشہ ہدایت کے واسطے فرمایا حاکم نے یہ حدیث  
 ان کی منقبت میں روایت کی ہے: "لو طأ اور ابراہیم کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جنہوں  
 نے راہ خدا میں ہجرت کی"

ام المؤمنین سوڈا پہلے سکران بن عمرو بن عبد ود کے نکاح میں تھیں یہ

پہلے ایمان لائیں پھر ان کی ہدایت و ترغیب سے سکراں مشرف باسلام ہوئے اس کے بعد انھوں نے خاوند کے ساتھ معہ انچا والدہ کے ہجرت حبش کی سکراں نے حبش میں انتقال کیا تب رسول اللہ نے سو و ہجرت کے مصائب کو جلد ختم کرنے کی غرض سے بعد از وفات خدیجہ الکبریٰ ان سے نکاح کر لیا۔

ام المومنین ام حبیبہ کا بیٹا شوہر عبید اللہ بن حبش تھا جو حبش کو ہجرت کر گیا تھا تاہم انھوں نے اس لئے حبش میں بیٹھ کر عیاشی ہو گیا مگر ام حبیبہ رضی اللہ عنہا پر قائم رہیں اسلام کے لئے انھوں نے باپ بھائی خویش و قبیلہ اور وطن کو چھوڑا پورس میں خاوند کے سہارا تھا وہ اس کے ارتداد سے جانا رہتا تھا اگر مہ کو حال معلوم ہوا تو عمرو بن ابیہ القہری کو بادشاہ حبشہ کے پاس بھیجا کہ ام حبیبہ کو آنحضرت کا پیام شادی پہنچا دے بادشاہ نے اپنی لونڈی کو خبر کرنے بھیجا لونڈی سے یہ پیام شکر ام حبیبہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا اور شکرانہ میں اپنا تمام زور جو جسم پر تھا لونڈی کو عطا فرمایا۔

ہجرت حبش کے بعد آنحضرت نے حکم الہی اپنے اصحاب کو مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کا حکم دیا سب سے پہلے ابو بکر رضی اللہ عنہ بعد ازاں عامر رضی اللہ عنہ پھر کنینہ رضی اللہ عنہا ان کے بعد عکاشہ بن محسن اور ایک گروہ بنو اسد جن میں زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ام المومنین سہمی تھیں اور ان کی دونوں بہنوں آمنہ و ام حبیبہ نے ہجرت کی۔

سردار دو عالم روزانہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے جاتے تھے ایک دن وہ پھر کو تشریف لے گئے اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کی بڑی بہن اسماء رضی اللہ عنہا بیٹھی تھیں حضور نے آواز دی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کوئی

غیر نہیں ہے حضور تشریف لے آئیں آپ تشریف لے گئے اور ہجرت کا قصد ظاہر فرمایا۔ آنحضرتؐ نے جب مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ رات کو روانہ ہو کر غار ثور میں قیام فرمایا تین دن اس غار میں گزارے اسما بنت ابوبکرؓ روزانہ مکہ سے کھانا لاکر کھلا جاتی تھیں جب غار ثور سے سواری پر روانہ ہونے کا وقت آیا تو اسماؓ نے اور راہ از قسیم طعام پکا کر لائی عجلت میں رسی لانا بھولی گئیں چنانچہ اسماؓ نے اپنا نطق دکھڑا پھار کر ناشتہ بانڈھ کر نکلا دیا اسی روز سے اسما بنت ابوبکرؓ ذات انطا قین کے نام سے موسوم ہو گئیں۔

مکہ معظمہ سے سفر ہجرت کر کے جب آنحضرتؐ شہر مدینہ کے قریب پہنچے تو سرت کی یہ کیفیت تھی کہ عورتیں آنگٹیں اور گانے لگیں کہ مدکوہ وداع کی گھاٹیوں سے چاند نکل آیا ہے : جب تک وہاں گئے وائے وہاں لگیں ہم پر خدا کا فکر واجب ہے : لڑکیاں دف بجا بجا کر یہ گاتی تھیں کہ : ”ہم خاندانِ سخا کی لڑکیاں ہیں محمدؐ کیسا اچھا ہم سا ہے“ حضورؐ نے ان لڑکیوں سے خطاب فرمایا کیا تم مجھ کو چاہتی ہو بولیں ہاں ! حضورؐ نے فرمایا میں سبھی تم کو چاہتا ہوں۔

اس کے بعد عبداللہ بن اریقظ جو رہبر ہجرت کے لئے گیا تھا مدینہ سے مکہ واپس آیا اور عبداللہ بن ابی بکرؓ کو ہجرت پہنچ جانے کی اطلاع دی اس وقت عبداللہ بن ابی بکرؓ اپنی بہن عائشہؓ اور اپنی ماں ام رومانؓ اور طلحہ بن عبد اللہؓ کے ساتھ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے۔

رسول اللہؐ نے مدینہ سے زید کو روانہ کیا کہ مکہ معظمہ سے صاحبزادوں اور حرم بنو ہاشم کو جا کر لے آئیں زینب بنت رسول اللہؐ کو ان کے شوہر نے لے

نہیں دیا نہ یہ فاطمہ زہراؑ اور حضرت سودہؓ (زوجہ محترم) کو لے کر آسکے۔

سیدہ زینب بنت خدیجہ الکبریٰؓ اپنی والدہ کے ساتھ داخل اسلام ہو گئی تھیں مگر ابوالعاص شوہر سیدہ زینبؓ کا اسلام متاخر تھا جنگ بدر میں ابوالعاص قریش کی جانب تھے ان کو عبداللہ بن جبیر بن نقمان الغسانی نے اسیر کیا تھا سیدہ زینبؓ نے ان کے فدیر میں اپنا وہ ہار بھجایا تھا جو خدیجہؓ نے بیٹی کو بھیڑ میں دیا تھا ابوالعاص نے اسیر عی بدر سے رہائی پاتے وقت رسول اللہؐ سے وعدہ کر لیا تھا کہ سیدہ زینبؓ کو ہجرت کی اجازت دے دیگا چنانچہ سیدہ اپنے والد اکرم کی خدمت میں پہنچ گئیں سفر ہجرت میں سیدہ زینبؓ کی مزاحمت مبارک بنی الاسود نے کی تھی نیزے کے صدمہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا نبی اکرمؐ نے ان کی منقبت میں فرمایا ہے کہ: "وہ میری بیٹیوں میں افضل ہے میرے لئے اسے مصیبت پہنچائی۔"

مدینہ منورہ میں تھا جرین کے قیام کے لئے جب بذریعہ قرعہ اندازی فیصلہ کیا گیا تو عبداللہ بن قطعونؓ حضرت ام المومنین کے حصہ میں آئے عبداللہ کا جب انتقال ہوا تو کفن پہنانے کے بعد ام المومنین نے صحبت کے لہجہ میں کہا تم پر خدا کی رحمت ہو میں شہادت دیتا ہوں کہ خدا نے تمہاری عورتا کی اس واقعہ سے مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں میں اس رفاقت باہمی کا پتہ چلتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم دیا ہے۔

ام سلمہؓ نے معہ اپنے بیٹے شوہر ابو سلمہؓ کے مدینہ کو ہجرت کرنا چاہی مگر



والوں نے بچہ کو چھپین لیا اور ام سلمہؓ کو نہیں جانے دیا۔ ابوسلمہؓ تنہا ہجرت کر گئے۔  
 ام سلمہؓ نہ مکہ ہی میں رہیں ہر روز شام کو اسی مقام پر آ بیٹھا کرتی تھیں جہاں شوہر سے  
 مفارقت ہوئی تھی ایک سال تک برابر روتی رہیں پھر سنگدلوں نے بچہ دسے دیا اور  
 سفر کی اجازت دسے دی یہ یکہ و تنہا مدینہ کو چلے میں عثمان بن طلحہ جو کلید بردار  
 بیت الحرام تھے ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن ام سلمہؓ کی بیگمسی اور تنہائی پر  
 رحم آیا ساتھ ہوئے ام سلمہؓ کو اونٹ پر سوار کرتے خود سپرل چلتے منزل پر پہنچ کر  
 ان سے دور پر ٹھہرتے جب شہر مدینہ و کھائی و سب لگا تو کہا تم آگے چلی جاؤ میں  
 واپس جاتا ہوں ام سلمہؓ نے ہجرت حبشہ بھی کی تھی۔

احکام انہی میں مطالعہ ہو چکا کہ جہاد کا حکم بھی سوائے مستثنیات  
**جہاد** کے ہر مرد و زن کے لئے یکساں صادر ہوا ہے وہ کام جو مسلمان

عورتوں نے ابتداء اسلام میں جہادوں میں انجام دیئے اس کی اہمیت پورے پد کے  
 ماہرین جنگ کو سدہا برس بعد محسوس ہوئی اور جب تک انھوں نے عورتوں کو  
 ان کے فرائض جنگ کی تعلیم و تربیت و دیگر خدمات حاصل نہیں کیں ان کو کامیابی  
 حاصل نہیں ہوئی مسلمانوں نے جب سے اپنی افواج کو عورتوں کی خدمات سے  
 محروم کر دیا اسی وقت سے شکست ہونا شروع ہوئی اور عام زوال کی صورت  
 پیدا ہو گئی مسلمان عورتوں نے جو خدمات جنگ انجام دی تھیں اس کی ضرورت  
 اُس وقت کے کفار نے بھی محسوس کی تھی اور اپنی عورتوں کو میدان جنگ میں لے  
 آئے تھے لیکن کفار کی عورتوں کے کام اور مسلمان عورتوں کے فرائض میں بہت  
 فرق تھا مشرکین کی عورتیں زیادہ تر اظہار جذبات اور اشتعال دلانے کا کام کرتی

ہیں اللہ ان شاء اللہ مسلمان عورتیں حقیقی خدوات انجام دیتی رہیں اس موازنہ کے لئے پہلے کفار کی عورتوں کی چند مثالوں پر نظر ڈالنا چاہئے۔

جنگ احد (۶۲۵ء) میں کفار مکہ کی طرف سے  
بڑے مسزنگھرانوں کی عورتیں بھی فوج

مشرک عورتوں کی شرکت جنگ

میں شامل تھیں ہند عتبیٰ کی بیٹی اور امیر معاویہ کی ماں ام حکیم۔ مکرمہ ابو جہل کے بیٹے کی بیوی فاطمہ حضرت خالد بن ولید کی بہن۔ مسعود ثقفی رئیس طائف کی بیٹی۔ زبیرہ عمر بن العاص کی زوجہ حناہ حضرت مصعب بن عمیر کی ماں وغیرہ۔

اسی جنگ احد میں طبل جنگ کے بجائے کفار کی طرف سے سب سے پہلے قریش کی عورتیں دفن پر اشعار پڑھتی ہوئی بڑھیں اور سفیان کی بیوی عتد کے آگے اور چوڑھ عورتیں ساتھ ساتھ تھیں اشعار یہ تھے: ”ہم آسمان کے

تاروں کی بیٹیاں ہیں: ہم قالینوں پر چننے والیاں ہیں: اگر تم بڑھ کر لڑو گے تو ہم تم سے گلے ملیں گے: اور تیچھے قدم ہٹا پا تو ہم تم سے الگ ہو جائیں گے۔

مقتولین بنو قریظہ (یہودی) چار سو تھے ان میں صرف ایک عورت تھی اور وہ اس قضیہ میں مارے گئی کہ اس نے قلعہ سے پتھر گرا کر ایک مسلمان کو شہید

کر دیا تھا قتل گاہ میں مجرم آئے اور عدم کو روانہ ہوتے جاتے تھے ایک ایک کا نام پکارا جا رہا تھا اور یہ ہوش رہا بعد ابار بار اس عورت کے کانوں میں آتی تھی لیکن

وہ بیہ تکلف حضرت عائشہ سے باتیں کرتی جاتی اور بات بات پر ہنسی بجاتی تھی دفعتاً قاتل نے اس کا نام پکارا وہ بیہ تکلف اٹھ کھڑی ہوئی حضرت عائشہ نے اسے

پوچھا کہاں؟ بولی میں نے ایک جرم کیا تھا اس کی سزا اٹھانے جاتی ہوں۔

شہد ہجری میں جب سفارت واپس چلی تو آنحضرتؐ نے ابوسفیانؓ اور  
 مغیرہؓ کو بھیجا کہ شرط کے مطابق طائف کے منعم اعظم لات کو جا کر توڑ آئیں مغیرہ نے  
 طائف پہنچ کر بت کدہ کو ڈھانا چاہا تو عورتیں روٹی ہوئی تنگے سر آگئیں اور یہ  
 اشارہ پڑھنے لگیں: "لوگوں پر رو کہ بیت بھتوں نے اپنے بتوں کو دشمنوں کے  
 والہ کر دیا اور سرکہ آرائی نہ کر سکے"

فتح مکہ کے سلسلہ میں جب ابوسفیانؓ کو ناکام واپس ہوا تو اس کی واپسی  
 کے بعد آنحضرتؐ نے مکہ کی طرف چلنے کا حکم دیا صحابہ ساہان سفر اور آلات حرب  
 درست کرنے لگے اسی اثناء میں عاتب بن ابی بلتعہ نے ان حالات کو ایک خط میں  
 لکھ کر ایک عورت مزنیہ کبوتر کے ہاتھ اہل مکہ کی طرف روانہ کیا آنحضرتؐ کو بذریعہ  
 وحی اس امر کی اطلاع ہو گئی آپ نے علیؓ زبیرؓ اور مقدادؓ کو اس عورت کی  
 گرفتاری پر مامور کیا ان صاحبان نے اس کو روضہ خارج میں پہنچا کر قمار کر لیا  
 اسباب اس کا ڈھونڈنا خط نہیں ملا تب حضرت علیؓ نے اس عورت سے کہا  
 بہتر ہو گا کہ تو اس خط کو دیدے ورنہ ہم بہت تنگ کریں گے عورت اس دھمکی  
 میں آگئی اور اس نے اپنے جوڑے سے نکال کر وہ خط دے دیا یہ صاحبان  
 عورت کو معہ خط کے آنحضرتؐ کے پاس پکڑ لائے۔

ہند زویجر ابوسفیان نے نبی کریمؐ کے چچا کا کلیجہ سینہ سے نکال کر دانتوں  
 سے چبایا تھا ان کے ناک و کان کاٹ کر تاکے میں پر دکر گئے کاہر بنایا تھا۔

مسلمان خواتین کی خدا چنگ  
 اب مسلمان خاتونوں کے کارنامے قابل  
 غور ہیں صحابہ کرامؓ نے جس طرح جہادوں

میں واد شجاعت دی صحابیات کے بہادرانہ کارنامے اس سے بھی زیادہ  
 حیرت انگیز ہیں غزوات میں صحابیات کے لئے سب سے زیادہ سوزوں  
 کام زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا اور مجاہدین کے آرام و آسائش کا سامان ہم  
 پہنچانا تھا اور وہ اس خدمت کو نہایت خلوص اور دلسوزی سے انجام  
 دیتی تھیں۔

حضرت ام عطیہؓ ایک صحابیہ تھیں جو رسول اللہ کے ساتھ گزریوں  
 میں شریک ہو کر مجاہدین کے اسباب کی نگرانی کرتی تھیں کھانا پکاتی تھیں  
 مرہموں کا علاج اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

حضرت رفیدہؓ نے مسجد نبوی میں ایک خیمہ قائم کر رکھا تھا جو لوگ  
 زخمی ہو کر آتے تھے وہ اس خیمہ میں ان کا علاج کرتی تھیں۔

حضرت ریح بنتا معوذہؓ کا بیان ہے کہ ہم سب غزوات میں شریک  
 ہو کر مجاہدین کو پانی پلاتے تھے ان کا خدمت کرتے تھے اور مدینہ تک زخمیوں  
 اور لاشوں کو اکٹھا اٹھا کے لاتے تھے۔ شہداء کی لاشیں آتی تھیں تو بچے  
 اور عورتیں قبر کھود کر ان کو دفن کرتے تھے

غزوہ احد میں خود حضرت عائشہؓ شریک تھیں اور حضرت ام سلمہؓ  
 اپنی پیٹھ پر مشک لاد لاد کر لاتی تھیں اور لوگوں کو پانی پلاتی تھیں۔

جنگ خیبر کے صحابیہ عورتیں بھی شامل لشکر تھیں  
 جو بیماریوں اور زخمیوں کی خیبر گیری اور تیار داری کے لئے ہمراہ تھیں۔

جنگ احد میں سیدہ فاطمہؓ نے عملاً حصہ لیا مدینہ میں یہ خبر



مشہور ہوئی کہ نبی کریم ﷺ شہید ہو گئے سیدہ میدان جنگ میں پہنچ گئیں  
 اس وقت حضور فارسی باہر نکل آئے تھے سیدہ نے باپ کے زخموں  
 کو دھویا اور حیب دیکھا کہ خون نہیں کھتا تو کھجور کی صف جلا کر اس کی لکھ  
 زخموں پر رکھی جس کے بعد خون بند ہو گیا۔

اسی غزوہ احد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ  
 ام عمار رضی اللہ عنہا بھی آنحضرت کے پاس پہنچی تھیں اور اپنا سینہ سپر کر دیا تھا جب  
 کفار آپ پر پڑھتے تھے تو تیر اور تلوار سے روکتی تھیں ابن عمیر جب  
 آنحضرت کے پاس پہنچ گیا تو ام عمار نے بڑھ کر روکا چنانچہ شانہ پر زخم  
 آیا اور غار پر گیا۔ انہوں نے بھی تلوار ماری لیکن وہ دوسری زخم پہنچے  
 تھا اس لئے کارگر نہ ہوئی۔

انصار میں سے ایک عقیقہ کے باپ بھائی شوہر سب شہید ہو گئے  
 تھے اس نے پاس آکر چہرہ مبارک رسول اللہ دیکھا اور بے اختیار پکار  
 اٹھی: "میرے ہوتے ہوئے سب مصیبتیں بھیجیں"۔

مکہ ہجری میں ایک انصاری عورت بدشہ کی بازار میں ایک یہودی کی  
 دوکان پر آئی یہودیوں نے اس کی بے حرمتی کی ایک مسلمان غیرت کے مارے  
 بیتاب ہو گیا اور یہودی کو مار ڈالا یہودیوں نے مسلمان کو قتل کر دیا کھجور  
 سو کر لٹائی ہوئی پندرہ دن تک یہودی حضور سے پھر جلا وطن کئے  
 گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جس قلعہ میں پناہ گزیں تھیں سو دن معاذ رضی اللہ عنہ کی ماں

بھی وہیں ان کے ساتھ تھیں حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میں قلعہ سے  
 نکل کر باہر پھر رہی تھی عقب سے پاؤں کی آہٹ معلوم ہوئی مڑ کر دیکھا  
 تو سعدؓ ہاتھ میں حربہ لئے جو ش کی حالت میں بڑی تیزی سے بڑھے جا رہے  
 ہیں اور یہ شعر زبان پر ہے: "ذرا ٹھہر جانا کہ لڑائی میں ایک اور شخص چوہنچ  
 جائے تو وقت جب آگیا تو موت سے بچاؤ رہے" سعد کی ماں نے سنا  
 تو پکاریں بیٹا وور کر جا تو نے دیر لگا دی سعد کی زہ اس قدر چھوٹی تھی  
 کہ ان کے دونوں ہاتھ باہر تھے حضرت عائشہؓ نے کہا کاش سعد کی زہ  
 لمبی ہوتی۔

شہر ہی میں عام طور پر یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمانؓ جو صلح کی  
 گفتگو کے لئے مکہ بھیجے گئے تھے شہید کر دیئے گئے یہ خبر آنحضرتؐ کو پہنچی تو  
 آپ نے فرمایا کہ عثمانؓ کے خون کا قصاص لینا فرض ہے یہ کہہ کر آپ نے ایک  
 بول کے درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ سے جانثاری کی بیعت لی تمام صحابہ جن  
 میں زن و مرد دونوں شامل تھے انہوں نے ولولہ انگیز جوش کے ساتھ دست  
 مبارک پر جانثاری کا عہد کیا اسی کو بیعت رضواں کہتے ہیں۔

ذی قرو کی چراگاہ پر جو آنحضرتؐ کے اونٹوں کی چراگاہ تھی غطفان  
 ایہودی کے قبیلہ کے چند آدمیوں نے بہ سرداری محمد الرحمن بن عبیدہ جہا پہ  
 مارا اور بیٹی اونٹیاں پکڑ کر لے گئے حضرت ابو ذرؓ کے صاحبزادے کو جو  
 اونٹوں کی حفاظت پر متعین تھے شہید کر دیا اور ان کی بیوی کو گرفتار  
 کر لے گئے۔

آنحضرتؐ مدینہ سے محرم یا جمادی الاول کے چھریں یا سابع بن  
عزوفہ غفاریؓ کو مدینہ کا افسر مقرر کر کے روانہ ہوئے ازواج مطہرات میں سے  
حضرت ام سلمہؓ ساتھ تھیں۔

غزوہ خیبر میں خاص علم نبویؐ میں کا پھر یہ حضرت عائشہؓ کی چادر سے  
طیار ہوا تھا جناب امیر علیہ السلام کو مرحمت ہوا تھا اس غزوہ میں خواتین بھی  
فتح کے ساتھ ہوئی تھیں رسول اللہؐ نے دریافت کیا تو ان خاتونوں نے  
کہا: "یا رسول اللہؐ ہم چہ ضحکات کر کچھ پیدا کریں گے اور اس کام میں مدد  
دیں گے پھر سے پاس زخمیوں کے لئے دوائیں بھی ہیں اس کے علاوہ ہم  
تیرا ٹھکانہ لائیں گے آنحضرتؐ نے فتح کے بعد جب مال غنیمت تقسیم کیا تو ان  
خاتونوں کا بھی حصہ لگایا۔"

قریش نے ابوسفیان کو سفیر بنا کر بھیجا کہ حدیبیہ کے معاہدہ کی تجدید  
کر لائیں۔ ابوسفیان نے مدینہ آکر آنحضرتؐ کی خدمت میں درخواست  
کی بارگاہ نبوت سے کچھ جواب نہ ملا ابوسفیان نے حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کو بیچ  
میں ڈالنا چاہا لیکن سب نے کانوں پر ہاتھ رکھا ہر طرف سے مجبور ہو کر جناب  
فاطمہؓ زہراؓ کے پاس آیا امام حسنؓ پانچ برس کے بچے تھے ابوسفیان نے ان کی طرف  
اشارہ کر کے کہا: "اگر یہ بچہ اتنا زبان سے کہے کہ میں نے دونوں فریقوں  
میں بیچ بچاؤ کر دیا تو آج سے عرب کا سر وار پکارا جائے گا" جناب سیدہ  
نے فرمایا: "بچوں کو ان معاملات میں کیا دخل؟"

جنگ احد کے موقع پر جب مجاہدین اسلام کے پاؤں اکٹھے گئے حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما اپنے پیچھے پر مشکینہ کے لاد لاد کر لاتی تھیں اور لڑائیوں کو پانی پلاتی تھیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس حال میں ان کو پانی پینا چاہئے اور وہ دودھ دے کر آتے جاتے ہیں نے دیکھا ان کی پیٹھ لپیوں کا شعلہ جھلکا جھلا ہوا تھا۔ ایک دوسری خاتون ام سلیمان رضی اللہ عنہا کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود رسول اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جنگ احد میں دائیں اور بائیں جدمہر میں دیکھتا تھا ام سلیمان رضی اللہ عنہا میری حفاظت کے لئے جان لڑاتی ہوئی نظر آتی تھی اسی جنگ میں یہ بیعت بنی ہوئی اور ان کے ساتھ خواتین کی ایک جماعت زخمیوں کی مرہم بٹھی میں مشغول تھی اور یہ ہی عورتیں مجروحین کو اکٹھا اٹھا کر مدینہ لے جا رہی تھیں۔

جنگ حنین میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا ایک خبر بات میا لے پھر وہی تھیں حضور نے پوچھا یہ کس لئے ہے کہنے لگیں کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آیا تو اس کا پیٹ بھاڑ دوں گی۔

ام عطیہ رضی اللہ عنہا سات لڑائیوں میں شریک ہوئیں کیمپ کی حفاظت سپاہیوں کے لئے کھانا پکانا زخمیوں اور بیماروں کی تیمارداری کرنا ان کے سپرد تھا حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ جو خواتین اس قسم کی جنگی خدمات انجام دیتی تھیں ان کو اموال غنیمت میں سے انعام دیا جاتا تھا۔

غزوہ خیبر میں آنحضرت نے ایک صحابیہ کو خود دستہ بہار کے سے ایک بار پہنایا تھا وہ اس کی اس وجہ قدر کرتی تھیں کہ عمر بھر گھٹے سے جدا نہیں کیا اور جب انتقال کرنے لگیں تو وصیت کی کہ ان کے ساتھ وہ بھی



وفن کروا جائے۔

غزوہ خندق میں رسول اللہ نے سب یہودیوں کو ایک قلعہ میں بند کروا دیا تھا ایک یہودی آیا اور قلعہ کے گرد چکر لگانے لگا حضرت صفیہؓ نے دیکھا تو حضرت حسانؓ سے کہا یہ جاسوس معلوم ہوتا ہے جاؤ اور اس کو قتل کرو و بولے تمہیں تو یہ معلوم ہے کہ یہاں اس میدان کا مرد نہیں اب حضرت صفیہؓ خود اتریں اور خیمہ کی ایک مینج اکھاڑ کر اس کو ایسا مارا کہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔

صفیہؓ امیر حمزہؓ کی حقیقی بہن تھیں انہوں نے جنگ خندق میں اپنی شجاعت کا اظہار کیا اور ایک یہودی کو قتل کیا تھا رسول اللہ نے ان کو مال غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا تھا انہوں نے اپنی قوت ایمانیہ کے کمال کا ثبوت جنگ احد میں دیا تھا امیر حمزہؓ جیسے بھائی کو خاک و خون میں دیکھا ان کی لاش کو بے حرمت پایا پھر بھی نہ روئیں نہ چلائی بلکہ دعا کر کے چلی آئیں۔

سرد کائنات غزوہ احد سے واپس تشریف لائے تو صحابیات اپنے اعزاء و اقربا کا حال دریافت کرنے حاضر ہوئیں ان میں آمنہ بنت جحشؓ بھی تھیں ان سے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ آمنہ اپنے بھائی عبداللہ بن جحشؓ کو صبر کرو انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھا اور دعائے مغفرت کی پھر فرمایا کہ اپنے ماہوں حمزہ بن عبدالمطلب کو بھی صبر کرو انہوں نے اس پر بھی اِنَّا لِلّٰہِ پڑھا دعائے مغفرت کی اور خاموش ہو رہی۔

مروی ہے کہ ایک ملزم گرفتار ہو کر آیا اس کو حضرت عائشہؓ کے  
 حجرے میں بند کر دیا گیا حضرت عائشہؓ اور طرف باتوں میں مصروف  
 رہیں اور وہ قیدی لوگوں کو غافل بنا کر مفرور ہو گیا۔

حضرت ام ہانیؓ نے فتح مکہ کے موقع پر اپنے گھر میں اپنے دو مشرک  
 دیوروں کو نپاہ دی تھی وہ کہتی ہیں کہ یہ رسول اللہؐ کی خدمت میں گئی  
 حضورؐ کو غسل کرتے پایا اور آپ کی صاحبزادی میفاطمہؓ پر وہ کئے ہوئے  
 تختیں میں نے سلام عرض کیا فرمایا کون عورت ہے میں نے عرض کی ابوطالبؓ  
 کی بیٹی ام ہانیؓ فرمایا ام ہانیؓ اور ابیہر جب حضورؐ غسل سے فارغ ہوئے  
 تو ایک کپڑے میں لپیٹ کر آٹھ رکعت نماز نفل پڑھی پھر میں نے عرض کی  
 کہ میں نے جو ابن ابیہرہ کو نپاہ دی ہے اس کو میرے ماں بجائے بھائی  
 علیؓ کا خیال قتل کرنے کا ہے حضورؐ نے فرمایا ام ہانیؓ جسے تو نے نپاہ  
 دی وہ ہمارا نپاہ میں ہے۔ یاد رہے کہ ہر مسلمان مرد و عورت کو نپاہ  
 دینے کا حق ہے اور سپہ سالار کو لازم ہے کہ وہ اس کو روز نہ کرے۔  
 غزوہ حنین میں خادموں اور عورتوں کے علاوہ بارہ ہزار مجاہد  
 آنحضرتؐ کے ساتھ تھے غزوات میں صحابہؓ کی تعداد کا پتہ لگانا اس  
 لئے صحیح نہیں ہوتا کہ ان میں عورتیں شامل نہیں ہوتی ہیں حالانکہ ان کی  
 کافی تعداد ہر غزوہ میں ہوتی تھی۔

احکام قرآنی کے مطالعہ سے واضح ہو چکا کہ حق تعالیٰ نے  
 نماز نماز باجماعت کے لئے مسجد کی حاضری لازم قرار دی ہے

اس فرض کی ادائیگی میں مرد و زن میں کوئی تفریق نہیں فرمائی ہے یہ بات  
 پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ آنحضرتؐ کے عہد مبارک میں عورتیں  
 شریک جماعت ہوا کرتی تھیں مردوں کی صفیں آگے اور عورتوں کی  
 پیچھے ہوتی تھیں رسول اللہ کا حکم تھا کہ "اللہ کی لوندیوں (عورتوں)  
 کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکا کرو" یہ حکم عین مطابق حکم قرآن کے  
 تھا لہذا اسی کی مطابقت و موافقت میں احادیث و روایات پر نظر  
 ڈالنی چاہئے۔

مسجد نبویؐ میں ام حنیم نامی ایک خاتون جھاڑو دیا کرتی تھیں۔  
 ایک مرتبہ آنحضرتؐ مسجد کی دیوار پر دہبہ دیکھ کر ناخوش ہوئے  
 اس دہبہ کو ایک انصاری خاتون نے مٹایا اور اس جگہ پر خوشبو لگا دی  
 حضورؐ اس سے بہت خوش ہوئے اور اس کی تعریف کی۔  
 سرور کائناتؐ نے ایک دفعہ بلکہ کی دعوت قبول فرمائی کھانے  
 سے فارغ ہو کر نماز پڑھائی تو حضرت انسؓ اور قتیبہؓ رسول اللہ کے پیچھے  
 اور بلکہ ان کے پیچھے کھڑی ہوئیں دوسرے موقع پر حضرت انسؓ اور  
 قتیبہؓ آنحضرتؐ کے پیچھے اور ان کے پیچھے انسؓ کی والدہ ام سلمہؓ کھڑی ہوئیں  
 حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ ایک مرتبہ نماز  
 کے واسطے کھڑے ہوئے تو میں حضورؐ کے برابر کھڑا ہوا اور حضرت عائشہؓ  
 پیچھے کھڑی ہوئیں۔

مروی ہے کہ رسول اللہؐ کیوں اور عورتوں کو حشی کہ ایام والی

عورتوں کو بھی عیدین میں لپیچا تے تھے جو عورتیں شرکت نماز کے قابل نہیں ہوتی تھیں وہ علیحدہ رہتی تھیں لیکن دعائیں وہ بھی شریک ہوا کرتی تھیں۔

عائکہ بنت زید جو حضرت عمرؓ کی بیوی تھیں وہ ہمیشہ مسجد میں نماز پڑھا کرتی تھیں محمد بنویؓ میں عورتوں کی حاضر نماز اس کثرت سے مسجد میں ہوا کرتی تھی کہ ان کی دو دو صفیں ہو جاتی تھیں۔

یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ حضرت عمرؓ کی بیوی عشاء و فجر کی نماز باجماعت ہمیشہ مسجد بنویؓ میں ادا فرماتی تھیں۔

ابن عباس سے یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ سرور کائناتؐ اپنی بیٹیوں اور بیویوں کو عیدین میں لے جاتے تھے۔

ام و روقہ بن نوفل نے رسول اللہؐ کے حکم سے عورتوں کی امامت کی اور حضرت عائشہؓ نے درمیان صف میں کھڑے ہو کر جماعت مستورات کی امامت کی۔

حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ جو شریک نماز تھیں بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہؐ خطبہ و شبے کھڑے ہوئے اور اس میں عذاب قبر کو بیان فرمایا جس میں انسان کی آزمائش ہوگی تو یہ سن کر تمام حاضرین چیخ اٹھے۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ”عورتوں کو رات کے وقت مسجدوں میں آنے دو“

کتاب حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ نماز پڑھانے کے بعد سرور کائناتؐ اور دیگر مرد نماز کا بیٹھے رہتے تھے تاکہ عورتیں پہلے چلی جائیں اس کے بعد حضورؐ اور سب لوگ کھڑے ہوتے تھے۔



حضرت قیلہ بنیہ ہو ہو گئیں تو بچوں کو ان کے چھاننے لے لیا اب وہ تمام  
دنیوی جھگڑوں سے آزاد ہو کر ایک صحابی کے ساتھ خدمت مبارک میں حاضر  
ہوئیں اور حضور کی تعلیمات و تلقینات سے عمر بھر فائدہ اٹھایا۔

حضرت محمد بن حنفیہ کا یہ دستور ہو گیا تھا کہ متواتر نماز پڑھتی رہتی  
تھیں ستون مسجد میں ایک رسی باندھ لی تھی کہ جب خشک جانتیں تو اس سے لٹک  
جاتی تھیں آنحضرت نے رسی کو دیکھا تو اس کو کھلوا کر پھنکوا دیا اور فرمایا کہ  
اسی قدر نماز پڑھنا چاہئے جو احاطہ طاقت میں ہو اگر خشک جائیں تو بیٹھ جانا  
چاہئے۔

حضرت حدیبیہ نے ایک مرتبہ سردار دو عالم کو مسجد میں اکروں بیٹھے  
ہوئے دیکھا ان پر حضور کے اس خشوع و خضوع کی حالت کا ایسا اثر ہوا کہ کانٹے لگیں۔  
ایک موقع پر حضور نے دیکھا کہ ایک صحابیہ سامنے کنکری یا گٹھلی رکھ کر تسبیح  
پڑھ رہی تھیں ارشاد فرمایا کہ اس کی کیا ضرورت تھی اس کے بعد ایک دعا بتا دی۔  
حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ ایک میت کی نماز جنازہ میں ایک  
عورت شریک تھی حضرت عمر نے اس کو روکا رسول اللہ بھی شریک تھے آپ  
نے فرمایا "اے عمر! اسے چھوڑ دے"

رسول اللہ کی نماز جنازہ پہلے کعبہ والوں نے پھر ہاجرین پھر انصار مردوں  
نے اور عورتوں نے پھر بچوں نے ادا کی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے روزے بھی عورتوں پر اسی طرح فرض  
کئے ہیں جیسے مردوں پر اور اس فرض کو مسلمان عورتوں نے بڑی

روزہ

خوشی سے ادا کیا ہے۔

ایک صحابیہ نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری ماں پر روزے فرض تھے اس کا انتقال ہو گیا کیا میں روزے پورے کر دوں حضرت نے فرمایا "ہاں" عہد مبارک میں اکثر صحابیات نفل کے روزے رکھتی تھیں ان کے شوہروں نے روکا تو صحابیات خدمت نبوی میں حاضر ہوئیں اور شکایت کی آنحضرت نے پر ایت فرمائی کہ بغیر اجازت شوہر کوئی عورت نفل کا روزہ نہیں رکھ سکتی۔ ایک دن رمضان کے مہینہ میں حضرت سلمہ بنت قیسؓ نے بی بی سے کھانا مانگا سوہ اتفاق سے گھر میں کچھ نہ تھا وہ باہر گئیں کہ کھانے پینے کی کوئی چیز تلاش کر کے لائیں۔

اس فرض کے احکام ربانی عورتوں اور مردوں کے لیے

ساوی ہیں عورتوں نے اس فرض کو جس ذوق و شوق

حج و عمرہ

سے ادا کیا اس کی چند مثالیں غور طلب ہیں۔

ایک صحابیہ نے خانہ کعبہ تک پیادہ جانے کی نذر ربانی تھی آنحضرتؐ

کی خدمت میں حاضر ہو کر روز خواست کی تو حضور انورؐ نے فرمایا "پیدل بھی جاؤ

اور سوار بھی ہو لو"

حجۃ الوداع کے موقع پر سرور کائناتؐ نے اعلان حج فرمایا تو حضرت

اسما بنت عمیسؓ اگرچہ حاملہ تھیں تاہم شریک سفر ہوئیں ایک عورت لپک

کر ہودع سے اپنے بچہ کو لال لالی اور دریافت کیا کہ "اس کا بھی حج ہو سکتا

ہے؟" آنحضرتؐ نے فرمایا "ہاں تمہیں اس کا ثواب ملے گا"

اسی زمانہ حجۃ الوداع میں ایک صحابیہ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی

کہ میرے باپ پر حج فرض ہو گیا ہے لیکن وہ ضعیف ہونے کی وجہ سے سواری پر نہیں بیٹھ سکتے کیا میں ان کی طرف سے حج ادا کر سکتی ہوں؟ حضور نے ان کو اجازت عطا فرمائی۔

جب اسما بنت عمیشؓ کے محمد بن ابی بکرؓ پیدا ہوئے تو حضور نے حکم فرمایا کہ حالت نفاس میں غسل کر کے حج و عمرہ ہیں بھجیر کہیں۔  
 سرور کائنات جب امن و امان آئندہ کی بشارت دیکر فرمایا کرتے تھے کہ ایک وقت وہ آئے گا کہ مقام قادیسیہ سے اکیلی عورت تنہا سفر کر سکے گی اور مکہ کا حج کرے گی اور سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کا اس کو خوف نہ ہوگا تو لوگ تعجب کیا کرتے تھے لیکن ایسا ہوا اور ہو کر رہا۔  
 احرام حج میں محرم کا لباس صرف دو کپڑے ہیں یعنی چادر اور تہ بند جو بغیر سٹے ہوئے ہوں مگر عورتوں کو سیلا ہوا کپڑا پہننا بھی جائز ہے احرام باندھنے کے بعد مرد کو سیلا ہوا کپڑا پہننا سر ڈھکنا خوشبو لگانا جوں مارنا شکار کرنا سر منڈوانا ناخن یا بال تراشنا میاں بی بی کا ہم بستر ہونا زعفران وغیرہ یا کسی خوشبو دار چیز کا رنگا ہوا کپڑا پہننا منع ہے عورت کو سر ڈھکنا درست ہے مگر منہ پر نقاب ڈالنا منع ہے۔

**زکوٰۃ و خیرات**  
 زکوٰۃ بھی مرد و عورت پر یکساں فرض ہے صدقہ و خیرات کے احکام مرد و عورت کے لئے ساوی ہیں۔  
 مستورات نے صدقہ و خیرات میں جو حصہ لیا اس کی چند مثالیں قابل مطالعہ ہیں۔  
 زیور عورتوں کو سب سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں لیکن صحابیات کو خدا

کی مرضی ان سے زیادہ عزیز تھی ایک بار نبی کریم کی خدمت میں ایک صحابہ اپنی لڑکی کو لے کر حاضر ہوئیں لڑکی کے ہاتھ میں سونے کے کنگن تھے آپ نے کنگن دیکھ کر فرمایا کیا تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو بولیں نہیں فرمایا کیا تمہیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ خدا قیامت کے دن اس کے بدلے اس کے ہاتھ میں آگ کے کنگن بنا کے انہوں نے فوراً کنگن آپ کے سامنے ڈال دیئے کہ یہ خدا اور خدا کے رسول کے ہیں۔

ایک مرتبہ حضور نے خطبہ عید میں صدقہ کی ترغیب دی عورتوں کا مجمع تھا حضرت بلالؓ کو امن پھیلائے ہوئے تھے اور عورتیں اپنے کان کی بالیاں گلے کے ہار اور انگلیوں کے پھلے تک پہنکتی جاتی تھیں۔

ایک مرتبہ رسول اللہ نے صدقہ و خیرات کی ترغیب دی تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بی بی زینبؓ نے ان سے کہا کہ تم نادار آدمی ہو آپ کے پاس جاؤ اگر آپ اجازت دیں تو میں جو صدقہ کرنا چاہتی ہوں کہہیں پر کروں لیکن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا تمہیں جاؤ وہ آپس تو آستانہ مبارک پر اسی عرض کے لئے ایک دوسری بی بی موجود تھیں دونوں بیبیوں نے حضرت بلالؓ کے ذریعے سے پوچھوایا کہ دو عورتیں اپنے شوہروں پر اور چند یتیموں پر جو انہیں کی کفالت میں ہیں صدقہ کرنا چاہتی ہیں کیا یہ جائز ہے حضور نے فرمایا ان کو دوسرا جواب ملے گا ایک قرابت کا دوسرا صدقہ کا۔

نسائی نے تو بان رضی سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ ایک بار رسول اللہ حضرت فاطمہؓ کے گھر گئے وہ سونے کا ہار اپنے گلے سے اتار کر منہ پر بست ہیرہ کو دکھا رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ علیؓ نے لا کر دیا ہے۔



بنی کریم نے یہ ہار بیٹی کے ہاتھ میں دیکھا اور واپس چلے آئے حضرت فاطمہؑ  
 سمجھ گئیں انہوں نے ہار کو فروخت کر دیا اور ایک غلام خریدا اور اسے  
 راہ خدا میں آزاد کر دیا بنی کریم کو اطلاع ہوئی تو خوش ہوئے اور اللہ فرمایا  
 انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے

**زیارت قبور** ایک عورت کو قبر کے پاس روئے پیٹے دیکھا تو اس  
 کو منع نہ فرمایا بلکہ صرف **والحق اللہ واصحابہ** فرمایا

حضرت عائشہؓ نے اپنے بھائی حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کی قبر پر تشریف  
 لے گئی تھیں اور راتوں کو اٹھ کر قبرستان کو جایا کرتی تھیں۔

**گھروں میں جائیداد کی اجازت** احکام قرآن کے مطابق بغیر اجازت  
 لئے اور سلام علیک کے گھروں میں

جانے کی ممانعت فرمائی گئی ہے اس کی تائید میں چند احادیث کا ذکر کافی ہوگا  
 یہ دستور اخلاقی اکثر اقوام و مذاہب میں رائج ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے تابدان میں سے جھانکا اس پر رسول اللہ نے  
 فرمایا "اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تو جھانک رہا ہے تو میں تیری آنکھ میں کوئی چیز  
 چھوڑ دیتا" اس کے بعد آپ نے اعلان فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی کے گھر  
 میں بلا اجازت دیکھے تو گھر والوں کو حق ہے کہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں۔

سن رسیدہ عورتوں کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا جائز ہے اور ان کو چھونا  
 بھی ممنوع نہیں۔

پہلی نصیحت کی گئی ہے کہ کسی کے گھر جاؤ تو اجازت سے پہلے پردہ

اٹھا کر اس کے گھر کے اندر نہ جھانکو کہ اس سے اہل خانہ کی بے ستری ہو۔  
ہدایت کی گئی ہے کہ گھر کے دروازہ پر پردہ پڑا رہے اگر کسی کے گھر  
کا دروازہ بند نہ ہو یا اس پر پردہ نہ پڑا ہو اور کوئی اندر گھس گیا تو اس کی  
زومہ وازی خود گھر والوں پر ہے۔

بیار کے بیٹے عطار کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ سے پوچھا  
کیا میں اپنی ماں کے پاس جاتے ہوئے بھی اجازت لے کر جاؤں آپ نے فرمایا  
بیشک اس شخص نے عرض کیا حضرت میں اپنی ماں کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہتا  
ہوں فرمایا ہاں ماں کے پاس جاتے ہوئے داخل ہونے کی اجازت مانگ کر گیا تو  
اس بات کو پسند کر لیا کہ ماں کو شک و کھچ پائے عرض کیا "نہیں" فرمایا "تو میں  
اس کے پاس بھی اجازت لے کر جا"۔

مواقع اور اختیار حاصل ہوتے ہوئے گناہ و فواحش  
سے محترز رہنا اصل اسلام ہے اس کی چند مثالیں

احترام احکام

قابل غور ہیں۔

وہ لوگ جو بعد ہجرت مکہ میں رہ گئے تھے اور مسلمان تھے ان کو مدینہ  
تک پہنچا ہوا مرشد بن مرشد الغنوی تھے سپرد تھا ایک شب کو وہ اس کام کے  
لئے مخفی طور پر مکہ میں آئے وہاں زمانہ جاہلیت کی ان کی قدیم آشنا ایک طوائف  
تھی جس کا نام عناق تھا وہ بھی اسی شب کو نکلی تو مرشد کی پرچائیں دیکھ کر  
پہچان لیا نہایت تپاک سے ملی اور کہا کہ "آج میرے گھر میں شب باشتی کر رہی ہیں  
انہوں نے عذر خواہی کی کہ زنا اب حرام ہو گیا ہے اس پر طوائف نے شور کیا

مرشد بھاگ کر پہاڑ میں جا چھپے کفار نے وہاں تک ان کا تقاب کیا مگر خدا نے ان کو محفوظ رکھا۔

ایک صحابیہ تھیں جن کی اخلاقی حالت زمانہ جاہلیت میں اچھی نہ تھی ان کو ایک شخص نے اپنی طرف مائل کرنا چاہا تو پولیس ”جاؤ اب وہ زمانہ گیا اور اسلام آگیا“ سیکہ ایک لونڈی تھی اُس نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر یہ شکایت کی کہ میرا آقا مجھ کو زنا کرنے پر مجبور کرتا ہے اس پر یہ حکم نازل ہوا ”اپنی لونڈیوں کو زنا پر مجبور نہ کرو“

بعض موقعوں پر عورتوں کو لہو و خوشی کی بھی اجازت ہے  
**لہو و خوشی**  
 ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے والد ابو بکر رضی اللہ عنہما اور ایام تشریق کے دنوں میں کہ انہیں کو ایام مناسکتے ہیں میرے پاس آئے تو انصار کی دولت کیاں میرے پاس بیٹھی دف بجار ہی تھیں اور گارہ ہی تھیں اور دوسری روایت میں ہے کہ معرکہ بعاث میں جو رجز یہ اشعار انصار نے کہے تھے وہ گارہ ہی تھیں اور حضور رسالت کاٹ کپڑا اور ٹٹے لیٹے تھے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ڈانٹا اس دہلی کی آواز سے آنحضرت نے اپنا چہرہ مبارک کھول دیا اور فرمایا ابو بکر رضی اللہ عنہما اسٹھیں چھوڑ دو اور ملامت نہ کرو کیونکہ ایام مناعید کے دن ہیں ان دنوں میں کھانا پینا اور مسرت و شادمانی کرنا مباح ہے اگرچہ دف بجانے اور گارنے کے ساتھ ہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ پیغمبر صاحب نے فرمایا ابو بکر رضی اللہ عنہما ہر قوم کے لئے عید ہے اور یہ دن پہاڑی عید کا ہے۔

غزوہ تبوک (۶۲۹ء) سے جب سرور کائناتؐ کو ایسے آئے اور مدینہ کے قریب پہنچے تو عالم شوق میں لوگ استقبال کو نکل آئے اہل حرم بھی آگئیں اور لڑکیاں یہ اشعار گاتی ہوئی نکلیں: "وداع کی گھاٹیوں سے ہم پر چاند طلوع ہوا ہے جب تکسا دنیا میں خدا کا پکارنے والا کوئی باقی ہے ہم پر خدا کا شکر واجب ہے۔"

معمول تھا کہ عید کے دن لڑکے لڑکیاں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر باجے بجاتے تھے اور سرت کے گیت گاتے تھے آخر زمانہ میں جب اس کاروانا جانا رہا تو حضرت قیس بن سعدؓ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ کے زمانہ کی سب چیزیں نظر آتی ہیں بجز اتنا کہ عید کے دن بچوں کو گاتے بجاتے نہیں دیکھتا۔

بریدہ کہتے ہیں کہ جناب رسالتؐ کسی بہاؤ سے واپس تشریف لائے تو ایک عورت آپ کے پاس آکر کہنے لگی کہ میں نے منت مانی تھی کہ خدا آپ کو صحیح و سلامت واپس لائے گا تو میں آپ کے آگے بجاؤنگی اور گیت گاؤنگی حضور نے فرمایا کہ واقعی تیرے منت مانی ہے تو بجالے چنانچہ اس عورت نے دف بجانا شروع کر دیا۔

سعد کے بیٹے عامر کہتے ہیں کہ میں کعبہ کے بیٹے قرظہ اور ابو اسود انصاری کے پاس ایک وہیمہ کی تقریب میں گیا دیکھا کہ چند لڑکیاں گاتی ہیں مجھے تعجب ہوا اور میں نے کہا "اے رسول خدا کے یار و اور معرکہ بدر میں شریک ہو بیو اللہ! تمہارے پاس گانا گایا جاتا ہے اور تم بیٹے سن



رہے ہوں دونوں نے جو ابد یا کہ اگر تم جا ہو بیٹھ جاؤ اور جس طرح ہم  
سن رہے ہیں تم بھی سنو اور جا ہو تو چلے جاؤ کیونکہ ولیمہ کی تقریب میں  
ابو کی اجازت دہی گئی ہے۔

مسعود کی بیٹی اور حفصہ کی پوتی ربیع کہتی ہیں کہ رسول اللہ تشریف  
لائے اور میرے پاس اس وقت آئے جب کہ میں اپنے شوہر کے گھر حضرت  
کی گئی تو حضور میرے بچھونے پر اس طرح آ بیٹھے جیسے تم پیٹھے ہو درتے کا  
خطاب اس شخص کی طرف ہے جو ان سے حدیث روایت کرتا ہے (میں ہماری  
لڑکیاں دہن بجا کر میرے باپ اور ان چچاؤں کے اوصاف گانے لگیں  
جو معرکہ بدر میں شہید ہوئے تھے وقتہ ان میں سے ایک لڑکی گانے لگی اور  
ہم میں ایسا بھی ہے جو گل ہونے والی بات سے واقف ہے " یہ سن کر پیغمبر  
صاحب نے فرمایا کہ اس بات کو چھوڑ دے اور جو پہلے کہہ رہی تھی وہی  
کہو جا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک انصاری لڑکی کی پرورش کی تھی اس کی  
شادی ہونے لگی تو اس تقریب کو سادگی کے ساتھ انجام فرمانے لگیں  
رسول اللہ باہر سے تشریف لائے تو استفسار فرمایا "عائشہ اگیت اور  
راگ تو ہے نہیں"

ایک مرتبہ حضور ایک لونڈی کو لئے ہوئے حضرت عائشہ کے پاس  
تشریف لائے اور پوچھا تم اس کو پہچانتی ہو عرض کیا نہیں فرمایا کہ فلاں  
شخص کی لونڈی ہے تم اس کا گانا سننا چاہتی ہو اکھوں نے اپنی مرضی ظاہر

ظاہر کی تو وہ تھوڑی دیر تک گاتی رہی۔  
 ایک بار عید کی خوشی میں ہمیشی لوگ نیر سے ہلا ہلا کر پہلوانی کے کرتب  
 دکھا رہے تھے حضرت عائشہؓ نے یہ تماشہ دیکھنا چاہا تو آنحضرتؐ آگے  
 کھڑے ہوئے اور وہ دیکھے اور جب تک حضرت عائشہؓ خود متحکماً نہ  
 ہٹ گئیں آپ پر اب کھڑے رہے۔

ایک عذوہ میں حضرت عائشہؓ رسول اللہؐ کے ساتھ شہر یکا سفر  
 تھیں حضورؐ نے سب صحابہ کو آگے بڑھ جانے کا حکم دیا حضرت عائشہؓ سے  
 فرمایا "اور میں دیکھیں کون آگے نکل جاتا ہے حضرت عائشہؓ نے وہی پتلی  
 تھیں آگے نکل گئیں کئی سال کے بعد اسی قسم کا پھر موقعہ پیش آیا اب حضرت  
 عائشہؓ نے بھاری بھرم ہو گئی تھیں چنانچہ اس مرتبہ حضورؐ آگے نکل گئے  
 اور فرمایا "عائشہؓ رضی اللہ عنہا اس کا جواب ہے"

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں جناب نبی کریمؐ کے  
 پاس گڑ لویوں سے کھیلا کرتی تھی اور میری کئی ہم جو لیاں بھی تھیں جو میرے  
 ساتھ کھیلا کرتی تھیں جب پیغمبر صاحب شریف لائے تو سہیلیاں چلی جالی  
 تھیں مگر پیغمبر صاحب انھیں میرے پاس بے جدیتے کھتے اور وہ میرے  
 ساتھ کھیلنے لگتی تھیں۔

ابتداء سے اسلام میں کل قبیلہ قریش میں صرفنا  
 لڑکیوں کی تعلیم سترہ آدمی لکھ پڑھ سکتے تھے جن میں ایک خاتون  
 شہار بنت عبد اللہ عدویہ تھیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم نے فرمایا کہ ہر مسلمان اور دوسری روایت میں ہے کہ ہر مسلمان مرد و عورت پر طلب علم فرض ہے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ جو شخص تین لڑکیوں یا تین بہنوں کے خیرے پاتا اور ان کی ضروریات کا کفیل ہوگا پھر انھیں ادب اعلم اوسے گا ان پر ہر بانی کرے گا یہاں تک کہ خدا انھیں بے نیاز کر دے تو خدا تعالیٰ اس کے لئے جنت واجب کر دے گا ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اور دو لڑکیوں یا دو بہنوں کے لئے ایسا کرنے والا فرمایا اس کا بھی یہی حکم ہے حتیٰ کہ اگر لوگ ایک لڑکی یا ایک بہن کا حال دریافت کرتے تو آپؐ ضرور فرماتے کہ ایک کے ساتھ سلوک کرنے والے کا بھی یہی حال ہے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم نے فرمایا کہ جس کے ہاں بیٹی ہو اور اس نے نہ تو اسے زندہ درگور کیا نہ ولادت کی حالت میں رکھنا نہ اولاد کو رکور کو اس پر ترجیح دی تو خدا تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

سمرہ کے بیٹے جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ آدمی کو اپنی اولاد کو ادب (علم) دینا ایک صلح خیرات کرنے سے بہتر ہے۔  
ایوب ابن موسیٰ اپنے باپ اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول کریم نے فرمایا کہ کسی کے والدین نے اپنی اولاد کو نیک ادب (علم) سے افضل کوئی عطیہ عطا نہیں کیا۔

حضرت عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ میں نے کسی ایک کو بھی معافی قرآن اور احکام حلال و حرام اور اشعار عرب اور علم الانساب میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے سیکھا۔

نہیں پایا ان کی یہ خصوصیت تھی کہ جب کوئی نہایت مشکل اور پیچیدہ مسئلہ  
صحابہ میں اُٹتا تو وہ صدیقہ رضی کی طرف رجوع کرتے تھے اور ان کے پاس  
اس کے متعلق ضرور علم پایا جاتا تھا۔

جس شخص کے پاس کوئی لونڈی ہو اور وہ اس کو خوب تعلیم دے اور  
تہذیب و شائستگی سکھائے پھر اس کو آزاد کر کے اُس سے شادی کرے اس  
کے لئے دوسرا اجر ہے۔

عربی و لیباس و عسرت  
اللہ تبارک و تعالیٰ نے لیباس امارا جو  
انسان کی ستر پوشی کرتا ہے اور باعث

ذہنیت ہوتا ہے اس حکم کی تائید میں احادیث و روایات قابل ذکر ہیں۔  
حدیث میں آیا ہے کہ حضرت مسور بن محترمہؓ ایک پتھر اٹھائے ہوئے  
آ رہے تھے راستہ میں تہ بند کھل کر گر پڑا اور وہ اُسی حال میں پتھر اٹھائے چلے  
اُسے آنحضرتؐ نے دیکھا تو فرمایا ”جاؤ پہلے اپنا جسم ڈھانکو اور اُسے نہ پھرا کرو“  
ایک مرتبہ آنحضرتؐ زکوٰۃ کے ادنیٰوں کی چراگاہ میں تشریف لے گئے  
تو دیکھا کہ ان کا جروا ہا جنگل میں لٹکا لٹیا ہے آپ نے اُسی وقت اُسے معزول کر دیا  
اور فرمایا ”جو شخص بے شرم ہو وہ ہمارے کسی کام کا نہیں“

دامن کا اتنا بڑا کھٹکا کہ زمین پر کھٹکا چلے لگتا عربیہ میں فخر و تکبر کی  
علامت سمجھی جاتی تھی آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو شخص ضرور سے اپنا دامن گسیٹا  
کر چلے گا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا حضرت عائشہؓ  
نے عرض کی ”عورتوں کے متعلق کیا حکم ہے؟“ فرمایا ایک بات تھی یہ کہ لیں۔“



بولیں کہ اتنے میں پینڈ لیاں کھلی رہیں گی فرمایا تو وہ ایک بات

زمانہ جاہلیت میں عرب عورتیں جو دوپٹہ اور حتی تھیں اس سے  
سینہ وغیرہ کھلا رہتا تھا یہودیوں کی پھیڑ پھاڑ اور تکلیف دہی کی بنا پر جب  
یہ حکم صادر ہوا کہ عورتیں اپنی کھڑی چادر نیچے لٹکا لیا کریں تاکہ بچان چھو جائے  
اور ستائی نہ جائیں تو اس کا یہ اثر ہوا کہ عورتوں نے اپنے ہتھ بند پھاڑ پھاڑ  
کر دوپٹے بنا کے اور اپنے آپ کو سیاہ چادروں سے اس طرح ڈھانپ لیا کہ  
بقول حضرت عائشہؓ ان کے سر کوؤں کے اشیانے بن گئے۔

حضرت سعد بن عبادہؓ بیمار ہوئے تو رسول اللہؐ نے فرمایا تم میں  
کون ان کی عیادت کرتا ہے باوجودیکہ عزبت و افلاس سے صحابہ کرامؓ  
کے پاؤں میں جوتے نہ تھے موزے نہ تھے سر پر ٹوپی نہ تھی بدن پر کپڑا نہ  
تھا باپ چھروس پندرہ بزرگ پھری زمین پر شنگے پاؤں اور کھلے سر گئے اور  
ان کی عیادت کی۔

ایک صحابی نے ایک عورت سے شادی کرنی چاہی تو رسول اللہؐ  
نے فرمایا کچھ فہر کے لئے بھی سے بوسے صرف یہ ہتھ بند ہے آپ نے فرمایا  
اگر تم نے یہ ہتھ بند اس کو دیدیا تو پھر تمہارا پر وہ پوشی کیونکر ہوگی کچھ اور  
تلاش کرو واپس آئے تو کچھ نہیں ملا فرمایا کچھ نہیں تو لوسہ کی ایک انگلی  
ہی کہیں سے لاؤ بوسے وہ بھی نہیں ملتی۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ غزوہ احد میں شہید ہوئے تو کفن تک مسیر  
نہ تھا بدن پر صرف ایک بندہ تھا اسی کا کفن بنایا گیا لیکن وہ اس قدر مختصر تھا

کہ سر ڈھکتے تھے تو پاؤں کھل جاتے تھے اور پاؤں چھپاتے تھے تو سر پر کچھ نہیں رہتا تھا بالآخر آپ نے فرمایا کہ کپڑے سے سر کو اور پاؤں کو گھاس سے چھپا دو لیکن اور شہداء احد کو یہ بھی نصیب نہ تھا اس لئے ایک چادر میں مقد و صحابہ دفن کئے گئے۔

ابتداءً اسلام میں صحابہ کرام کو کپڑوں کی نہایت تکلیف تھی حضرت عتبہ ابن غزوہ ان کا بیان ہے کہ میں ساتواں مسلمان ہوں اُس وقت یہ حالت تھی کہ میں نے ایک چادر پائی تو اس کو تقسیم کر کے آدمی خود لی اور آدمی سیدھے کو دی۔

اکثر صحابہ کے پاس تہہ بند ہوتا تھا جس کو گلے سے باندھ لیتے تھے کہ تہہ بند اور کرتا دونوں کا کام دے۔

ایک صحابی نے رسول اللہ سے دریافت کیا کہ ایک کپڑے میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ ارشاد ہوا کہ کیا تم میں ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں؟ عورتوں کو زیادہ ستر پوشی کی ضرورت ہوتی ہے لیکن حضرت فاطمہؓ کی چادر اتنی چھوٹی تھی کہ ایک بار ادب و حیا سے کل جسم کو چھپانا چاہا تو ناکامی ہوئی آپ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا کوئی ہرج نہیں یہاں تو صرف تمہارا باپ اور تمہارا غلام ہے۔

بعض عورتوں کو چادر بھی میسر نہیں ہوتی تھی رسول اللہ نے عورتوں کو عید گاہ میں جانے کی اجازت دی تو ایک صحابیہ نے کہا کہ اگر کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ ارشاد ہوا کہ اس کو دوسری عورت چادر

اور اٹھالے۔

اسی زمانہ میں دو لہن کو معمولی جوڑا بھی میسر نہیں ہوتا تھا حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میرے پاس گاڑھے کی ایک کرتی تھی شادی بیاہ میں جب کوئی عورت سنواری جاتی تھی تو وہ مجھ سے اس کو مستعار منگواتی تھی ابتداء کے اسلام میں صحابہ کرامؓ کے گھروں میں مینیاں بی بی دونوں کے لئے ایک بچھونا ہوتا تھا اور وہ بھی کھجور کے پتوں سے بنایا جاتا تھا ایک صحابی کے گھر میں صرف ایک ٹاٹ اور ایک پیالہ تھا پیالہ سے پانی پیتے تھے اور ٹاٹ آدھا اور ٹھنٹے تھے اور آدھا بچھاتے تھے۔

صحابیات خانہ داری کے کاموں کو خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں اور اس میں سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کرتی تھیں۔

حضرت فاطمہؓ زہراؓ رسول اللہؐ کی محبوب ترین صاحبزادی تھیں لیکن چکی پیستے پیتے ہاتھ میں جھالے پڑ گئے تھے مشکیزوں میں پانی لائے لائے سینہ داغدار ہو گیا تھا جھاڑو دیتے دیتے کپڑے چیکٹ ہو گئے تھے۔ حضرت اسماءؓ حضرت ابو بکرؓ کی صاحبزادی تھیں ان کی شادی حضرت زبیرؓ سے ہوئی تھی وہ اس قدر مفلس تھے کہ ایک گھوڑے کے سوا گھر میں کچھ نہ تھا حضرت اسماءؓ خود باغوں میں جا جا کر گھوڑے کے لئے گھاس لاتی تھیں۔

رسول اللہؐ نے حضرت زبیرؓ کو ایک قطعہ زمین بطور جاگیر دیا تھا جو مدینہ سے بن بن فرسخ دور تھا حضرت اسماءؓ روز و رات جاتی تھیں اور

کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پہ لائیں اور ان کو کوٹ کر پانی کھینچنے والی اوستی  
 کو کہلاتیں خود پانی لائیں مشک پھٹ جاتی تو سینیں آٹا گوند مٹی روٹی پکائیں  
 بعض صحابیات کپڑے بنتی تھیں حضرت سوره طائف کا ادرم بناتی  
 تھیں اور اس کی وجہ سے ان کی حالت تمام ازواج مطہرات سے بہتر تھی۔  
 عام لباس رسول اللہ کا چادر قمیص اور رتہ بند تھا پاجامہ کبھی  
 استعمال نہیں فرمایا اور سچی ٹوپی کبھی استعمال نہیں فرمائی۔

وہ ان کو سچا سنت قدیم ہے اور بہت احادیث سے ثابت  
 ہے بلکہ کنواری لڑکیوں کو زپور و لباس سے آراستہ رکھنا کہ ان کی منگیاں  
 اٹھیں یہ بھی سنت ہے۔

قرآن مجید میں لباس ستر پوشی کے لئے لازمی قرار دیا گیا ہے چنانچہ

اسی کے مطابق احادیث نبوی ہیں کہ "ملعون ہے وہ جو اپنے بھائی کے ستر  
 پر نظر ڈالے" و "خیزدار کبھی برہنہ نہ رہو سوائے قضائے حاجت اور بہار  
 کے" و "کوئی مرد کسی مرد کو اور کوئی عورت کسی عورت کو برہنہ نہ دیکھے"  
 "جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جائے تو بھی ستر کا لحاظ رکھے  
 بالکل گدھوں کی طرح ننگے نہ ہو جائیں" حضور نے فرمایا "میں آسمان سے  
 پھینکا جاؤں اور میرے دو ٹکڑے ہو جائیں یہ بہتر ہے بجائے اس کے کہ  
 میں کسی کے ستر کو دیکھوں یا کوئی میرا ستر دیکھے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے  
 رسول اللہ کو کبھی برہنہ نہیں دیکھا۔

مسجد نبوی تعمیر ہو چکی تو مسجد سے متصل ہی رسول اللہ نے ازواج مطہرات





کاگدا جس میں کھجور کے پتے تھے ایک چھاگل، ایک مشک، دو ہچکیاں اور دو مٹی کے گھڑے تھے۔

حضرت عبدالمطلب بن ربیعہؓ اور حضرت فضل بن عباسؓ خاندان نبوت سے تھے لیکن نکاح کا کوئی سامان نہ تھا۔

حضرت سلمہ بن صحزرفہ کو ایک بار کھارہ دینے کی ضرورت پیش آئی رسول اللہ نے ایک غلام آزاد کرنے کا حکم دیا بولے میں تو صرف اپنی ذات کا مالک ہوں پھر آپ نے ساٹھ مسکینوں کو صدقہ دینے کو کہا بولے رات فاقہ مستی کے ساتھ بسر کی ہے گھر میں ایک دانہ بھی نہیں۔

اسی طرح ایک اور صحابی کو صدقہ دینا پڑا ان کے پاس کچھ نہ تھا خود رسول اللہ نے کھجوریں عطا فرمائیں کہ جا کر فقرا کو دیدو بولے کیا مجھ سے اور میرے اہل و عیال سے زیادہ بھی کوئی فقیر ہے آپ نے فرمایا تو اس کو تمہیں لوگ کھا جاؤ۔

اصحاب صفہ کے تمام فضائل و مناقب میں سب سے زیادہ نمایاں فضیلت ان کا فقر و فاقہ ہے ان کی یہ حالت تھی کہ جب رسول اللہ کے ساتھ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو صنعت سے گر پڑتے تھے بدو دیکھتے تو کہتے تھے یہ پاگل ہیں۔

حضرت عتبہ بن غزو ان کا بیان ہے کہ میں ساتواں مسلمان ہوں اس وقت یہ حالت تھی کہ ہم لوگ درخت کے پتے کھا کھا کر گذراوقات کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ہمارے جاڑے پھٹ گئے تھے۔

تمام اہل مدینہ کی غذا کھجور اور جو تھی صحابہؓ کے گھروں میں چھلنی نہیں ہوتی تھی آٹا پیس کر سنہ سے پھونک دیتے تھے اور نیکے بعد جو بیج رہتا تھا اس کو کھالتے تھے۔

صحابہ کرامؓ کے مکانات نہایت مختصر بست اور کم حیثیت ہوتے تھے ان میں جائے ضرورت تک کا وجود نہ تھا اور دوازوں پر پردے نہ تھے راتوں کو گھروں میں چراغ تک نہیں جلائے جاتے تھے۔

ایک بار حضرت حنیفہؓ نے عرب کی ایک لطیف غذا کھا کر آئے اور رسول اللہ کے سامنے ڈکار لی آپ نے فرمایا "جن لوگوں کا پیٹ دنیا میں جس قدر زیادہ بھرے گا اسی قدر وہ قیامت کے دن بھوکے رہیں گے اس کے بعد انہوں نے کبھی پیٹ بھر کھانا نہیں کھایا رات کو کھاتے تھے تو دن بھوکے رہتے تھے اور دن کو کھاتے تھے تو رات کو فاقہ کرتے تھے۔

ایک بار رسول اللہ معمول سے زیادہ فقیر میں مبتلا ہو گئے حضرت علیؓ ایک یہودی کے باغ میں آئے اور سترہ ڈول پانی کے کھینچے ہر ڈول کا معاوضہ ایک کھجور قرار پایا تھا یہودی نے سترہ کھجوریں دیں ان کو لے کر خدمت مبارک میں حاضر ہوئے ایک اور صحابی اسی طرح دو صلح کھجور لائے اور آپ کی خدمت میں پیش کیں۔

پہنچنے سے اس وقت حضرت ابی بکرؓ سے روایت کی ہے کہ سال فتح مکہ میں حضرت ابوبکرؓ کی ہمیشہ باہر نکلیں ادھر سے کچھ سوار آ رہے تھے ان میں سے کسی نے آپ کی ہمیشہ کے گلے میں جو چاندی کا ہار تھا نکال لیا جب رسول اللہ

مسجد میں آکر تشریف فرما ہوئے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ  
 میں اللہ اور اس کے اسلام کا واسطہ دیکر اپنی بہن کا ہار مانگتا ہوں۔

حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے انتقال کے بعد مشہور  
 از دو ایچی آزادی صحابی حضرت عثمان بن مظعونؓ کی بیوی  
 جو کہ بنت حکیم خدمت بنوی میں حاضر ہوئیں اور دوسرا نکاح کرنے کے  
 واسطے عرض کیا چنانچہ رسول اللہ نے سہ نبوت میں ام المومنین حضرت  
 سوڈہ کے ساتھ نکاح کر لیا۔

ایک مرتبہ حضرت محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے نکاح کرنا چاہا  
 اور ورختا کی آڑ میں چھپ گئے کہ نکاح سے پہلے اس کو دیکھ لیں لوگوں  
 نے ٹوکا کہ آپ رسول اللہ کے صحابی ہو کر ایسا کرتے ہیں بولے آپ ہی  
 نے اس کی اجازت دی ہے۔

ایک بار مغیرہ بن شعبہ نے نکاح کرنا چاہا اور رسول اللہ سے  
 مشورہ طلب کیا آپ نے فرمایا کہ پہلے عورت کو جا کر دیکھ لو  
 حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں ان سے ایک طرف تو  
 حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جو نہایت دولت مند صحابی تھے نکاح کرنا چاہتے  
 دوسری طرف آپ نے حضرت اسامہ بن زید کے متعلق ان سے گفتگو کی  
 تھی جن کی فضیلت یہ تھی کہ آپ نے فرمایا تھا کہ ”جو مجھے دوست رکھتا  
 ہے چاہے مجھے کہ اسامہؓ کو بھی دوست رکھے“ لیکن حضرت فاطمہ بنت  
 قیس نے آپ کو اپنی قسمت کا مالک بنا دیا اور کہا کہ ”میرا معاملہ آپ کے



ساتھ میں ہے جس سے چاہتے نکاح کر دیجئے۔“

ایک دن آپ نے ایک انصاری سے فرمایا ”تم اپنی لڑکی میرے حوالہ کر دو“ وہ تو منتظر ہی تھے باغ باغ ہو گئے لیکن آپ نے فرمایا ”میں اپنے لئے نہیں بلکہ جلیب کے لئے یہ پیغام دیتا ہوں“ جلیب ایک ظریف الطبع صحابی تھے جو راستوں میں بھی ظرافت اور مذاق کی باتیں کیا کرتے تھے اس لئے صحابہؓ ان کو عموماً ناپسند کرتے تھے انہوں نے جلیب کا نام سنا تو بولے ”اس کی ماں سے مشورہ کر لوں“ ماں نے جلیب کا نام سنا تو انکار کیا لیکن لڑکی نے کہا ”رسول اللہ کی بات نامنتظر نہیں کی جاسکتی مجھے آپ کے حوالہ کر دو خدا مجھے ضائع نہ کرے گا“

سہل بن سعد سے روایت ہے کہ ایک عورت حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا میں اپنے آپ کو آپ کے نکاح میں دینا چاہتی ہوں اس پر نبی کریمؐ نے نظر اٹھائی اور اس کو دیکھا

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نبی کریمؐ کے پاس بیٹھا تھا ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے انصاری سے ایک عورت کے ساتھ نکاح کا ارادہ کیا ہے آنحضرتؐ نے دریافت فرمایا کیا تو نے اسے دیکھ لیا ہے اس نے کہا ”نہیں“ حضور نے فرمایا ”جا اور اس کو دیکھ لے کیونکہ انصاری انہوں میں عموماً کچھ عیب ہوتا ہے“

جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ”جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے تو حتی الامکان

اُسے دیکھ لیتا جاسکتے کہ آیا اس میں کوئی ایسی چیز ہے جو اس کو اس عورت کے ساتھ نکاح کی طرف رغبت دلائے والی ہو۔“

عہد نبوی میں ایک صحابی نے اپنی لڑکی کا نکاح اُس سے دریافت کئے بغیر کر دیا لڑکی نے بارگاہ نبوی میں استغاثہ کیا آپ نے باپ کو بلا کر چاہا کہ نکاح فسخ کر دیا جائے لڑکی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اب نکاح قبول کئے لیتی ہوں میرا مقصد صرف یہ تھا کہ ہمارے بہنوں کے ذاتی حقوق کی توضیح ہو جائے۔

عام معاشرت  
قیس غفاریؓ اصحاب صفہ میں سے تھے ان کا کہنا ہے کہ ایک دن رسول اللہ نے ہم لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ سب لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر چلیں چنانچہ ہم سب جڑے میں داخل ہوئے تو حضور نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ ہم سب کو کھانا کھلاؤ۔

ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح سے قبل رسول اللہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور وہی تھیں حضور نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ ام رومان سے کہا کہ تم نے میری بات کا خیال نہیں رکھا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ لڑکی میری بات باپ سے لگا دیتی ہے۔

ایک مرتبہ رات کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گھر میں تشریف لائیں سرور کائنات نے دریافت فرمایا تو عرض کیا آپ کے اصحاب میں

میں ایک صاحب قرآن شریف پڑھ رہے ہیں میں نے ایسی قرأت نہیں  
 سنی تھی "آنحضرتؐ حضرت عائشہؓ کے ساتھ تشریف لے گئے اور بتایا  
 کہ یہ سالم مولیٰ ابی عبد یفہؓ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ میری امت  
 میں ایسے لوگ موجود ہیں۔"

نہ ہرہ بن سعیدؓ صحابی کو ان کی والدہ بچپن ہی میں آنحضرتؐ کی خدمت  
 میں لائیں اور حضورؐ سے عرض کیا کہ اس سے بیعت لیجئے حضورؐ نے فرمایا  
 ابھی بچہ ہے سر پہ ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔

سر دار و عالم آنحضرتؐ انسؓ کے گھر جب تشریف لاتے تھے تو ان  
 کی والدہ حضورؐ کے پسینہ کو چوڑھ کر ایک شیشی میں بھر لیتی تھیں یہ شیشی  
 حضرت انسؓ کے پاس محفوظ تھی۔

ایک دن آنحضرتؐ ام سلیمؓ کے گھر تشریف لے گئے گھر میں ایک  
 مشکیزہ لٹکا رہا تھا آپؐ نے اس کا دھانہ اپنے منہ سے لگایا اور پانی پیا  
 حضرت ام سلیمؓ نے اس دھانہ کو کاٹ کر اپنے پاس بطور یادگار رکھ لیا۔  
 سرور کائناتؐ کبھی کبھی حضرت شفاء بنت عبد اللہؓ کے یہاں قیلولہ  
 فرمایا کرتے تھے انہوں نے حضورؐ کے لئے ایک خاص بستر اور ایک خاص  
 تہ بند بنوایا تھا جس کو پہن کر آپؐ آرام فرمایا کرتے تھے۔

حضرت میمونہؓ زوجہ محترمہ بنوی کے گھر میں ایک مرتبہ عبد اللہ بن  
 عباسؓ آنحضرتؐ کے دائیں جانب اور حضرت خالد بن ولیدؓ بائیں جانب  
 بیٹھے ہوئے تھے حضرت میمونہؓ نے دودھ کا پیالہ لائیں تو حضورؐ نے پی کر

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بڑھا دیا اور فرمایا کہ حق تو تمہارا ہے بہ سبب سیدھی طرف بیٹھے ہونے کے لیکن اگر ایشیا کرو تو خالدؓ کو دے سکتے ہو وہ بولے میں آپ کا چھوٹا کسی کو نہیں دے سکتا۔

ایک دفعہ آپ نے پانی یا دودھ پیا اور جو کچھ بچ گیا وہ ام ہانیؓ کو عنایت فرمایا وہ بولیں اگرچہ روزے سے ہوں لیکن آپ کا چھوٹا واپس کرنا پسند نہیں کرتی۔

حضرت ام شریکؓ نہایت دولت مند اور فیاض صحابیہ تھیں انہوں نے اپنے گھر کو جہان خانہ بنا دیا تھا رسول اللہ کے جو جہان باہر سے آتے تھے وہ اکثر انہیں کے یہاں ٹھہرتے تھے۔

رسول اللہ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور کہا کہ میرا شوہر میرے لڑکے کو لے لینا چاہتا ہے حالانکہ وہ مجھے فائدہ پہنچاتا ہے حضور نے لڑکے کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا یہ تمہارے باپ ہیں اور یہ تمہاری ماں ہے جس کا چاہو ہاتھ پکڑ لو لڑکے نے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا ایک صحابی نے اپنی بی بی کو طلاق دی اور اس سے بچہ کو لے لینا چاہا وہ خدمت بنوی میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میرا بیٹا اس کا طرف میری چھاتی اس کا مشکیزہ اور میری گود اس کا گھر و غذا تھا اب اس کے باپ نے مجھ کو طلاق دیدی اور بچہ کو مجھ سے چھین لینا چاہتا ہے حضور نے فرمایا جب تک نکاح نہ کر لو تم بچہ کی سب سے زیادہ مستحق ہو۔

حضرت عائشہؓ کی خدمت میں ایک عورت سبز و پیٹ اور حد کر



آئی اور جسم کھول کر دکھایا کہ شوہر نے ایسا بارا ہے کہ نیل پڑ گئے آنحضرت  
تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مسلمان عورتیں جو معیبت  
برداشت کر رہی ہیں ہم نے ایسا نہیں دیکھا دیکھئے اس کا چہرہ اس کے  
دوستہ سے زیادہ سبز ہو گیا ہے۔

ایک موقع پر آنحضرتؐ ایک صحابی کو دفن کر کے تشریف لارہے  
تھے دیکھا کہ راستہ میں حضرت فاطمہؑ جا رہی تھیں دریافت فرمایا تو  
عرض کیا اسی گھر میں عزاداری کے لئے گئی تھی۔

ایک سفر میں صحابہ نے آنحضرتؐ سے پیاس کی شکایت کی  
حضرت نے دو آدمی جستجو میں روانہ کئے ان کو ایک ناقہ سوار عورت  
 ملی جس کے ساتھ پانی کی دو مشکیں تھیں ان دونوں بزرگوں نے اس  
کو حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا آپ نے ایک برتن منگوایا اور اس میں  
دونوں مشکوں میں سے تھوڑا پانی ڈال کر مشکوں کے دلہانے بند کر دیے  
اور عام اعلان کے ذریعہ سب صحابہ آئے اور پانی پی کر سیراب ہوئے  
لیکن مشکوں کے پانی میں کوئی کمی نہیں ہوئی عورت نے یہ معجزہ دیکھا تو اپنے  
قبیلہ میں اگر بیان کیا کہ خدا کی قسم آسمان وزمین کے درمیان یہ شخص اعجوبہ  
روزگار اور خدا کا سچا پیغمبر ہے۔

حضرت سائب بن زید کہتے ہیں کہ بیمار پڑا تو میری خالہ محمد کو  
رسول اللہؐ کی خدمت میں لے گئیں حضورؐ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور  
وہ عاے برکت دی۔

ایک صحابیہ کا بچہ مر گیا وہ اس پر رو رہی تھیں آنحضرتؐ کا گذر ہوا تو فرمایا خدا سے ڈرو اور صبر کرو بولیں تمہیں میری مصیبت کی کیا پرواہ ہے حضورؐ نے چلے گئے تو لوگوں نے کہا کہ رسول اللہؐ تھے وہ دوری ہوئی آئیں اور عرض کی میں نے حضورؐ کو پہچانا نہیں تھا۔

ایک مرتبہ رسول اللہؐ کی خدمت میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ آئے اس وقت آپؐ گھر میں بیٹھے ہوئے تھے اور ران کھلی ہوئی تھی لیکن جب حضرت عثمانؓ آئے تو آپؐ نے اس کو ڈھانک لیا حضرت عائشہؓ نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ عثمانؓ شرمیلے آدمی ہیں اگر میں اسی حالت میں رہتا تو وہ اپنی حاجت پیش نہ کرتے۔

ایک سفر کے راستہ میں ایک عورت بچہ کو لیکر آنحضرتؐ کے سامنے آئی اور عرض کی یا رسول اللہؐ اس کو دن بھر میں کئی کئی دفعہ دورہ پڑتا ہے آپؐ نے بچہ کو کجاوہ کے سامنے رکھا اور تین بار فرمایا "اے خدا کے دشمن نکل میں خدا کا رسول ہوں" پھر لڑکے کو عورت کو دیدیا سفر سے واپسی پر وہی عورت دو دنے لیکر حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہؐ میرا یہ بچہ قبول فرمائیے خدا کی قسم بچہ بچہ کے پاس وہ بلا نہیں آئی حضورؐ نے ایک ونہ قبول فرمایا اور دوسرا واپس کر دیا۔

حجۃ الوداع کے موقعہ پر آنحضرتؐ کی خدمت میں ایک عورت اپنا بچہ لیکر حاضر ہوئی اور عرض کی کہ یہ بولتا نہیں ہے حضورؐ نے پانی منگایا ہاتھ دھویا اور کھلی کی اور فرمایا کہ یہ پانی اس کو بلا دو اور کچھ پانی اس کے اوپر

چھڑک دو دوسرے سال وہ عورت آئی اور کہا لڑکا بالکل اچھا ہو گیا اور  
بولنے لگا۔

رسول اللہ ایک دن ام حرامؓ کے گھر تشریف لے گئے انہوں نے  
آپ کو کھانا کھلایا اس کے بعد آپ لیٹ گئے اسی حالت میں آپ کو نیند  
آگئی پھر سنتے ہوئے بیدار ہوئے تو ام حرامؓ نے ہنسی کی وجہ دریافت  
کی حضورؐ نے فرمایا میری امت میں سے مجاہدین کا ایک گروہ میرے سامنے  
پیش کیا گیا جو جہاد کے لئے دریا میں اس طرح سوار ہو کر چلے گا جس طرح تخت  
پر بادشاہ ام حرامؓ نے درخواست کی کہ خدا سے دعا فرمائیے کہ میں بھی انہیں  
میں سے ہوں چنانچہ آنحضرتؐ نے دعا فرمائی امیر معاویہؓ کے زمانہ میں ان کو  
بھری جنگ کی شرکت کا شرف حاصل ہوا اور دریا سے خشکی میں آئی تو سواری  
سے گر کر درجہ شہادت نصیب ہوا۔

ایک مرتبہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی گھٹلیاں سر پر رکھے ہوئے آنحضرتؐ  
کو راستہ میں ملیں آپؐ نے ان کو بلایا اور پیچھے اونٹ پر سوار ہونے کے لئے  
کہا اُس وقت حضورؐ اونٹ پر سوار تھے اور چند صحابی آپ کے ہمراہ تھے  
اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے لوگوں کے سامنے یوں جانے میں شرم آئی اور  
اپنے شوہر کا خیال آیا جن کی غیرت کی کوئی انتہا نہ تھی رسول اللہؐ سمجھ گئے کہ  
مجھے شرم آئی ہے اور تشریف لے گئے۔

ان عسا کرنے روایت کی ہے کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ ایک  
مرتبہ رسول اللہؐ نے ایک پیالہ گوشت کا دیکر حضرت عثمانؓ کے یہاں بھیجا

جب گھر میں گیا تو حضرت رقیہؓ بھی بیٹھی ہوئی تھیں میں کبھی حضرت رقیہؓ کے چہرے کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی حضرت عثمانؓ کی طرف تکتا تھا جب لوٹ کر آیا تو رسول اللہؐ نے فرمایا "تم اندر گئے تھے" میں نے کہا ہاں فرمایا "تم نے کبھی ایسے خوبصورت میاں بی بی دیکھے ہیں" میں نے عرض کیا "نہیں"۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب پیغمبرؐ دن کو یا شادیرات کو بیت نبوت سے باہر نکلے اتفاقاً حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں سے آپؐ کی ملاقات ہوئی کہ یہ بھی اسی وقت اپنے اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے تھے رسول اللہؐ نے فرمایا اس وقت تمہارے گھروں سے نکلنے کا سبب کیا ہے؟ عرض کیا "بھوک" فرمایا مجھے اُس مقدس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے مجھے بھی گھر سے اسی چیز نے نکالا ہے جس نے تم کو نکالا اچھا چلو چنانچہ دونوں صاحب آپ کے ساتھ چل نکلے پیغمبرؐ صاحب ایک انصاری کے مکان پر تشریف لے گئے مگر اتفاق سے وہ گھر میں نہیں تھے ان کی بی بی نے پیغمبرؐ صاحب کو دیکھ کر کہا اے آگے یہ مکان کسی غیر کا نہیں ہے آپ ہی کا ہے پیغمبرؐ صاحب نے انصاری کا نام لے کر پوچھا کہ تیرا شوہر کہاں ہے عورت نے جواب دیا کہ وہ ہمارے لئے میٹھا پانی لینے گیا ہے اسی اثنا میں انصاری آگے اور اسٹوں سے کھجوریں اور بکری کا گوشت کھلایا۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ باشندگان مدینہ کی لونڈیوں میں سے کوئی



لوندی رسول اللہ کا ہاتھ پکڑ لیتی اور جہاں چاہتی آپ کو لے جا کر عرس  
حال کرتی۔

وفد طارق بن عبد اللہ کے ساتھ ایک ہوج نشین سردار قوم کی  
عورت بھی تھی وہ بولی کہ میں نے اس شخص (رسول اللہ) کا چہرہ دیکھا تھا  
کہ چودھویں رات کے چاند کے روشن حصہ جیسا تھا اگر ایسا آدمی قیمت نہ  
دے تو میں ادا کر دوں گی۔

ایک موقع پر رسول اللہ کی خدمت میں چند یہودی آئے اور بچکے  
السلام علیک کے السلام علیک (تم کو موت آئے) کہا آنحضرت نے صرف  
وعلیکم فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ضبط نہ ہو سکا بولیں علیکم السلام  
واللعنة (تم پر موت اور لعنت) حضور نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا چاہئے  
اللہ تعالیٰ ہر بات میں نرمی پسند فرماتا ہے۔

جناب بنی کریم ۴ ایک دسترخوان بلکہ ایک ہی برتن میں حضرت عائشہ رضی  
کے ساتھ کھانا کھاتے تھے ایک موقع پر ایک ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ  
حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کو بھی بلالیا اور تینوں صاحبوں نے ایک ساتھ کھایا۔  
آنحضرت کا ایک ایرانی پروسی تھا اس نے ایک مرتبہ آپ کی  
دعوت کی حضور نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ہونگی اس نے کہا ”نہیں“ ارشاد  
فرمایا تو مجھ کو بھی منظور نہیں ایرانی دوبارہ آیا اور پھر یہی سوال و جواب  
وہ واپس چلا گیا تیسری مرتبہ پھر آیا حضور نے پھر دریافت فرمایا کہ عائشہ رضی  
کی بھی دعوت ہے اس نے کہا ”ہاں“ تب آنحضرت اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

ایرانی کے ساتھ اس کے گھر گئے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مدینہ کے باہر کی آبادیوں سے لوگ گرو  
غبار اور لہینہ میں شرابور آیا کرتے تھے ایک مرتبہ ایک صاحب اسی طرح حضور  
کے پاس آئے اور آپ میرے پاس بیٹھے تھے آپ نے فرمایا اگر اس دن (یوم  
جمعہ) تم غسل کر لیا کرتے تو بہتر ہوتا۔

ایک مرتبہ رسول اللہ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی آپ  
نے اُسے حکم دیا کہ تو پھر آنا اُس نے عرض کی کہ اگر میں پھر آئی اور حضور کو نہ  
پایا یعنی آپ کی وفات ہو گئی تب آپ نے ارشاد فرمایا کہ پھر ابو بکرؓ کے  
پاس آنا۔

حضرت عائشہؓ باہر سے آئیں اور دروازہ کھٹکھٹائی تو رسول  
اللہ نماز پڑھتے ہوئے عین اسی حالت میں جا کر دروازہ کھول دیتے۔  
حجۃ الوداع کے موقع پر قربانی سے فارغ ہو کر آنحضرتؐ نے عمر  
بن عبداللہ کو بلوایا اور سر کے بال منڈوانے فرط محبت سے کچھ بال خود  
اپنے دست مبارک سے ابو طلحہ رضی اللہ عنہما اور ان کی بیوی ام سلمہ رضی  
اور بعض ان لوگوں کو جو قریب بیٹھے تھے عنایت فرمائے اور باقی ابو طلحہ  
نے اپنے ہاتھ سے تمام مسلمانوں میں ایک ایک دو دو کر کے تقسیم کر دیئے۔  
سرِ زارِ دو عالم جب راستے میں چلتے تو مرد عورتیں بچے جو سامنے  
آئے ان کو سلام کرتے۔

ایک صحابی نے نکاح کیا سامانِ ولیمہ کے لئے گھر میں کچھ نہ تھا

رسول اللہ نے اُن سے فرمایا کہ عائشہؓ کے پاس جاؤ اور اُسے کی ٹوکری مانگ لاؤ وہ جا کر لے آئے حالانکہ کاشانہ نبوت میں اس کے سوا شام کے کھانے کو کچھ نہ تھا۔

ازواجِ مطہرات کے حق میں رسول اللہ نے فرمایا کہ ”حق تعالیٰ نے ضروریات کے لئے تمہارا گھر سے لکنا جائز رکھا ہے“

ایک صحابہ اپنے کھیتوں میں چند روپیا کر فی تھیں جب جمعہ کا دن آتا تو ان کو پکاتی تھیں اور جمعہ کے بعد تمام صحابہ کو کھلاتی تھیں۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے خدمت نبوی میں حاضر ہونا چاہا آپ نے فرمایا ”آنے دو وہ اپنے خاندان میں بڑا ہے“ جب وہ آکر بیٹھا تو آپ نے اس سے نہایت توجہ اور لطف سے باتیں کیں حضرت عائشہؓ کو تعجب

ہوا جب وہ اٹھ کر چلا تو عرض کی ”یا رسول اللہ آپ تو اس کو اچھا نہیں جانتے تھے لیکن جب وہ آیا تو آپ نے اس لطف و محبت کے ساتھ

گفتگو فرمائی“ ارشاد ہوا کہ ”عائشہؓ بدترین آدمی وہ ہے جس کی بد اخلاقی سے ڈر کر لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں۔“

حضرت زینبؓ سے جب نکاح ہوا اور دعوتِ ولیمہ کی تو کچھ لوگ کھا کر وہیں بیٹھے رہے اور حضرت زینبؓ بھی مجلس میں شریک تھیں آنحضرتؐ چاہتے تھے کہ لوگ اُٹھ جائیں لیکن زبان سے کچھ نہیں فرماتے تھے لوگوں نے کچھ خیال نہیں کیا آپ اُٹھ کر حضرت عائشہؓ کے حجرے تک گئے واپس آئے تو اسی طرح مجمع موجود تھا پھر واپس چلے گئے اور

دوبارہ تشریف لائے ۔

بخران کے نصاریٰ کو پیغمبر صاحب نے مسجد نبوی میں کھڑا کر خاطر داری  
کی اور وہ وہیں اپنے طور کی عبادت بھی کرتے تھے اُن کو پیغمبر صاحب نے  
بہت سمجھایا انہوں نے ایک نہ سنی اور مبالغہ کرنا چاہا تو آپ اپنی مہربانی  
جناب فاطمہ زہرا اور دونوں نواسوں اور اپنے چچا زاد بھائی و داماد  
حضرت علیؑ کو لے کر قسما قسما کے لئے باہر تشریف لے گئے مگر نصاریٰ بخران  
بھاگ کھڑے ہوئے ۔

رسول اللہ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کے  
حسن کو دیکھ کر متاثر ہو تو اونچی نیچا کے پاس چلا جائے اس کے پاس بھی  
وہی ہے جو اُس کے پاس تھا ۔

گواہ کو گواہ پوتے یا گواہی دیتے وقت اور حاکم کو حکم کے وقت  
دیکھنا درست ہے

مرد اور عورت کو ایک مہام میں داخل ہونا درست ہے اگر  
بدوہ ہو اور ازار پہنے ہوں ۔

ایک نہایت صحیح حدیث یہ ہے کہ علی مرتضیٰ نے ایک روز ابن  
عبدالواحد سے فرمایا میں تجھ کو فاطمہ بنت رسول اللہ کی ایک سناؤں  
جو سارے کعبے میں بنی صلعم کو بہت پیاری تھیں ابن الواحد نے کہا  
”ہاں“ حضرت علیؑ نے کہا فاطمہؑ نے اتنی چلی پیسی کہ ہاتھوں میں نشان  
پڑ گئے پانی کے لئے مشک اٹھائی کہ گردن پر نشان پڑ گیا گھر میں جھار و دی



کہ سب کپڑے چمکٹ ہو گئے انھیں ایام میں رسول اللہ کے پاس کچھ  
 خدام آئے میں نے فاطمہؓ سے کہا تم اپنے بابا جان کے پاس جاؤ اور ایک  
 خادم مانگو فاطمہؓ کہیں مگر وہاں بھوم تھا مل نہ سکیں اگلے روز بچہ معلوم  
 خود آئے اور دریاقتہ فرمایا کہ کیا ضرورت تھی فاطمہؓ چپ ہو گئیں  
 میں نے کہا کہ میں حضورؐ کو بتانا ہوں جلی پیتے پیتے ان کے ہاتھوں پر نشان  
 پڑ گئے اور مشک اٹھانے اٹھانے گردن پر میں نے دیکھا تھا کہ حضورؐ  
 کے پاس کچھ خادم آئے ہیں اور میں نے ہی ان سے کہا تھا کہ حضورؐ کے  
 پاس جائیں خادم مانگیں کہ اس تکلیف سے رہائی ہو رسول اللہ نے فرمایا  
 اے فاطمہؓ تقویٰ اختیار کرو فراموش الہی اور اگر اپنے کنبہ کے اعمال کو  
 اپنا دستور بناؤ اور جب بستر خواب پر لیٹو تب تیس بار سبحان اللہ اور  
 تیس بار الحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر پڑھو یہ پورا سو ہو گیا یہ  
 عمل تیرے لئے خادم سے بہتر ہے حضرت فاطمہؓ نے فرمایا میں خدا سے  
 اور رسول خدا سے اسی حال پر خوشنود ہوں حضرت علیؑ فرماتے ہیں  
 "وَلَمْ يَخْدُ مَهْمَا" فاطمہؓ کو خادمہ نہ دی۔

حضرت عائشہؓ کی والدہ ام رومانؓ کناہیہ تھیں من کا انتقال  
 رمضان سنہ ہجری میں ہوا رسول اللہ ان کی قبر میں خود اتارے تھے اور  
 یہ فرمایا تھا "الہی تجھ سے پوشیدہ نہیں کہ ام رومانؓ نے تیرے لئے اور  
 تیرے رسولؐ کے لئے کیا کچھ برداشت کیا ہے" نیز فرمایا کہ "اگر کوئی شخص  
 حوران حضرت میں سے کسی سورت کا دیکھنا پسند کرتا ہو تو وہ ام رومانؓ کو

دیکھئے

آنحضرتؐ نے سلمہ پھری میں حجۃ الوداع کے موقع پر باہ عرام کی  
 تاریخوں میں فرمایا: "مسلمانو! ہر مسلمان کی جان و مال اور آپر و اسی طرح  
 قابلِ حرمت ہے جس طرح اس محترم شہر میں اس احاطہِ حرم کے اندر یہ  
 مقدس دن قابلِ حرمت ہے..... بدعورتوں کے بارے میں خدا سے  
 ڈرو کہ وہ تمہارے بس میں ہیں تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستر  
 کو کسی سے نہ روندوائیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو اگر وہ ایسا کریں تو ان  
 کو اتنا مارو جو تکلیف دہ نہ ہو عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے  
 کے بارے میں میری وصیت فتویٰ کرو وہ تمہارے قبضہ میں ہیں تم کو  
 اس کے سوا ان پر کوئی اختیار نہیں مگر یہ کہ وہ کوئی کھلی بے حیائی کا  
 کام کریں تو اگر ایسا کریں تو ان کو خوب لگائو ہیں علیحدہ کرو اور ان  
 کو اتنا ہی مارو جو تکلیف دہ نہ ہو تو اگر وہ تمہارا کہا مان لیں تو ان پر کوئی  
 راستہ نہ ڈھونڈو"

# باب پنجم بعد النبی

حضرت ابو بکرؓ آپ کی خدمت میں حقاری اور دریافت  
سائل کے لئے مستورات حاضر ہوتی رہیں اور  
نماز باجماعت میں شریک ہوتی تھیں۔ آپ کا زمانہ عین وصال نبوی کے  
بعد کا تھا۔ عورتوں کو وہی حقوق آزادی حاصل رہے جو ان کو رسول اللہ  
کے عہد میں حاصل تھے۔

ایک عورت کو جس کا نام زینب تھا حضرت ابو بکرؓ نے دیکھا کہ بولتی  
نہیں تھی آپ نے دریافت کیا تو لوگوں نے کہا کہ اس نے خاموشی کا حج  
مانا ہے آپ نے اس کو حکم فرمایا کہ خاموشی سے باز آ بات چیت کر کہ یہ  
جاہلیت کا فعل ہے اسلام میں ایسا کرنا جائز نہیں چنانچہ وہ بات چیت  
کرنے لگی۔

حضرت ابو بکرؓ کو جب منصب خلافت قبول کرنا پڑا تو محلہ کی  
عورتوں نے جن کی بکریوں کا دودھ آپ وہ دیا کرتے تھے کہا کہ اب  
وہ بھاری بکریاں کیوں دوہنے لگے لیکن آپ خلافت کے کام بھی انجام  
دیتے تھے اور محلہ والوں کی بکریاں بھی دوہتے تھے۔

حضرت ابو بکرؓ نے ایک قبیلہ کی بوڑھی عورتوں سے مصافحہ بھی کیا تھا۔ آپ نے قیام مکہ کے زمانے میں ایک مسجد بنوائی تھی جس میں بلند آواز سے نماز پڑھا کرتے تھے جس کو سن کر محلہ کے لڑکے اور عورتیں جمع ہو جاتی تھیں۔

حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت عائشہؓ کو منصب افتاء کو منصب افتاء کیا تھا حضرت عائشہؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں برابر فتوے صادر فرماتی رہیں اور یہ خلفائے راشدین حضرت عائشہؓ سے احادیث بھی دریافت فرمایا کرتے تھے۔ نماز کے فرض کی امامت خود خلیفہ کرتے تھے البتہ حضرت

نماز عمرؓ نے تراویح کی امامت کے لئے دو مستقل امام مقرر کر دیئے تھے جو لوگوں کو باجماعت تراویح پڑھاتے تھے عورتوں کی تراویح کے لئے جن صاحب کو امام مقرر فرمایا تھا ان کا نام سلیمان بن ابی حشمہ تھا۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے مردوں اور عورتوں کی مشترک جماعت قائم کی اور حضرت سلیمان بن ابی حشمہ کو دونوں کا امام مقرر فرمایا۔

حضرت عمرؓ کی بابت یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ جب آپ کو جماعت میں زکور و اثاث کے خلط ملط ہونے کا اندیشہ ہوا تو آپ نے مسجد میں عورتوں کے لئے ایک دروازہ مختص فرمایا اور مردوں کو اس دروازے سے آنے جانے کی ممانعت فرمادی۔

حضرت عائشہؓ کا ایک غلام خزانہ مسیٰ ذکوان تھا وہ امام ہوا



کرتا تھا سامنے قرآن رکھ کر پڑھتا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مقتدی ہوتی تھیں یہ خاص اہتمام رمضان میں تراویح کا کیا کرتی تھیں۔

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے چاہا کہ مسجد میں ان کا جنازہ اُسے تاکہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی نماز جنازہ پڑھیں لوگوں نے اعتراض کیا تو فرمایا "لوگ کس قدر جلد بات بھول جاتے ہیں آنحضرتؐ نے سہیل بن بیضا کے جنازے کی نماز مسجد ہی میں پڑھی تھی"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں دس گھنٹہ بھری اتنا ہجوم تھا کہ لوگوں کا بیان ہے کہ اتنا صحیح کبھی نہیں دیکھا گیا بعض روایتوں میں ہے کہ عورتوں کا اثر و عام دیکھ کر روز عید کے ہجوم کا دھوکا ہوتا تھا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو بنو ہاشم نے الگ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے الگ انصار کی تمام آبادیوں میں اس کا اعلان کروایا مرد اور عورتیں اس کثرت سے جمع ہوئیں کہ کوئی شخص تابوت کے پاس نہیں پہنچ سکتا تھا۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے صرف اتنے تعلق سے کہ رسول اللہؐ نے ان کی پرورش فرمائی تھی جب ان کے بیٹے کا بہ مرضی طاعون بصرہ میں انتقال ہوا تو ایک عورت نے یکارا دراندہ بن ہندہ و ابن ربیب رسول اللہؐ یہ سن کر لوگوں نے اپنے مردوں کی تجہیز و تکفین چھوڑ دی اور ان کے جنازے میں شریک ہو گئے۔

ابوزرعہ سے روایت ہے کہ خلیفہ متوکل کے حکم سے اُس رقبہ

آراضی کی پیمائش کی گئی جس پر مجمع ہو کر امام احمد بن حنبلؒ کی نماز جنازہ پڑھی گئی تھی اور پھر اس رقم سے بغداد نفوس کا اندازہ کیا گیا تو آٹھ لاکھ ساٹھ ہزار کی تعداد نکلی اس میں ساٹھ ہزار عورتیں تھیں آپ کی وفات ۲۴۱ ہجری میں بمقام بغداد شریف ہوئی تھی۔

امام احمد بن اسمعیل کو رانی رعا سلطان مراد خاں والی روم کے عہد میں تھے آپ کی وفات بمقام قسطنطنیہ ۳۹۳ ہجری میں ہوئی سلطان یازید خاں نے امام موصوف کی وفات کے بعد پہلے ایک لاکھ اسی ہزار قرصہ آپ کا ادا کیا پھر نماز جنازہ کے لئے خود آیا اس نماز میں بھی کثرت سے زن و مرد شریک تھے۔

حضرت سیدہ فاطمہ زہراؑ کی وفات ۳۱ رمضان ۳۱ ہجری کو ہوئی اسکا بنت عمیس زوجہ ابو بکرؓ اور علی مرتضیٰؑ نے ان کو غسل دیا حضرت عباسؓ یا حضرت علیؑ نے نماز جنازہ پڑھائی یہ بھی روایت ہے کہ غسل میں سلمیٰ خادم رسولؐ و صفیہ بنت عبد المطلب بھی شامل تھیں۔

۳۲ ہجری میں جب حضرت عمرؓ امیر المومنین کی حیثیت سے تشریف لے گئے تو ازواج مطہرات کو بھی نہایت احترام کے ساتھ ہمراہ لے گئے حضرت عثمانؓ اور حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کی سواروں کے ساتھ کرویا تھا یہ لوگ آگے پیچھے چلتے تھے اور کسی کو سواروں کے قریب نہیں آنے دیتے تھے ازواج مطہرات منبر پر اترتی تھیں تو خود حضرت عمرؓ کے ساتھ قیام کرتی تھیں حضرت عثمانؓ اور حضرت

عبدالرحمن بن عوفؓ کسی کو قیام گاہ کے قریب آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت عمرؓ نے آخر حج اہرات المومنین کے ساتھ کیا تھا۔

حضرت عائشہؓ کا معمول تھا کہ ہر سال حج کو تشریف لے جاتی تھیں کہ حرا اور مرو کے درمیان آپ کا شہمہ نصب ہوتا تھا دور دراز ممالک کے لوگ گروہ درگروہ آکر آپ کے حلقہ درس میں شریک ہوتے اور مسائل پیش کرتے تھے بعض مسائل دریافت کرتے لوگ جھپکا کرتے تھے تو آپ ان کی تسکین فرماتی تھیں ایک صاحب پوچھتے ہوئے شرمائے تو آپ نے فرمایا ”جو تم اپنی ماں سے پوچھ سکتے تھے مجھ سے بھی پوچھ سکتے ہو“ یہی واقعہ ایک دفعہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا ان کو بھی یہی جواب دیا ”دین تمہارا ماں ہوں“

مصر سے جو مخالف مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کو سالانہ مواقع حج پر روانہ ہوا کرتے تھے ان کے جلو میں سوار بھی ہوتے تھے اور خلق کا ہجوم ہوتا تھا دونوں جانب گھنے درختوں سے پر بہاڑیوں پر عورتوں کی بھیڑ ہوتی تھی۔

عبدالرحمن فاروقیؓ ابن سعد نے اختلف بن قیس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک روز ہم حضرت عمرؓ کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عورت گذری لوگوں نے کہا یہ امیر المومنین کی لوندی

ہے آپ نے فرمایا باندی نہیں ہے نہ امیر المؤمنین کے لئے خدا کے مال میں سے باندی رکھنی حلال ہے۔

ایک موقع پر حضرت کعب بن سورؓ حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عورت آئی اور کہا کہ میرے شوہر سے زیادہ افضل کون ہو سکتا ہے رات بھر نماز پڑھتا ہے اور دن کو روزے رکھتا ہے حضرت عمرؓ نے بھی اس کی تعریف کی وہ شرمناک چلی گئی لیکن حضرت کعبؓ نے کہا "امیر المؤمنین آپ نے عورت کا انصاف اس کے شوہر سے نہیں دلوایا وہ شکایت کرتی ہے کہ میرا شوہر مجھ سے راہ و رسم نہیں رکھتا" آپ نے فرمایا اب میں سمجھ گیا ان میں انصاف کرنا چاہئے کعبؓ نے کہا "امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ نے مرد کے لئے چار عورتیں تک حلال رکھی ہیں اس حساب سے پوتھا دن اور پوتھی رات عورت کے لئے مخصوص ہونی چاہئے حضرت عمرؓ نے کعبؓ کا فیصلہ بحال رکھا اور ان کو اسی وقت بھرہ کا قاضی مقرر کر کے بھیج دیا۔

حضرت عمرؓ گھروں پر جا کر وظائف خود تقسیم کرتے تھے ہر نام کبھی کا بیان ہے کہ وہ بلاتھ میں رجب پڑھے لیتے تھے اور حضرت عمرؓ قبیہ خزامی میں جا کر ہر باکرہ و شیبہ عورت کو اس کا وظیفہ خود اس کے بلاتھ میں دیتے تھے حضرت عثمانؓ نے بھی اس سنت کو قائم رکھا تھا۔

ابن جریر سے روایت ہے کہ ایک رات حضرت عمرؓ گشت شب میں تھے ایک عورت کی آواز سنی جو چند اشعار پڑھ رہی تھی آپ نے



فرمایا تجھے کیا ہو گیا اس نے کہا میرا شوہر عرصہ سے جنگ پر گیا ہوا ہے  
 اس کے اشتیاق میں اشعار پڑھ رہی ہوں آپ نے فرمایا بونے برسے  
 کام کا تو ارادہ نہیں کیا اس نے کہا سوا ذالہد آپ نے صبح ہی سے قاصد  
 بلائے کو روانہ کر دیا اور اپنی صاحبزادی حفصہؓ کے پاس تشریف لائے  
 اور فرمایا کہ عورت کو اپنے شوہر کی کتنے دنوں تک ضرورت نہیں ہوتی  
 حضرت حفصہؓ نے شرم سے سر نیچے کر لیا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حق  
 بات میں شرم نہیں فرماتا حضرت حفصہؓ نے اشارہ سے بتایا کہ تین یا زیادہ  
 سے زیادہ چار ماہ آپ نے حکم دیا کہ چار ماہ سے زیادہ میدان جنگ  
 میں کوئی نہ روکا جائے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے اپنی  
 بیویوں کے ملعنہ تنزی کی شکایت کی آپ نے فرمایا تم کیا شکایت کرتے  
 ہو میں خود اس میں مبتلا ہوں حتیٰ کہ ضرورت سے باہر جاتا ہوں تو یہی  
 مجھ سے کہا جاتا ہے کہ تم فلاں قبیلہ کی عورتوں کی دیدہ بازی کے لئے  
 جاتے ہو عبد اللہ ابن مسعودؓ بھی بیٹھے تھے آپ نے کہا امیر المؤمنین  
 حضرت ابراہیمؑ نے اپنے رب کے یہاں حضرت سارہؑ کی بد خلقی کی  
 شکایت کی تو جواب ملا تھا کہ عورتیں بائیں پسلی سے پیدا کی گئی ہیں  
 حتیٰ الامکان ان کو بنا ہا چاہئے تا وقتیکہ دین میں عزابی نہ دیکھی جائے  
 حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ میں بازار کا انتظام ایک عورت کے  
 سپرد کیا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے فقہاء بنت عبد اللہ الحدویہ کو بلا بھیجا وہ اس  
 تو دیکھا کہ عاتکہ بنت اسید پیسے سے موجود ہیں کچھ دیر کے بعد حضرت عمرؓ نے دیکھا  
 کہ ایک ایک چادر وہی لیکن خنکار کی چادر کم درجہ کی تھی اس لئے انہوں نے کہا  
 کہ یہی عاتکہ سے زیادہ قدیم الاسلام اور آپ کی چچا زاد بہن ہوں آپ نے مجھے  
 اسی غرض کے لئے بلا یا تھا اور عاتکہ تو یونہی آگئی تھیں حضرت عمرؓ نے  
 فرمایا یہ چادر تمہارے ہی دینے کے لئے رکھی تھی لیکن جب عاتکہ آگئیں تو مجھے  
 رسول اللہ کی قربت کا لحاظ کرنا پڑا۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے مدنیہ کی عورتوں میں چادر میں تقسیم فرمائیں  
 ایک عورت چادر رہ گئی تو کسی نے کہا کہ اپنی بی بی ام کلثومؓ کو دیکھئے ام سلیمانؓ  
 کی نسبت آپ نے فرمایا کہ وہ اس کی زیادہ مستحق ہیں کیونکہ غزوہ احد میں وہ مشک  
 بھر بھر کے لاتی تھیں اور ہم سب کو پلاتی تھیں۔

ایک دفعہ مدنیہ منورہ میں ایک قافلہ آیا اور شہر کے باہر اترا اس مرتبہ  
 حضرت عمرؓ اکیلے اس کی خبر گیری و نگہبانی کے لئے تشریف لے گئے پہرہ دے  
 رہے تھے کہ ایک طرف سے رونے کی آواز آئی عمرؓ اس طرف متوجہ ہوئے  
 تو دیکھا کہ ایک بچہ شیر خوار ایک عورت کی گود میں رو رہا ہے آپ نے اس کو  
 بہلانے اور چپ کرانے کی تاکید کی تھوڑی دیر کے بعد پھر رونے کی آواز  
 آئی آپ نے پھر اس کو تاکید کی کہ کچھ عرصہ کے بعد پھر رونے کی آواز سن کر  
 اس کے پاس گئے اور غصہ سے کہا کہ وہ تو بڑی بے رحم ماں ہے اس کو کیوں  
 چپ نہیں کراتی "عورت نے کہا تم مجھے کیوں بار بار وق کرتے ہو اصل وجہ

یہ ہے کہ بچہ بھوکا ہے اور میں اس کا دودھ چھڑانا چاہتی ہوں کیونکہ جب تک بچے دودھ نہیں چھوڑتے عمر منان کا وظیفہ مقرر نہیں کرتا ہے عمر فاروق یہ سن کر اٹھے اور صبح ہوتے ہی یہ حکم دیا کہ پیدا ہونے کے ساتھ ہی بچوں کا وظیفہ مقرر کر دیا جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم کا بیان ہے کہ ایک روز عمر فاروق نے رات کے وقت مدینہ سے حرہ کی طرف گشت کرنے کو نیکے مقام حرہ میں پورے کر دیکھا کہ آگ روشن ہے مجھے فرمایا آؤ جس طرف آگ روشن ہے اس طرف چلیں جب ہم لوگ قریب گئے تو دیکھا کہ ایک عورت آگ پر لٹدی چڑھائے بیٹھی ہے اور اس کے پاس دو تین بچے رو رہے ہیں عمر فاروق نے کہا السلام علیک یا اصحاب الضوء عورت نے جواب دیا وعلیک السلام پھر عمر فاروق نے قریب جانے کی اجازت طلب کی اس نے اجازت دی آپ قریب جا کر بیٹھ گئے حال دریافت کیا عورت نے کہا انہو میری رات ہے اور سردی زور کی پڑ رہی ہے یہ لڑکے بھوک سے رو رہے ہیں میں نے ان کی تسلی کو خالی لٹدی آگ پر چڑھادی ہے روتے روتے یہ سو جائیں گے تب کچھ انتظام کروں گی عمر فاروق نے کہا کیا عمر رضہ تمہاری خبر گیری نہیں کرتا ہے نے کہا وہ ہمارا امیر ہے لیکن ہم سے غافل ہے عمر فاروق نے یہ سن کر اٹھے اور مدینہ میں پہنچ کر بیت المال کو کھول کر آٹا گوشت کھجوریں وغیرہ نکالا اور اسلم سے کہا میری پیٹھ پر رکھو اسلم نے مکر رہ کر کہا لائے میں پہنچاؤں فرمایا ہاں قیامت کے دن تو میرا بار نہ اٹھائے

غرض سب چیزیں آپ لا کر لاکے اور عورت کے سامنے رکھ دیں تا آنکہ  
کھانا تیار ہوا لڑکوں نے آسودہ ہو کر کھایا اور چھلنے کو دینے لگے عورت نے  
کہا اللہ تمہیں جزائے خیر دے تم امیر المؤمنین ہونے کے سزاوار ہونہ کہ عمر  
حضرت عمرؓ کو غریب عورتوں کے چوٹوں میں آگ جلانے اور کھانا

پکانے میں بھی دریغ نہیں ہوتا تھا

حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ  
و حضرت عائشہؓ

حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کی زوجہ  
محترمہ کے پاس آئے اور پوچھا کہ

حضرت عثمانؓ کو کس نے قتل کیا انہوں نے کہا دو آدمی اندر داخل ہوئے تھے جنہیں  
میں نہیں پہچانتی ان کے ساتھ محمد بن ابوبکرؓ بھی تھے حضرت علیؓ نے محمد بن  
ابوبکرؓ کو بلا کر دریافت کیا تو انہوں نے کہا واقعی یہ سچ کہتی ہیں میں اندر گھسا  
تھا مگر جب انہوں نے میرے باپ کا ذکر کیا تو میں فوراً پیچھے ہٹ گیا اور  
میں بارگاہ الہی میں توبہ کرتا ہوں واللہ میں نے ان کو قتل نہیں کیا حضرت  
عثمانؓ کی حرم محترمہ نے فرمایا کہ یہ سچ کہتا ہے لیکن ان دونوں کو اسی نے  
داخل کیا۔

ابن سعدؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے دوسرے روز

حضرات طلحہؓ و زبیرؓ حضرت عائشہؓ کو ہمراہ لے کر مکہ شریف ہوتے ہوئے  
بصرہ پہنچے اور وہاں پہنچ کر حضرت عثمانؓ کے خون کا مطالبہ کیا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے بعد ازاں اسے مناسک حج مدنیہ کو واپس  
آرہی تھیں راستہ میں مقام صرف پر عبید بن ابی سلمہ سے ملاقات ہو گئی



در بابت کیا مدینہ کا کیا حال ہے جو اب یا عثمانؓ شہید ہو گئے لوگوں نے حضرت  
علیؓ کی خلافت کی بیعت کر لی۔

اہل بیت المومنین جو حضرت عائشہؓ کے ہمراہ مکہ سے مدینہ کی طرف  
روانہ ہونے والی تھیں بصرہ کا قصد سن کر کٹھن گئیں ام المومنین حفصہؓ  
نے ہمراہی کا قصد کیا لیکن اپنے بھائی عبداللہ بن عمرؓ کے کہنے سے رک گئیں  
حضرت علیؓ نے عبداللہ بن عمرؓ سے ارشاد کیا کہ تم مجھے اس کا نشان  
دو کہ تم مدینہ سے میرے خلاف خروج نہ کرو گے ابن عمرؓ یہ کہہ کر کہہ واپس  
ایسا نہ ہو گا لوٹ آئے اس کے بعد ام کلثومؓ بنت حضرت علیؓ اور زوجہ عمر  
فاروقؓ نے آکر اہل مدینہ کی خبریں جو کچھ سنی تھیں بیان کیں دوسرے دن  
یہ خبر ہوئی کہ ابن عمرؓ شام کو روانہ ہو گئے علی بن ابی طالبؓ نے یہ سنتے ہی  
تاکہ بندی کر لی ام کلثومؓ نے کہا "اے پدر بزرگوار ابن عمرؓ مکہ کو ادا کے  
عمرہ کے لئے جاتے ہیں نہ کہ آپ کی مخالفت کو وہ آپ کے مطیع ہیں حضرت  
علیؓ کو یقین ہو گیا اور اپنے خیال سے باز آئے۔

حضرت عثمانؓ کے واقعہ کے متعلق روانگی فوج کی سمت معین کرنے  
کے لئے حضرت عائشہؓ کی قیام گاہ پر مشاورت ہوئی مختصر مباحثہ کے بعد  
بصرہ کی جانب پیش قدمی مناسب منظور ہوئی حضرت عائشہؓ قافلہ کے ساتھ  
بصرہ کی طرف روانہ ہوئیں اہل بیت المومنین اور عام مسلمانوں نے دور تک  
مشاہدت کی۔

حضرت عائشہؓ نے بصرہ کے قریب پہنچ کر چند اشخاص کو بنا بر اطلاع

بصرہ کو روانہ کیا شہر کے معززین کو خطوط لکھے بعض معززین کے گھر گئیں قبیلہ کا  
ایک سردار آوارہ نہ تھا اس کو خود جا کر بچھایا حضرت علیؑ کی طرف سے عثمان  
بن حنیف والی بصرہ نے عمران اور ابوالاسود کو حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجا  
اور سبب آمد کا دریافت کر آیا حضرت عائشہؓ نے جواب میں یہ تقریر کی:۔۔۔  
"خدا کی قسم میرے رتبے کے اشخاص کسی بات کو چھپا کر گھر سے نہیں  
نکل سکتے اور نہ کوئی ماں اصل حقیقت اپنے بیٹوں سے چھپا سکتی ہے یہ واقعہ  
۳۶ ہجری کا ہے اس وقت حضرت عائشہؓ کی عمر ۳۳ سال کی تھی واقعہ یہ ہے  
کہ آوارہ گردوں نے مدینہ منورہ پر جو حرم محترم تھا حملہ کیا وہاں فتنے برپا کئے  
اور فتنہ پردازوں کو پناہ دے رکھی ہے اس بنا پر وہ خدا اور رسولؐ کی  
لعنت کے مستحق ہیں علاوہ بریں انہوں نے بیگناہ خلیفہ اسلام کو قتل کیا  
مسموم خون کو حلال جان کر بہا یا جس کا مال لینا ان کو جائز نہ تھا وہ تو حرم  
محترم نبویؐ کی بے حرمتی کی ماہ مقدس کی توہین کی لوگوں کی آبروریزی کی  
مسلمانوں کی بیگناہ ماریبیٹ کی ان لوگوں کے گھروں میں اتر پڑے جو ان کے  
رکھنے کے روائے نہ تھے نقصان وہ رہے نفع رساں نہیں نیک دل مسلمانوں  
کو نہ ان سے بچنے کی طاقت ہے نہ ان سے محفوظ ہیں میں مسلمانوں کو لے کر  
اس لئے نکلی ہوں کہ لوگوں کو بتاؤں کہ عام مسلمان جن کو میں پیچھے چھوڑ آئی  
ہوں ان سے کیا نقصان پہنچ رہا ہے اور یہ کن کن جرائم کے مرتکب ہیں ہم  
اصلاح کی دعوت لے کر کھڑے ہوئے ہیں جس کا خدا اور رسولؐ نے ہرگز سے  
پھوٹے اور زن و مرد کو حکم دیا ہے یہ ہے ہمارا مقصد جس کی نیکی پر ہم تمہیں

آداہ کر رہے ہیں اور جس کی بُرائی سے تمہیں روکنا چاہتے ہیں“

دوسرے موقع پر حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے تقریریں کیں جن سے مخالفت اور موافقت کا شور ہو گیا یہ دیکھ کر حضرت عائشہؓ نے پر جلال اور بلند آواز میں حمد و نعت کے بعد یہ تقریر کی:-

”لوگ عثمانؓ پر اعتراض کیا کرتے تھے اُن کے عہدہ داروں کی برائیاں بیان کرتے تھے مدینہ آ کر ہم سے صلاح و مشورہ پوچھتے تھے ہم ان کو صلوات و آشتی کی جو رائے دیتے تھے وہ اس کو سمجھتے تھے عثمانؓ کی نسبت ان کو جو شکایتیں تھیں اُن پر جب غور کرتے تھے تو ہم عثمانؓ کو بیلناہ پر ہیر گار راست گنٹار اور ان شور و غل کرنے والوں کو گنٹگار خدار اور دروغ گو پاتے تھے ان کے دل میں کچھ تھا اور زبان پر کچھ ان کی تعداد جب بڑھ گئی تو بے قصور اور بلا سبب عثمانؓ کے گھر میں گھس گئے اور جس کا خون بہانا جائز نہ تھا اس کو بھایا جس مال کا لینا درست نہ تھا اس کو لوٹا جس سرزمین کا احترام ان پر فرض تھا اُس کی بے حرمتی کی ہاں ہوشیار! وہ کام جو اب کرنا ہے اور جس کے خلاف کرنا ناسزاوار ہے وہ عثمانؓ کے قاتلوں کی گرفتاری اور کلام الہی کے احکام کا مضبوطی سے اجرا ہے۔ خدا نے فرمایا ہے ”کیا ان کو نہیں دیکھتے جن کو کتاب الہی کا ایک حصہ دیا گیا کہ کتاب الہی کی طرف ان کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ فیصلہ کرے پھر یہ حال ہے کہ ایک فرقہ معترفانہ اس سے منحرف ہوتا ہے“

یہ سن کر لوگوں پر ایسا سناٹا اچھا گیا گویا منہ میں زبان ہی نہ تھی حضرت عائشہؓ

نے تقریر اس طرح جاری رکھی:

”متم پر میرا دوسری حق ہے اور مجھے نصیحت کی عزت حاصل ہے سوا  
 اس کے جو اپنے رب کا فرمانبردار بندہ نہیں ہے محکوم کوئی الزام نہیں دے  
 سکتا آنحضرتؐ نے میرے سینے پر سر رکھے ہوئے وفات پائی میں آپ کی  
 چہیتی ہو پو لوں میں سے پو لوں خدا نے محکوم دوسروں سے ہر طرح محفوظ  
 رکھا اور میری ذات سے موسیٰ و منافق میں تمیز ہوئی (واقعہ انکا) اور  
 میرے ہی سبب سے تم پر خدا نے تیمم کا حکم نازل فرمایا پھر میرا باپ دنیا میں  
 تیسرا مسلمان ہے اور غار حرا میں دو کا دوسرا تھا اور پہلا شخص تھا  
 جو صدیق کے لقب سے مخاطب ہوا آنحضرتؐ نے وفات پائی تو اس  
 سے خوش ہو کر اور اس کو خلافت کا طوق پہنا کر اس کے بعد جب مذہب  
 اسلام کی رسی ہلنے لگنے لگی تو میرا ہی باپ تھا جس نے اس کے دونوں  
 سرے تھام لئے جس نے نفاق کی باگ روک دیا جس نے ارتداد کا  
 سرچشمہ خشک کر دیا جس نے پھوڑ پھوڑا کی آتش افروز سی سرد کر دی تم لوگ  
 اس وقت آنکھیں بند کئے غم اور فتنہ کے منتظر تھے اور شور و غوغا  
 پر گوش برآواز تھے اس نے شکاف کو برابر کیا بیکار کو درست کیا گرتوں  
 کو سنبھالا لوگوں کی مدھون بہار پو لوں کو دور کیا جو بانی سے سیراب ہو چکے  
 تھے انھیں دوبارہ تہاں تک پہنچا دیا جو بیا سے نکتے ان کو گھاٹ پر  
 لے آیا اور جو ایک بار پانی پی چکے تھے انھیں دوبارہ پلا یا جب وہ نفاق  
 کا سر کھیل چکا اور اہل شرک کے لئے آتش جنگ مشتعل کر چکا اور تہاں سے



سامان کی کٹھری کو دور ہی سے باندھ چکا تو خدا نے اسے اٹھایا اپنے بعد  
 ایک ایسے شخص کو اپنا جانشین بنا گیا جس کی طرف اگر جھکے تو محفوظ بن جاتا  
 گمراہی سے اس قدر دور جیسی دور مدینہ کی دونوں پہاڑیاں دشمنوں  
 کی گوشالی اور جابلوں سے درگزر کرتا اسلام کی نصرت میں راتوں  
 کو جاگا کرتا اپنے پیش رو کے قدم بہ قدم چلا فتنہ و فساد کا شیرازہ دہم  
 برہم کر دیا قرآن میں جو کچھ تھا اس کی ایک ایک چول بٹھا دی۔ ہاں!  
 میں ہدف سوال بن گئی ہوں کہ کیوں فوج لیکر نکلی میرا مقصد اس سے  
 گناہ کی تلاش اور فتنہ کی جستجو نہیں ہے جس کو میں پابال کرتا چاہتی ہوں  
 جو کچھ کہہ رہی ہوں سچائی اور انصاف کے ساتھ تمام حجت اور تنبیہ  
 کے لئے خدا کے پاک سے دعا ہے کہ وہ اپنے پیغمبر محمد پر درود نازل  
 کرے اور اس کا جانشین پیغمبروں کی جانشینی کے ساتھ تم پر مقرر کر دے۔“  
 مذکورہ بالا تقریریں تھیں جو خواتین کے کلام اور فطری جوہر طبیعت کا  
 اوائل زمانہ اسلام میں بھی نہایت پر مغز اور مشہور خطیب گذری ہیں  
 احمد بن ابی طاہر (المؤدبی) نے ہجرت کے نام سے  
 ایک کتاب لکھی ہے جس میں مخصوص خواتین کے خطبے اور تقریریں قلمبند  
 کی ہیں اسی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تقریریں بھی مذکور ہیں۔  
 اسلام سے قبل شاعری عورتوں میں بھی داخل تھی اور اسلام کے  
 بعد بھی صدیوں تک سینکڑوں عورتیں شعر و سخن میں وہ کمال رکھتی تھیں  
 کہ اب تک ان کا کلام عرب کی شاعری کا طرہ فخر و امتیاز ہے اسی طرح علم و

ادب فقہ فلسفہ و منطق وغیرہ میں نہایت باکمال اور صرف و نحو میں  
کامل گذری ہیں جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے ان میں بہت  
سی ایسی شخصیں جو درس و تدریس میں ماہر تھیں اور ان سے لوگ علم  
حاصل کرتے تھے دور دراز سے لوگ ان معلمہ خواتین کی خدمت  
میں حاضر ہوتے اور علمی فوائد حاصل کرتے۔

خود حضرت عائشہؓ کے حجرے میں لڑکے عورتیں اور اکثر مرد  
جمع ہوتے تھے اور لوگ حجرے کے سامنے مسجد نبویؐ میں بیٹھتے  
تھے اور سوالات کا جواب حاصل کرتے تھے۔

حدیث میں حضرت عائشہؓ کی مرویات کی ایک خاص حیثیت  
سے یعنی ان سے اکثر وہ حدیثیں مروی ہیں جو عقائد یا فقہ کے اہم  
مسائل ہیں۔

حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں بیت المال کے خزانچی ابو رافعؓ  
(آنحضرتؐ کے خادم) تھے ان کی صاحبزادی کو حضرت علیؓ نے دیکھا کہ ایک  
سوتلی پہنے ہیں جو بیت المال کا تھا پوچھا کہاں سے آیا یقیناً اس لڑکی کا  
ہاتھ کا لٹکا ابو رافعؓ نے عرض کی امیر المؤمنینؓ نے خود یہ سوتلی  
اس کو دیا ہے ورنہ یہ کہاں سے لاسکتی تھی۔

عمرہ بنت عبد الرحمن ایک خاتون تھیں ان کو حضرت عائشہؓ  
نے اپنے آغوش تربیت میں پالا تھا وہ بڑی محدثہ اور عالم تھیں تمام  
علماء کا اتفاق ہے کہ حضرت عائشہؓ کی مرویات کا ان سے بڑھ کر کوئی

عالم نہ تھا۔

ایک بار حضرت عائشہؓ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے ناراض ہو گئیں اور عہد کر لیا کہ اب ان سے بات چیت نہ کریں گی لیکن جب عبداللہ بن زبیر نے معافی مانگی اور دوسرے صحابہ نے بھی سفارش کی تو وہ کر فرمایا "انی نذرت والنذر شدید" میں نے نذر مان لی ہے اور نذر کا معاملہ نہایت سخت ہے، بالآخر اصرار و سفارش سے معاف کر دیا اور کفارہ قسم میں چالیس غلام آزاد کئے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابوبکرؓ کا مقام حبش میں انتقال ہوا اور لاش مکہ میں دفن ہوئی تو حضرت عائشہؓ ان کی قبر تک آئیں اور ایک شہر مرثیہ کے اشعار پڑھے

حضرت عائشہ بنت طلحہؓ نے حضرت عائشہؓ کے دامن تربیت میں پرورش پائی تھی ان کا بیان ہے کہ لوگنا دور دور سے ان کے پاس حاضر ہوتے تھے اور بوڑھے بوڑھے لوگ بھی آتے تھے جو ان لوگ بھائی چارہ کرتے تھے اور اطراف ملک سے بچے اور خطوط بھیجا کرتے تھے۔

ترندی میں ہے کہ صحابہ کے سامنے جب کوئی مشکل سوال پیش آجاتا تو اس کو حضرت عائشہؓ ہی حل کرتی تھیں ان کے شاگردوں کا بیان ہے کہ ہم نے ان سے نہ یادہ خوش تقریر نہیں دیکھا تفسیر حدیث اسرار شریعت خطابت اور ادب و انساب میں ان کو کمال تھا اور شعرا کے بڑے بڑے قصیدے زبانی یاد رکھتے۔

موسم حج میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیمہ لاکھوں مسلمانوں کا مرکز بن جاتا عورتیں چاروں طرف سے گھیر لیتی ہیں اور وہ امام کی صورت میں آگے آگے اور تمام عورتیں ان کے پیچھے پیچھے چلتی ہیں۔

ایک مرتبہ موسم حج میں مقام منا پر خیمہ زن تھیں لوگ ملاقات کو آ رہے تھے چند لڑکھان بنتے ہوئے آئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہنسنے کی وجہ دریافت کی عرض کیا ایک صاحب خیمہ کی رسی میں الجھ کر ایسے گرے کہ آنکھیں اور گردن بچے ہی گئی ہم لوگوں کو یہ دیکھ کر ہنسی آئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہنسنا نہیں چاہیے کسی مسلمان کے کاٹنا چیمہ جانے یا اس سے بھی معمولی تکلیف پہنچنے تو خدا اس کا درجہ بڑھاتا ہے اور اس کا گناہ معاف کرتا ہے۔

ایک بار امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملنے گئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "تم اس طرح بے خطر نہا میرے گھر آگے ممکن تھا کہ میں کسی کو چھپا کر کھڑا کر دیتی کہ جیسے ہی تم آتے وہ تمہارا سر اٹھاتا" امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا "یہ دارالامان ہے یہاں آپ ایسا نہیں کر سکتی تھیں"۔

مرض الموت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آکر صحیح معنوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تعریف کی سن کر فرمایا "کاش میں پیرا نہ ہوئی ہوتی" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نہایت دلیر اور شجاع تھیں رات کو اٹھ کر تنہا قبرستان چلی جاتی تھیں۔



امیر معاویہؓ شام میں کسی مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے سامنے سے  
آپ کے جاہ و حشم کا سامان کینیز کریں اور گاڑیاں گڈریں تو آپ نے شرمسار  
ہو کر کہا "ہم تو دنیا میں لت پت ہو گئے"۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ کا مرتبہ نہایت بلند مانا گیا ہے آپ  
فرماتی تھیں کہ بطور واقعہ کہتی ہوں نہ بطور فخر کہ خدا نے مجھ کو کئی شرف  
و امتیاز عنایت فرمائے خواہ میں آنحضرتؐ کے سامنے فرشتے نے  
میرے صورت پر پیش کی جب میں سات برس کی تھی تو آپ نے مجھ سے نکاح  
کیا جب میرا سن نو برس کا ہوا تو رخصتی ہوئی میرے سوا کوئی اور کنواری  
بیوی آپ کی خدمت میں نہ تھی آپ جب میرے بستر پر ہوتے تب ہی وحی  
آتی میں آپ کی محبوب ترین بیوی تھی میری شان میں قرآن میں آیتیں  
اتریں میں نے جبریلؑ کو آنکھوں سے دیکھا آپ نے میری ہی آغوش میں  
سر رکھے ہوئے وفات پائی۔

ایک مرتبہ حضرت منکدر بن عبد اللہؓ حضرت عائشہؓ کی خدمت  
میں حاضر ہوئے دریافت فرمایا کہ "تمہارے سے کوئی لڑکا ہے انہوں نے  
کہا نہیں فرمایا اگر میرے پاس دس ہزار درہم ہوتے تو میں تم کو دے  
دیتی حسن اتفاق سے شام ہی کو امیر معاویہؓ نے ان کے پاس روپیہ بھیجے  
بولیں کس قدر جلد میری آزمائش ہوئی فوراً آدمی بھیج کر ان کو بلوایا  
اور دس ہزار درہم دیدیے۔

ایک بار شام کی عورتیں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں آئیں وہاں

عام میں جا کر عورتیں برہنہ غسل کرتی تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا  
 ”تم بھی وہ عورتیں ہو جو حماموں میں جاتی ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ  
 جو عورت اپنے کھر سے باہر کپڑے اتارتی ہے وہ اپنے میں اور خدا میں  
 پر وہ دری کرتی ہے“

رسول اللہ کی ازواج مطہرات اور خصوصاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے  
 صرف عورتوں کی بلکہ مردوں کی معلمہ تھیں اور بڑے بڑے صحابہ و  
 تابعین ان سے حدیث تفسیر اور فقہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے

صحابیات و دیگر خواتین  
 رسول اللہ نے شوہر کے سوا اور ان  
 کے ماتم کے لئے صرف تین دن مقرر

فرمائے تھے صحابیات نے اس کی سخت پابندی کی جب زینب بنت  
 جحش کے بھائی کا انتقال ہوا تو چوتھے دن عورتیں ملنے آئیں انہوں نے  
 ان سب کے سامنے خوشبو لگائی اور کہا ضرورت نہ تھی لیکن میں نے  
 آپ سے مہر پر سنا ہے کہ کسی مسلمان عورت کو شوہر کے علاوہ تین دن  
 سے زیادہ کسی کا ماتم کرنا جائز نہیں۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد کا انتقال ہوا تو انہوں نے بھی تین روز  
 کے بعد خوشبو لگائی اور کہا ”مجھے اس کی ضرورت نہ تھی صرف تقیہ حکم  
 منظور ہے“

حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا بہ شام میں رہنے لگی تھیں چنانچہ  
 ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما پاؤں دہا این سے ان سے ملنے کے

لئے تشریف سے گئے

ال حلفہ میں سے ایک صحابی بیمار ہوئے تو حضرت امام الدرداءؒ  
اونٹ پر سوار ہو کر آئیں اور ان کی عیادت کی۔

ایک شخص کی بی بی بیمار تھیں وہ ام الدرداءؒ کے پاس آئے  
انہوں نے حال پوچھا تو کہا "بیمار ہے" انہوں نے ان کو بٹھا کر کھانا  
کھلایا اور جب تک ان کی بی بی بیمار رہیں حال پوچھتی رہیں اور کھانا  
کھلاتی رہیں۔

حضرت ابوذر غفاریؓ نے باویہ نشینی اختیار کر لی تھی مرتے وقت  
بی بی نے رو کر کہا کہ میرے پاس تو آپ کے کفن کے لئے کپڑا بھی نہیں ہے  
بولے "وومت رسول اللہ نے فرمایا ہے تم میں سے ایک آدمی جنگل  
میں مرے گا اور مسلمانوں کا ایک گروہ اس کے جنازے میں شریک ہوگا  
تم راہ دیکھو اور انتظار کرو حسن اتفاق سے ایک قافلہ آگیا اس نے ان  
کی بی بی سے پوچھا کیا حال ہے بولیں ایک مسلمان مر رہا ہے اس کو کفن  
اور ثواب لو۔

ایک صحابی نے مسجد قبا تک پایا وہ جانے کی نذر مانی تھی ابھی  
نذر پوری نہ کرنے پائی تھیں کہ انتقال ہو گیا حضرت عبد اللہ بن عباسؓ  
نے فتویٰ دیا کہ ان کی صاحبزادی نذر پوری کریں۔

ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اپنے ایک دوست سے  
لئے آئے وہ موجود نہ تھے ان کی بی بی سے پائی ماڑی کا اس نے نوٹھی کو

ہمسایہ کے گھر بچھا کہ رووہ ملک لائے لڑکھانے ویرنگائی تو بی بی نے اس پر لعنت بھیجی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ گھر سے نکل آئے اتنے میں دوست آگئے اور کہا "آپ سے کیا حجاب تھا گھر میں آکر بیٹھے ہوتے" بولے "سب کچھ کر لیا لیکن آپ کی بی بی نے فوراً پر لعنت بھیجی اور رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ "اگر لعنت بے محل ہوتی ہے تو خود لعنت بھیجنے والی پر لوٹ آتی ہے اس لئے مجھے خوف پیدا ہوا کہ شاید لونڈی مسعودہؓ بخیر اور وہ لعنت آپ کی بی بی پر لوٹ آئے اور میں اس کا سبب ہوں اس خیال سے گھر سے باہر نکل آیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ایک بوڑھی عورت سے پاؤں دبوایا کرتے

تھے۔

سنگھ بھری میں ابن زبیرؓ بہادری کے ساتھ لڑتے لڑتے شہید ہوئے تھے آپ حرم میں قلعہ بند تھے خلیفہ عبدالملک نے حجاج بن یوسف ثقفی کو مقابلہ کے لئے بھیجا تھا حجاج نے مکہ کا محاصرہ کر کے سنگ باری شروع کر دی تھی شہید ہونے کے بعد حجاج نے لاش سولی پر لٹکانی کئی دن کے بعد حضرت اسماءؓ کا اوپر سے گزرا ہوا انہوں نے فرمایا "ابھی یہ شہوار ساری سے نہیں اترا عبد الملک کو خبر ہوئی تو اس نے حجاج کو لٹکر لاش واپس دلوانی۔

یحییٰ غسانی کہتے ہیں کہ عبد الملک بن مروان و خلیفہ نبی امیہ حضرت ام الدرداءؓ صحابیہ کے پاس بیٹھا کرتا تھا ایک دن ام الدرداءؓ نے فرمایا کہ اسے امیر المؤمنین میں نے سنا ہے کہ تم اب عبادت گزار ہونے کے بعد شراب پینے لگے ہو انہوں نے کہا ہاں میں شراب پینے کے ساتھ خوشخوار بھی



ہو گیا ہوں“

عبید بن ابراع الغسانی کہتے ہیں کہ جب عبد الملک بن مروان خلیفہ ہو گئے تو ام الدرداء نے اُن سے کہا کہ میں نے جسے تجھے دیکھا تھا جب ہی سے سمجھتی تھی کہ تو بادشاہ ہو جائیگا انہوں نے پوچھا کیسے فرمایا کہ تجھ سے بہتر نہ میں نے کوئی بات کرنے والا دیکھا نہ بات سننے والا۔

ابو عمر نو کہتے ہیں کہ خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے پاس اُسامہ بن زید کی صاحبزادی آئیں آپ نے تعظیماً اُن کا استقبال کیا اور اُن کو اپنے ساتھ بٹھلایا اور جو کچھ انہوں نے طلب کیا ان کو عطا کیا۔

صو لی کہتے ہیں کہ ایک عورت ہمدی خلیفہ بنی عباس کے پاس آئی اور کہا کہ اے رسول کے رشتہ دار میری حاجت بھی پوری کر اسے دس ہزار درہم دیجئے۔

ابن عتبہ کہتے ہیں کہ ایک روز خلیفہ مامون علماء کے ساتھ وراغاً میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت نے آکر بیان کیا کہ میرے بھائی نے انتقال کیا اور مجھے سو دینار چھوڑے مجھے صرف ایک دینار دیا جاتا ہے۔

شہ ہجری میں ولید اول کے زمانہ میں ترکوں سے مسلمانوں کی جنگ ہوئی اس میں ترک بڑی جاننازی سے لڑے اور اسلامی فوج کو سپاہ کے لشکر گاہ تک پہنچا دیا یہ دیکھ کر مسلمان عورتوں نے لکارا اور گھوڑوں کو مار مار کر میدان جنگ کی طرف واپس کیا پھر مسلمانوں نے سنبھل کر حملہ کیا اور ترکوں کو ٹھکھیل کر دریا کے پار پہنچا دیا۔

شام کے زمانہ میں المنذر کی موت کے بعد اس کے بھائی ارطیاش نے اپنے نابالغ بھتیجوں کی جاگیر پر قبضہ کر لیا المنذر کی لڑکی سارہ دونوں بھائیوں کو لے کر شام گئی اور شام سے چچا کے ظلم کی فریاد کی شام نے اسی وقت حکم بکھدیا کہ ان کی جاگیر ارطیاش کے قبضہ سے نکال کر تینوں میں ان کی میراث کے مطابق تقسیم کر دی جائے شام سارہ کی شکل و صورت اور دانش سے بہت متاثر ہوا اور اس کی رضامندی سے اس کا عقد علیسی بن مزاحم کے ساتھ کر دیا اس رشتہ سے اس خاندان کا تعلق عرب شرفاء سے قائم ہو گیا جس سے اس کو بڑا فائدہ پہنچا اور بعد کے تمام امراء و خلفاء اس کا لحاظ کرتے رہے عبدالرحمن الداخل خاص طور سے سارہ کی بڑی عزت کرتا تھا اس کے لئے ہر وقت دربار میں آنے کی عام اجازت تھی۔

۶۰۶ء ہجری میں خلیفہ مقتدر کی شہادت اور لاپرواہی سے سلطنت کا نظم و نسق حرم شاہی کے ہاتھ میں آ گیا حتیٰ کہ مقتدر کی ماں ہر جمعہ کو اجلاس کرنے لگی اور قاضیوں و اعیان سلطنت کی حاضری میں فرامین جاری کرنے لگی اس کو اس خدمت کے عوض میں بیت المال سے تنخواہ ملتی تھی۔

خو کہ بنت ازدر اپنے بھائی حضرت ضرار کو ردھیوں کی قید سے رہا کرنے کے لئے لڑی تھی۔

ترکی میں دوران خلافت صوبہ جات میں دیہاتی عورتوں کو علاوہ انتظام خانہ داری کے کھیتوں میں بھی کام کرنا پڑتا تھا۔

قسطنطینیہ میں بعض حمام ایسے بھی تھے جو ہر روز صبح سے شام کے سات

بچے تک مستورات کے استعمال میں رہتے تھے اور اس کے بعد مردوں کے کام میں لائے جاتے تھے مستورات سے بہت کم اجرت لی جاتی تھی مردوں کے بہ نسبت عورتیں زیادہ تر حمام کو جاتی تھیں اور جب عورتیں حمام کو جاتی تھیں تو وہاں تمام دن قیام کرتی تھیں اور ایسے موقعوں پر پینے پھارے شوہروں کو شام کا کھانا اچھی طرح نہیں لٹاتا تھا قسطنطنیہ میں تقریباً پچھتر حمام عوام کیلئے تھے۔ خلیفہ ماموں کی ماں ایک کنیر تھی جس کا نام مراہل تھا وہ ہرات کے شہر بادغیس میں پیدا ہوئی تھی علی بن عیسیٰ گورنر خراسان نے اس کو باروں رشیدی خدمت میں بھیجا تھا۔

علی بن عیسیٰ سپہ سالار فوج روانگی کے وقت زبیدہ خاتون سے رخصت ہونے گیا زبیدہ نے چاندی کی ایک زنجیر منگوائی اور علی بن عیسیٰ کو دیا کہ ماموں گرفتار ہو تو اس میں باندھ کر لانا کہ امین اگرچہ میرا تخت چکر ہے تاہم ماموں کا بھی مجھ پر حق ہے تم جانتے ہو کہ وہ کس کا بیٹا ہے اور کس کا بھائی ہے گرفتار ہو جا تو پاس ادب ملحوظ رکھنا سخت کہے تو برداشت کرنا راہ میں رکاب تمام کر لینا کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔

مقررہ زمانے تکلیف ہے کہ جب ماموں نے مصر کا دورہ شروع کیا تو ہر گاؤں میں کم سے کم ایک رات دن ٹھہرتا تھا مقام طار النہل میں پہنچا تو خلافت معمول وہاں قیام نہیں کیا اور آگے بڑھ گیا اس گاؤں کی مالک ایک عورت تھی یہ خبر سن کر وہ ماموں کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی مجھ کو کیوں محروم کیا گیا چنانچہ ماموں اس کا لہجان ہوا اس نے اپنی حیثیت کے مطابق دعوت

کاسامان کیا اور رخصتہ کے وقت سوس تھیلی اشرفیاں ایک ہی سن کے سکر  
کی نذر میں پیش کیں ماموں حیرت زدہ رہ گیا۔

ایک دن ایک شکستہ حال عورت نے دربار میں آکر زبانی یہ شکایت کی  
کہ ایک ظالم نے میری جائداد چھین لی ہے ماموں نے کہا وہ کون ہے اور کہاں ہے  
اس نے اشارہ سے بتایا کہ آپ کے پہلو میں ماموں نے دیکھا تو خود اس کا بیٹا عباس  
تھا وزیر اعظم کو حکم دیا کہ شہزادے کو عورت کے برابر لے جا کر کھڑا کر دے دونوں  
کے اظہار سے بالآخر فیصلہ عورت کے حق میں دیا اور جائداد واپس دلادی۔  
ملا محمد انصاری برساکے قاضی ہونے کے علاوہ مملکت عثمانیہ کے  
مفتی بھی تھے عباہ و حشمت کا یہ حال تھا کہ سنیکڑوں لونڈی غلام کے مالک تھے  
چالیس لونڈیاں تو ایسی تھیں جو سونے کا تاج پہنا کرتی تھیں بائزید بلیدرم سلطان  
روم کے زمانہ میں عباہ رجب ۸۳۲ھ ہجری وفات پائی ان کے جنازے پر جس کثرت  
کے ساتھ زن و مرد و اطفال تھے اور جس شدت سے عام و خاص پھوٹا پھوٹے  
کر رہے تھے وہ ایک خاص واقعہ تھا۔

حضرت بشر عافی اور المتوفی ۲۲۷ھ ہجری (کبار صالحین سے تھے۔ آپ  
ایک روز معافی بن عمران سے ملنے گئے دستک دہی آواز آئی کون کہا بشر عافی  
ایک لڑکی نکلی اور بولی کاش تم بائچہ چھ آنہ میں جوتہ خرید لیتے تو عافی نہ کہلاتے  
آپ کی تین بہنیں تھیں مہنفہ مہنہ اور زبیرہ تینوں غابوہ زاہدہ متورعہ  
تھیں۔ امام احمد بن حنبلہ کے فرزند ابن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ایک  
عورت والدیہ رگوار کے پاس آئی اور کہا جناب میں رات کو کبھی تو چہراغ



کی روشنی میں اور کبھی چاندنی میں کاتا کرتی ہوں کیا فروخت کے وقت مجھ کو  
 تہلا دینا چاہئے کہ چاندنی میں کاتا ہوا کون سا ہے اور چراغ کی روشنی میں  
 کون سا فرمایا اگر تو دونوں میں کچھ تفاوت خیالی کرتی ہے تو تہلا دیا کر عورت  
 نے پھر دریافت کیا کہ کیا بیمار کا کرنا بھی شکایت میں داخل ہے فرمایا نہیں  
 شکایت میں داخل نہیں ہے وہ چلی گئی تو والد بزرگوار نے فرمایا کہ ایسے  
 سوال کرتے ہوئے میں نے کسی کو نہیں دیکھا عبد اللہ تم اس کے پیچھے پیچھے جاؤ  
 اور خبر لاؤ کہ یہ کون ہے میں اس کے پیچھے پیچھے چلا وہ بشرہ کے گھر میں داخل  
 ہو گئی میں نے سمجھا ان کی بہن ہے واپس آکر والد بزرگوار سے ذکر کیا فرمایا  
 بخدا محال ہے کہ بشرہ کی بہن کے سوا یہ اور کوئی ہو۔

عبد اللہ سے روایت ہے کہ مجھے بشرہ کی دوسری بہن والد بزرگوار  
 کے پاس آئی کہا ابو عبد اللہ میرا سرمایہ کل دو درہم ہیں ان کی روٹی خرید لیتی  
 ہوں اور سوت کات کر نصف درہم نفع پر بیچتی ہوں اور سوت میں ایک درہم پر  
 گذران کرتی ہوں میں رات کو کات رہی تھی کچھ لوگ مشعل لئے ہوئے میرے پاس  
 سے گذرے میں نے اس کی روشنی میں دو آئی سوت کات لیا لیکن یہ خیال آیا  
 کہ اللہ تعالیٰ ضرور اس بارہ میں مجھ سے مواخذہ فرمائے گا کہ کیوں بلا اجازت  
 دوسرے کی روشنی سے فائدہ اٹھایا مجھے صورت نجات بتائیے خدا تعالیٰ تم کو  
 بھی نجات عطا فرمائے امام نے فرمایا اپنے کل سرمایہ کو خیرات کر دے اور بالکل  
 بے سرمایہ ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بہتر کچھ عنایت فرمائے وہ چلی گئی تو میں  
 نے والد بزرگوار سے عرض کیا کہ کاش آپ فرمادیتے کہ وہ اسی قدر سوت نکال

دینی فرمایا لڑکے جس درجہ کا یہ سوال ہے اُس کی کوئی تاویل نہ ہو سکتی تھی تم  
یہ بتاؤ کہ یہ کون تھی میں نے کہا محترمہ بشر حافی کی بہن فرمایا تب ہی ایسے  
سوال کرتی ہے۔

بشر حافی کہا کرتے تھے کہ میں نے درع اپنی بہن سے سیکھا ہے جس کی  
کوشش ہمیشہ یہی ہوتی تھی کہ جو کھانا وہ کھائے اس میں کسی مخلوق کا احسان  
نہ ہو۔

ملک شاہ سلجوقی کا باپ الپ ارسلان تھا بہدانی لکھتا ہے کہ رُسے میں  
ایک مغنیہ نہایت حسین و جمیلہ تھی بادشاہ نے اُسے راک سُننے کے لئے بلایا  
صورت دیکھتے ہی مفتوں ہو گیا جب اپنا ارادہ اُس پر ظاہر کیا تو کہا حضور مجھے  
غیرت آتی ہے کہ نہرانے مجھے ایسی شکل و صورت عطا فرمائی اور میں اس کو  
جہنم کا انبیہن بناؤں حضور جانتے ہیں کہ حلال و حرام میں صرف ایک کلمہ  
کا فرق ہے اور جب حلال ایسی آسانی سے میسر ہو سکتا ہو تو حرام سے  
پرہیز کرنا ضروری ہے بادشاہ نے کہا سچ کہتی ہو اسی وقت قاضی کو بلوا کر  
نکاح پڑھا لیا۔ یہ بادشاہ ۵۵۰ھ ہجری میں فوت ہوا۔

شیخ سعدی جلیہ ثقہ اور محدث خود اپنا ایک لطیفہ لکھتے ہیں کہ بازن  
خوش ہم پہلو بودم۔ خواجہ کے کرمانی آمد۔ در زور گفتم کیستی۔ گفت منم۔  
گفتم بازن خوش ہم سختم۔ ز نام بر آشفت کہ مردک چہ میگویی۔ گفتم آخر تناغر  
ہستم۔ بہر تو قافیہ گذارم۔

قاضی یعقوب نام اور ابو یوسف کنیت ۳۱۱ھ ہجری میں پیدا ہوئے

جب ہوش سنبھالا تو ماں نے ایک ٹھٹیرے کی دکان پر ظروف مسی کا بنا سیکھنے کے لئے بٹھا دیا قریب ہی امام اعظم ابو حنیفہؒ کا درس تھا یہ دکان سے اٹھ کر درس میں جا بیٹھتے تھے ماں کو جب معلوم ہوتا تو حلقہ درس سے اٹھا کر ان کو لے جاتی امام نے چند بار اس طرح ملاحظہ فرمایا اور ابو یوسفؒ بھی چند روز تک درس سے غیر حاضر رہے حتیٰ کہ امام نے خود ان کو طلب فرمایا کہا ماں کی اطاعت اور معاش کی ضرورت مجھے غیر حاضر رہنے پر مجبور کرتی ہے امام صاحب نے سو روپیہ دیئے اور فرمایا درس میں آیا کرو جب روپیہ ختم ہو جائے امام صاحب خود بخود اور دسے دیتے ابو یوسفؒ خود بھی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میری ماں مجھے حلقہ درس سے اٹھانے کے واسطے آئی اور جھجلا کر امام صاحب سے کہنے لگی کہ لڑکے کو تو خراب کرتا ہے میں کہتی ہوں کہ یہ بے پردہ بچہ دو آنہ کار و زکار سیکھ لے تو اچھا ہے اور تو اسے کتابوں میں لگا لیتا ہے امام صاحب نے فرمایا کہ یہ علم پڑھ کر روغنِ لبتہ کے ساتھ فالو وہ کھایا کرے گا بڑھیا غصہ میں باہر نکلی گی اور گلی میں جا کر کہا کہ یہ پورھا سٹھیا گیا جو ایسی باتیں کرتا ہے۔

ہزاروں رشید نے امام ابو یوسفؒ کو بوا یا خود امام ابو یوسفؒ کا بیان ہے کہ جب میں ایوان کے دروازہ میں داخل ہوا تو ایک کمرہ میں ایک حسین نوجوان قید تھا اس نے میرے سامنے گڑ گڑاتے ہوئے ہاتھ پھیلائے مگر میں اس کا مدعا کچھ نہ سمجھا۔ اندر گیا تو خلیفہ نے پوچھا بادشاہ کسی زانی پر اپنے ذاتی سزا کے پر حد شرعی جاری کر سکتا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ خلیفہ نے سنتے ہی سجدہ کیا۔

پھر دریافت کیا تم کہاں سے کہتے ہو میں نے کہا رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ جب شبہ ہو جائے تو ملزم پر سزا شرعی جاری نہ کرو، ہاروں رشید نے پوچھا کہ معائنہ کے بعد کیا شبہ رہ سکتا ہے میں نے کہا معائنہ بھی ایک قسم کا علم ہے اور کوئی شخص اپنے علم سے مجرم کو سزا نہیں دے سکتا خلیفہ نے مکرر سجدہ کیا مجھ کو انعام دیا اور اس نوجوان کو آزاد کر دیا۔

ہشیم بن عدی خلفاء منصور ہمدانی اور ہاروں رشید کا مصاحب شاعر اور ادیب تھا ایک دفعہ ہمدانی نے کہا کہ میں عرب کی تواضع و سخاوت اور کج خلقی و سخیلی کے متعلق متنقاد حکایتیں سنتا رہا ہوں ہشیم تمہاری کیا رائے ہے کہا حضور میں ہشیم دید عرض کروں گا میں ایک دوست کی ملاقات کی غرض سے سفر کو چلنا ناقہ پر سوار تھا دن بھر کی مسافت کے بعد مجھے جنگل ہی میں رات ہو گئی میں نے ادھر ادھر نظر ڈالی تو ایک خیمہ نظر آیا میں وہاں چلا گیا خیمہ میں ایک عورت تھی اس نے پوچھا تو کون ہے میں نے کہا مہمان بولی مہمان کا یہاں کیا کام تمام جنگل موجود ہے اس کے بعد خود کھاپی کر بیٹھ رہی میری بات تک نہ پوچھی تھوڑی دیر بعد اس کا شوہر تازے دودھ کا بھرا ہوا برتن لئے آ پہنچا سلام کیا اور پوچھا کون میں نے کہا مہمان کہا مہمان خوب تشریف لائے پھر بیوی سے پوچھا کہ مہمان کو بھی کھانا کھلایا بولی نہیں اس پر مرد دودھ کا بھرا ہوا گلاس میرے لئے لے آیا پھر عورت سے لپٹنے لگا کہ تو نے خود روٹی کھالی اور مہمان کو بھوکا رکھا اور مرد نے عورت کو مارا پیٹا پھر اندر سے چھرا لے کر نکلا اور میری سواری کے ناقہ کو ذبح کر ڈالا میں نے



نرمی سے کہا بھائی صاحب آپ نے یہ کیا کیا کہا بخدا یہ نہیں ہو سکتا کہ  
 میرے گھر میں آکر وہاں بھوکا رہے غرض اس نے گوشت پکایا اور جب  
 ہم کھا چکے تو تھوڑے سے کباب عورت کے پاس لے گیا جب صبح ہوئی  
 تو چپکے سے اٹھ کر چلایا میں حیران تھا کہ اب سوار کا بغیر کیا ہوگا  
 تھوڑا دن چڑھا تھا کہ ایک تیز رفتار اونٹ لے کر وہی شخص آگیا اور  
 کہنا قہ کے عیوض یہ اونٹ قبول فرمائیے پھر مجھے سوار کرادیا اور گوشت  
 زادراہ کے لئے میرے ساتھ کر دیا چلتے چلتے پھر رات جنگل ہی میں  
 ہو گئی مجھے ایک خیمہ نظر پڑا جس میں ایک عورت بیٹھی تھی اُس نے پوچھا کون  
 ہیں نے کہا وہاں بولی مرزا تشریف لائیے پھر اُس نے روٹی پکائی اور  
 دودھ کا برتن سامنے لا کر رکھا اور عذر بھی کیا اتنے میں ایک مرد اعرابی  
 آیا سلام علیک کے بعد مجھ سے پوچھا تم کون ہیں نے کہا وہاں جواب  
 دیا کہ ہمارے ہاں وہاں کا کیا کام ہے پھر عورت کے پاس گیا روٹی مانگی  
 وہ بولی میں نے وہاں کو کھلا دی مرد نہایت خفا ہوا پس میں خوب جھکڑا  
 ہوتا رہا مجھ کو ہنسی آرہی تھی مرد نے مجھ سے ہنسنے کی وجہ پوچھی اور قسم دی  
 میں نے کہا کل ایک باد یہ نشین کے خیمہ میں وہاں ہوا تھا وہاں مرد متواضع  
 تھا یہاں عورت وہاں تو اسے ہے۔ کہا میری عورت اُس مرد کی بہن ہے اور  
 اُس کی عورت میری بہن ہے۔

ہشیم بن عدی نے ایک اور حکایت یہ بیان کی کہ ایک شخص مرغ کا  
 گوشت کھا رہا تھا سائل آیا تو اُس نے سختی اور بد مزاجی کے ساتھ محروم

کر دیا کچھ عرصہ کے بعد بیوی کو چھوڑ دیا عورت نے اور جگہ شادیاں کر لی  
 ایک روز اُس کے یہاں سائل آیا یہ شخص مرغ کا گوشت کھا رہا تھا عورت  
 سے کہا سائل کو دے عورت روٹی دینے لگی تو اُس نے سائل کو پہچان  
 لیا کہ اس کا پہلا شوہر ہے۔ خاوند سے آکر تاسفانہ لہجہ میں ذکر کیا۔ یہ دوسرا  
 شوہر پولا کہ میں وہی سائل ہوں جسے اس شخص نے مدت ہوئی سختی کے  
 ساتھ محروم کر دیا تھا۔

عثمان خان اول (۱۲۸۵ء تا ۱۳۲۶ء) اپنی نو عمری کے زمانہ  
 میں ایک بزرگ کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتا رہتا تھا۔ ان خدایار سیدہ عالم  
 کا نام ادہ بالی تھا جو اتیرونی گاؤں میں رہا کرتے تھے ان کی ایک لڑکی  
 نہایت حسین تھی جس کا نام مال خاتون تھا عثمان اس کو دیکھ کر فریفتہ ہو گیا  
 اور نکاح کا پیغام دیا ادہ بالی نے فرق مراتب کا خیال کر کے قبول نہیں  
 کیا دو سال تک عشق و محبت کا سلسلہ قائم رہا عثمان نے ایک خواب دیکھا  
 جو ادہ بالی سے بیان کیا اُس نے عثمان کی شاندار مستقبل کی تعبیر دیکھ کر مال خاتون  
 کو نکاح میں دے دیا ادہ بالی بھی کی تلقین سے عثمان اور اس کے قبیلہ  
 کے لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔

قدسیہ اور یرموق کے معرکہ الاراء غزوات میں مسلمان عورتوں  
 نے لڑائی کے زخمیوں کی بہترین تیمارداری کی تھی۔  
 حضرت عائشہ نے مشہور جنگ جمل کی بذات خاص شریک کی بدلت  
 خود اپنی فوج کی سپہ سالاری کی۔

حضرت فاطمہ زہرا بنت رسول اللہ نے تقرری خلیفہ کے مباحث  
میں اکثر حصہ لیا۔

قتال کربلا کے بعد رسول اللہ کی نو اسی اور حضرت امام حسینؑ کی  
بہن حضرت زینبؑ نے اپنے کم سن بھتیجے کو نبی امیہ سے محفوظ و مامون  
رکھا۔ ممدوحہ کے غیر مفتوح جذبات نے ظالم ابن زیاد اور بے رحم یزید  
کو مرعوب کر دیا تھا۔

حارث بن عوف کی نوجوان بیوی نے دو رقیب قبیلوں کی پرانی  
ریش و فساد کا تصفیہ کیا تھا۔

امیر عثمان کی ماں اور بہن نے قصر پر قاتلوں کی حملہ آوری کی مدافعت  
میں متواتر حصہ لیا وہ اپنے آدمیوں کو بہت دلائی تھیں اُن کو کھانا پونجی  
تھیں اسلحہ تقسیم کرتی تھیں اور بعض مواقع پر دشمنوں پر گولہ باری کرتی  
تھیں۔

ہاروں رشید کے زمانہ میں شیخ الشہداء رفح النساءؒ بغداد کی مسجد  
میں ادب پر علانیہ خطبہ دیا کرتی تھیں۔

سیدہ نفیہؒ حضرت امام شافعیؒ کی شاگرد رشید تھیں بلکہ امام صاحب  
کی نماز جنازہ بھی انہوں نے پڑھی تھی۔

فخار ثانی کے زمانہ نابالغی میں اُن کی ماں نے اپنے وزراء اور  
امراء کے ساتھ عدالت عالیہ اور ایوان شاہی کی صدارت کی۔

حضرت رابعہ بھریؒ مشہور و معروف صوفیائے کرام میں سے تھیں۔

امر مسلمہ ہے کہ مسلمان عورتوں نے بادشاہت اور حکمرانی بھی  
 کی نظام سلطنت قائم کیا اور جاگیر دار و تعلقہ دار تو بکثرت ہوئے  
 ان میں سلطانہ رصنیہ اور لورجہاں عہد مغلیہ کی یادگار ہیں۔  
 زینب اندلس کے ایک کتب فروش کی بیٹی تھیں شاعری میں علی  
 درجہ رکھتی تھیں۔ عالم تھیں اور علماء و فضلاء کی صحبت میں ان کا اعلیٰ درجہ بھار  
 عبادتہ اندلس کی ادیب و شاعرہ تھیں۔ فی البدیہہ شعر کہنے میں مشاق  
 اور حاضر جواب تھیں۔

عروصیہ ابوالمعروف عبدالرحمن کی نادمہ صرف و نحو اور فقہ و  
 عروض میں کمال رکھتی تھیں

اندلس کے بادشاہ عبدالرحمن ثالث (المتوفی ۳۵۰ھ ہجری) کے زمانہ  
 میں صفیہ بنت عبداللہ رازی صاحب علم اور خوشنویس تھیں۔ شاعرہ  
 ہونے کے علاوہ نہایت حسین و جمیل بھی تھیں۔ اسی عہد میں عائذہ شہر  
 قرطبہ کی مشہور شاعرہ اور فاضلہ تھیں۔ حسن و جمال میں اور نہ بد و تقویٰ  
 میں لیگانہ روزگار تھیں۔

۳۶۶ھ ہجری میں قذوفہ اندلس میں نامور عالم گذری ہیں ان کے  
 کتب خانہ میں نایاب کتابیں تھیں۔

مورخ ابن عیان کا بیان ہے کہ قرطبہ کے ایک شخص احمد کی بیٹی  
 عائشہ تھی۔ اس خاتون نے مدت العمر نکاح نہیں کیا۔ ۳۸۰ھ ہجری میں  
 وفات پائی۔ مشہور عالم و فاضل تھیں۔ اندلس کے بادشاہوں سے پیدھر تک



گفتگو کرتیں اور انعام حاصل کرتی تھیں۔ علماء سے مباحثہ و مناظرہ کرتی تھیں خوشنویس تھیں اور شاہی کتب خانہ کی کتابیں ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں۔

امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور دریا  
 کیا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دینی چاہتا ہے کیونکہ وہ آپ نے اس  
 کو امام حماد کی خدمت میں جانے کی اور مسئلہ دریافت کرنے کی ہدایت  
 فرمائی۔

ایک دن ایک عورت امام ابو حنیفہؒ کے پاس ایک تھان فروخت  
 کرنے کے لئے لائی اور اس کی قیمت تھوڑی سی بتائی آپ نے فرمایا کہ یہ  
 قیمت کم ہے اس لئے دو تھوڑی سی تھانے فرمایا یہ تھانے پانچ سو سے کم کا نہیں  
 ہے اس لئے تعجب سے کہا کہ آپ شاید ہنسی کرتے ہیں امام صاحب نے  
 پانچ سو میں تھان خود خرید لیا۔

ایک دن قاضی محمد بن عبدالرحمن معروف بہ ابن ابی لیلیٰ مجلس قضا  
 سے اٹھے راہ میں ایک عورت کو ایک شخص سے جھگڑتے دیکھا عورت  
 نے اس شخص کو دہا بن الرافضیین (اسے زانی اور زانیہ کہتے ہیں) کہا  
 چنانچہ عورت آپ کے حکم سے گرفتار کر کے مجلس قضا میں لائی گئی اور اس  
 کو سزا کا حکم سنایا گیا۔

رضیہ بیگم ۱۲۳۶ھ سے ۱۲۴۰ھ تک ہندوستان کی حکمران رہی  
 الشمس کے بیٹے تھے مگر ناقابل تھے اس لئے الشمس نے اپنی بیٹی رضیہ کو تخت

وتاج سپرد کیا امراء و اراکین سلطنت نے عورت کی تخت نشینی نہیں  
 کی اور آفتاب کے بیٹے رکن الدین کو تخت نشین کر دیا وہ ماہل ثابت ہوا  
 تو پھر رضیہ ہی کو سلطان بنایا۔ اس خاتون نے اپنی جرأت و لیاقت  
 سے حالات پر قابو حاصل کر لیا اور ملک میں امن و امان قائم کر دیا۔ یہ  
 نہایت سمجھ دار اور لائق عورت تھی انصاف پسند حکمراں تھی مردانہ  
 لباس پہنی بارہ کرتی تھی۔ اُس نے امیر التونہ ترک سے شادی کر لی تھی  
 عوام میں بے پردہ نکلتی تھی۔ ۱۲۹۰ء میں چند ہندوؤں نے رضیہ اور  
 اُس کے شوہر التونہ کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔

چاند بی بی بیجانگر کے خاندان نظام شاہی کی شہزادی تھی۔ اکبر کی  
 فوج نے جب احمد نگر پر حملہ کیا تو ملکہ چاند بی بی نے بڑی جرأت و شجاعت  
 سے مشغولوں کا مقابلہ کیا اور انہیں پسپا کر دیا۔

نور جہاں بیگم کا نام ہر النساء تھا یہ پہلے علی قلی خاں معروف بہ شیر افکن  
 کی منکوحہ تھی شیر افکن کی وفات کے بعد سال ۱۶۱۰ء میں محل بادشاہ جہانگیر  
 نے اس سے شادی کر لی۔ یہ خاتون بھی نہایت قابل اور معاملہ فہم  
 تھی جہانگیر نے سلطنت کا سب کام اسی پر چھوڑ دیا تھا اور سلطنت  
 کی اصل مالک نور جہاں تھی سکوں اور فرامین پر اسی کا نام چلتا تھا فارسی  
 زبان کی ماہر اور ادیبہ و شاعرہ تھی۔ جہانگیر کا بل کو جاتے ہوئے دریائے  
 جہلم پر قیام پذیر ہوا کہ مہابت خاں نے گرفتار کر لیا۔ نور جہاں نے پہلے تو  
 بادشاہ کو رہا کرنے کی کوشش کی اور جب ناکام رہی تو خود بھی بادشاہ

کے ساتھ قید میں شریک ہوگی اور مہابت خاں کو غافل پا کر معہ جہانگیر کے قید سے نکل گئی۔

شاہجہاں کی پاک و امن بیٹی جہاں آرا نے قید میں باپ کا بہت ساتھ دیا اور آخر وقت تک مصروف خدمت رہا یہ خاتون بھی بہت قابل و ذکی الطبع تھی۔ زہیب النساء کا شمار بھی نہایت قابل خواتین میں ہے وہ بلند پایہ ادیب و شاعرہ تھی۔

امام ابو حنیفہؒ کی والدہ معظمہ کو کوفہ میں عمرو بن ذر مشہور و عظیم سے خاص عقیدت تھی کوئی مسئلہ پیش آتا تو امام صاحب کو حکم دیتیں کہ عمرو بن ذر سے پوچھ آؤ کبھی اصرار کرتیں کہ میں خود چل کر پوچھوں گی چھری سوار ہوتیں امام صاحب کو حکم دیتیں ساتھ ہوتے خود مسئلہ کی صورت بیان کرتیں اور جواب حاصل کرتیں تب تسکین ہوتی۔

خلیفہ منصور اور حرہ خاتون (منصور کی بیوی) میں کچھ شکر رنجی ہو گئی امام ابو حنیفہؒ کو طلب کیا گیا منصور نے پوچھا شرع کی رو سے مرد کتنے نکاح کر سکتا ہے امام صاحب نے کہا چار مگر یہ اجازت اس شخص کے لئے خاص ہے جو عدل پر قادر ہو ورنہ ایک سے زیادہ نکاح کرنا اچھا نہیں۔ منصور حیب ہو گیا۔ حرہ خاتون نے خادم کے ہاتھ پچاس نراہ درہم بھیجے یہ لکھ کر کہ "د آپ کی کنیز سلام کہتی ہے اور آپ کی حق گوئی کی نہایت مشکور ہے" امام صاحب نے درہم واپس کر دیے اور کہا کہ یہ میرا فرض منصبی تھا۔

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید رتہ گیا اس زمانہ میں عبد اللہ بن مبارک بھی رتہ پہنچے اُن کے گنے کی خبر مشہور ہوئی تو ہر طرف سے لوگ دوڑے اور اس قدر کش مکش ہوئی کہ لوگوں کی جوتیاں ٹوٹ گئیں ہزاروں آدمی ساکت ہوئے اور ہر طرف گہر چھا گئی ہارون رشید کی ایک حرم نے یہ تماشہ دیکھا تو حیرت زدہ ہو کر پوچھا یہ کیا حال ہے لوگوں نے کہا خراسان کا عالم آیا ہے بولی کہ حقیقت میں سلطنت اس کا نام ہے ہارون رشید کی حکومت بھی کوئی حکومت ہے کہ پولیس اور سپاہیوں کے بغیر ایک آدمی بھی حاضر نہیں ہو سکتا۔

۳۷۰ ہجری میں ملک صالح تخت نشین ہوا اسی کے عہد میں فرانس کے بادشاہ لوئی نہم نے دیباچہ پر حملہ کیا ملک صالح بیمار تھا مقابلہ کرتا رہا اُس کا انتقال ہو گیا تو اس کی بیوی شجرۃ الدر نے جو نہایت عاقلہ تھی اپنے بادشاہ کی موت کو مخفی رکھا اور اُس کی طرف سے خود فرابین پر دستخط کرتی رہی اُس کا بیٹا توران شاہ بلاد کرد میں تھا اُس کو اپنے پاس بلایا توران شاہ نے آکر دشمن کا مقابلہ کیا اور لوئی نہم کو گرفتار کر لیا بعدہ توران شاہ خود مارا گیا تو عنان سلطنت شجرۃ الدر نے اپنے ہاتھ میں لے لی اور فدیہ کی رقم خلیفہ کے بدلے لوئی نہم کو آزاد کر دیا۔

حضرت ابوالدرداءؓ رات کے بیشتر حصہ میں نماز میں مشغول رہتے تھے چنانچہ حضرت سلمان فارسیؓ نے اُن کی بی بی کی شکایت پر اس سے ان کو باصرار روکا۔



جسٹیس امیر علی نے تاریخ عرب میں لکھا ہے کہ عباسیہ خاندان کے  
 دسویں ضعیفہ متوکل کے زمانہ تک مستورات غیر معمولی آزادی سے  
 بہرہ ور رہیں باپ اپنی تعلیم یافتہ اور حسین لڑکیوں کے نام سے مثلاً  
 ابو صفہ۔ و ابولیلیٰ لپکے جانے پر فخر کرتے تھے اور بھائی اور منگیتیر لڑائی  
 میں اپنی بہن یا منگیتیر کا نام لے کر سرگرمی سے کام کرتے تھے۔ اعلیٰ طبقہ کی  
 بیگمات بلا تکلف اور بغیر کسی خیال فاسد کے مردوں سے گفتگو کرتی تھیں جیسا  
 کہ فردوسی نے لکھا ہے :

دولب پڑ زخده دورخ پر ز شرم بہ برفتار نیکو بہ گفتار گرم  
 عورتیں اپنے مہانوں کی میزبانی بلا لحاظ کرتی تھیں چونکہ وہ اپنی  
 حالت کا پورا اندازہ رکھتی تھیں اس لئے تمام لوگ ان کی عزت کرتے  
 تھے۔

ایک مصنف ابو طیب محمد المفضل الدہلی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ  
 مکہ معظمہ سے واپس ہوتے ہوئے مدینہ منورہ کے قریب ٹھہر گئے سورج  
 کی طلش نے ان کو مجبور کیا کہ وہ قریب ایک مکان میں جو باسلیقہ معلوم ہوتا  
 تھا پناہ حاصل کرنے کی استدعا کریں وہ صحن میں داخل ہوئے اور صاحب  
 خانہ سے پوچھا کہ آیا وہ اپنے اونٹ سے اتر آئیں۔ ایک عورت کی آواز  
 نے ان کو اجازت مستدعیہ دیدی۔ رہت البیت یعنی مالک مکان نے  
 پکار کر کہا اتر آئیے۔ پھر انھوں نے مکان کے اندر جانے کی اجازت چاہی  
 اور اجازت پا کر مکان کے اندر داخل ہوئے جہاں انھوں نے ایک خاتون

کو دیکھا کہ سورج سے زیادہ حسین اپنے کارخانگی میں مشغول تھی۔ عورت نے اُن سے بیٹھنے کو کہا اور دونوں بات چیت کرنے لگی کہ الفاظ اُس خاتون کے ہونٹوں سے مثل موتی کے نکلتے تھے۔ دوران گفتگو اس کی دادی آئی اور دونوں کے قریب بیٹھ گئی اور یہ مذاق لہجہ میں اجنبی کو متنبہ کیا کہ اس خوبصورت لڑکی کے جادو سے ہوشیار رہنا۔

مصنف موصوف کے والد نے ایک اور واقعہ بیان کیا ہے جس سے اُس زمانہ کے رسم و رواج پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ وہ مکہ معظمہ کو جا رہے تھے راستہ میں ایک دوست کے مکان پر ٹھہرے دوست نے اُن سے پوچھا کہ آپ خرقہ سے تعارف حاصل کرنا پسند کریں گے۔ خرقہ وہ مشہور عورت تھی جس کی تعریف نبی امیہ کے زمانہ میں ایک مشہور شاعر نے کی تھی۔ ایسی خوبصورت عورت سے تعارف کی خواہش ظاہر کرنے پر وہ اس کے گھر لے جائے گئے جہاں ایک لڑکے قد والی انتہائی حسین و جوان العمر عورت نے ان کا استقبال کیا انہوں نے سلام کیا اور بیٹھنے کی اجازت چاہی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم دونوں دیر تک گفتگو کرتے رہے حتیٰ کہ عورت نے ہنس کر پوچھا کہ کیا آپ نے کبھی حج کیا ہے، انہوں نے جواب دیا کہ کئی مرتبہ، خرقہ نے کہا پھر مجھ تک آنے میں آپ کے لئے کیا وجہ مانع ہوئی۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ میں ایسی شے ہوں جس کے پاس زمانہ حج میں آنا چاہئے کیا آپ نے اپنے چچا کا ارشاد نہیں سنا کہ تکمیل حج کے لئے خرقہ کے گھر پر جب وہ بے نقاب ہو کارواں کو کھٹھرنا چاہئے۔

حاکمیوں کے عہدِ اول میں سیدہ سکینہؓ و خیرا ام حسینؓ شہید کر بلا  
اپنے زمانہ کی مستورات میں باعتبار نسب و حسن و عقل و عفت یکتائے  
روزگار تھیں۔ ان کے کاشانہ پر شعراء فقہاء علماء اور دیگر جماعتوں کے  
پرہیزگار لوگوں کا مجمع رہتا تھا۔ ان کے مکان کی مجالس پر رونق اور پر  
جوش ہوا کرتی تھیں جن میں خود سیدہ سکینہؓ کے فی البدیہہ عاقلانہ اور پر  
مذاق جوابات سے جان پڑ جاتی تھی۔

ام البنین زوجہ ولید اول اور ہمیشہ عمر ثانی مشہور عورتوں میں  
سے تھیں انہوں نے حجاج (گورنر) کو اپنے سامنے بلا کر وہ زبردست لیکچر  
دیا تھا جو تاریخ میں مشہور ہے۔

عرب کی عورتیں شاعری اور شعر گوئی کی بے حد شائق تھیں۔ اکثر نے بڑے  
مرتبہ کی تصانیف چھوڑی ہیں۔ مشہور و کید رابعہ بھی اسی زمانہ میں گذری  
ہیں وہ اپنے زمانہ کے صوفیا میں بڑا مرتبہ رکھتی تھیں۔

خلیفہ رشید کے زمانہ میں عورتیں گھوڑے پر سوار ہو کر لڑنے جاتی تھیں  
اور فوج پر کمانڈ کرتی تھیں۔ خلیفہ مقتدر کی والدہ عدالت العالیہ کی صدر  
تھیں درخواستیں سماعت کرتی تھیں اور امراء اور غیر ملکی سفراء کو  
شرف ملاقات عطا کرتی تھیں۔

خلفاء رشید و مامون کے زمانہ میں مستورات علم و ذہانت اور  
شاعری میں حصہ دار تھیں اپنے علم و ادب سے مجالس کو زندگی بخشتی تھیں  
شانہراوی نے بیدہ ایک بہتر مند خاتون اور کامل شاعرہ تھیں۔

بیا اوقات رشید کو نظم میں خط لکھتی تھیں وہ خط جو انھوں نے اپنے بیٹے امین کی وفات پر ماموں کو لکھا ہے اُس سے اُن کی اعلیٰ قابلیت اور ذہانت ظاہر ہو جاتی ہے۔

خلیفہ ماموں اور خلیفہ مستقیم کے زمانہ میں عبیدہ بنیوریہ گزری ہیں اُن کی بابت مصنف کتاب الافغانی نے لکھا ہے کہ نہایت حسین پارسیا اور عالم تھیں اس کی تصدیق مشہور معنی اسحاق نے کی ہے وہ بہت خوش گلو تھیں اور مصنف بھی تھیں۔

خلیفہ متوکل کے محل میں شاعرہ فضل گزری ہیں جو اپنے ہم عصر شاعروں میں سب سے اعلیٰ درجہ رکھتی تھیں۔  
 شیخا شہدا جو چھٹی صدی ہجری میں گزری ہیں بغداد میں علم تاریخ پر لکچر دیا کرتی تھیں اور خوشنویسی میں مشہور تھیں۔

زینب ام الموبد بارہویں صدی عیسوی یا چھٹی صدی ہجری کے وسط میں گزری ہیں۔ اپنے زمانہ کی مشہور فقیم تھیں اُن کو مشہور فقہاء نے اسناد تکمیل تفویض کی تھیں۔ فقہ کی تعلیم دینے کی ان کو اجازت تھی۔  
 سلطان صلاح الدین کے عہد میں ابوالفراج کی دختر تفتہ سنن پر لکچر دیا کرتی تھیں اور بڑے مرتبہ کی شاعرہ تھیں۔

عرب مستورات کس مرتبہ پر پہنچا ہو گی تھیں اس کی واضح تصویر امیر اسامہ نے کھینچی ہے۔

شاہراویاں اور امیرزاویاں گانے کی محفلیں (نوبت الخاتون) کیا



کرتی تھیں۔ شاہزادی علانیہ ایک خوش عقیدہ اور پارسی خاتون تھی جو اپنے زمانہ کے گائیڈوں میں اعلیٰ درجہ رکھتی تھی اور اس کی تصنیفات کا ذکر کتاب الاغانی کے مصنف نے بہت تعریف کے ساتھ کیا ہے۔

اسپین (انڈلس) میں عرب خواتین ٹورنٹاٹ اور کھیلوں میں بے پردہ جاتی تھیں جس سے دارالسلطنت میں زندہ دلی ہو جاتی تھی۔ عام سیلوں میں عورتوں کی موجودگی مشعر میں نروتازہ کی پیدا کر دیتی تھی مرد و عورت کے میل جول سے پاکیزہ خیال اور اعمال صالح رونما ہو گئے۔ یہ تھے جن کا فی زمانہ ان مسلمانوں کو جو بغداد و ستان میں رہتے ہیں بہت کم احساس ہو سکتا ہے۔

گر نیپڈا کی لڑکیاں علم و فن میں کچھ کم مشہور نہیں تھیں۔ نرہ ہون۔ نرہ نیب۔ ہمزہ۔ حفصہ۔ الکلا پیہ۔ صغیہ۔ ماریہ نے اپنے وطن میں بڑی خوبیاں حاصل کی تھیں۔ نرہ ہون ابو بکر الغسانی کی دختر نہایت فصیح شاعرہ تھی جو ادب و تاریخ میں ماہر تھی۔ وہ اختتام عیسیٰ صدی ہجری میں گذری ہے۔

نرہ نیب اور ہمزہ زیادہ کی لڑکیاں تھیں جو کتب فروش تھا اور گر نیپڈا کے قرب و جوار میں رہا کرتا تھا۔ ابن الاطہر نے اپنی کتاب تحفۃ القدریم میں لکھا ہے کہ دونوں بہت عمدہ شاعر ہیں۔ نیک و پارہ سا ہیں۔ جملہ شعبوں میں کامل ہیں۔ دونوں حسین۔ امیر۔ نیک اور عفت آب ہیں۔ ان کے ذوق علم نے ان کو ادبا کے زمرہ میں داخل کر دیا۔ جن سے وہ ہمہری

اور بے تکلفی کی شان سے ملا کرتی تھیں۔ اور کبھی کسی نے ان کو قواعدِ نسائیت کی فروگذاشت پر ملزم نہیں ٹھہرایا۔  
 حصہ اور کلاہیہ۔ گر نیٹڈا کی ساکن تھیں۔ صفیہ سیواہل  
 کی رہنے والی تھی۔ شاعری میں ممتاز ہونے کے علاوہ وہ سب سے  
 بڑھ کر خوشنویس تھی۔ اس کی خوشنویسی ایسی مقبول ہوئی کہ بڑے  
 بڑے ماہر کاتب اس کی تقلید کرتے تھے۔

ماہر بہ بنت ابو یعقوب الفصیحی بھی اپنے علم و فضل میں مشہور تھی۔  
 خلیفہ کے دارالسلطنت (اندلس) میں عورتوں کو اعلیٰ درجہ  
 حاصل تھا۔ مردوں کی مجالس میں آزاد سی سے شریک ہوتی تھیں اور اپنی  
 موجودگی سے کھیلوں اور ٹورنامنٹ میں زندگی پیدا کر دیتی تھیں وہ  
 دلیرا اور وہ ولولہ شجاعت جس کے لئے گر نیٹڈا کے عرب مشہور  
 ہوئے بلاشک خواتین کے شریفانہ اثر سے پیدا ہوا۔ جب خواتین رنگارنگ  
 تالیں اوڑھے ہوئے مساجد میں آتی تھیں تو مثال دسی جاتی تھی کہ یہ  
 خوبصورت سبزہ زار میں موسم بہار کے پھول ہیں۔

ہجرت کے دس برس بعد عرب کے طرز معاشرت میں بہت فرق ہو گیا  
 تھا خصوصاً عورتوں کے لباس میں بڑی تبدیلی ہو گئی تھی۔ اس سے قبل  
 مکانوں میں جلے تھلیہ نہیں ہوا کرتی تھی۔ اب یہ رواج ہو گیا تھا کہ  
 عورتوں کے کمرے مخصوص کر دیئے گئے تھے۔

خلافت چہارم کے بعد بھی عرب مستورات قطعی آزاد تھیں

اسلامی جمہوریت میں عورت آزادی کے ساتھ عوام میں چلتی پھرتی  
تھی خلفاء کے وعظ سنا کرتی تھی اور علی ابن عباس وغیرہ کی تقریروں  
میں حاضر ہوتی تھی اسلام سے پہلے قدیم یہودیوں کی طرح عرب بھی غیر معین  
تعداد ازدواج رکھتے تھے۔ اب یہ تعداد معین ہو گئی تھی۔

عورت کی پوشاک ایک ڈھیلی ڈھالی شلوار تھی قمیص گلے پر کھلی  
ہوتی تھی اس پر موسم سرما میں بالخصوص ایک چست بندھی پہنی جاتی تھی  
لیکن خاص لباس میں ایک لابی بنا ہوتی تھی جو کسی قدر انگریزی عورتوں  
کے چغہ کے مشابہ ہوتی تھی باہر نکلنے پر اس کے اوپر ایک ڈھیلے ڈھالا لبادہ  
ہوتا تھا جس کو چاروں طرف ڈال لیا جاتا تھا کہ جسم چھپا رہے اور کپڑے  
بھٹی اور گرد سے محفوظ رہیں ایک رومال سر پر پیشانی کے گرد باندھ لیا جاتا  
تھا۔ اسلام سے قبل عورتوں کی قمیص اور بندھی سینہ پر کھلی ہوتی پہنی  
جاتی تھی۔ رسول اللہ نے باہر جانے کے لئے لابی بنا کا استعمال بتایا  
تھا جس سے عباسیوں کے زمانہء مابعد تک جسم کو پورے طور پر ڈھانپ  
لینے کا دستور تھا۔ یہ ہی رواج مصر و دیگر ممالک اسلامی میں رائج  
ہو گیا۔ عرب عورت پہلے سے اور اب بھی پورے طور پر آزاد ہے تنہائی  
میں رکھے جانے کا دستور نہیں ہے۔ وہ نقل و حرکت میں آزاد ہے وعظ  
و خطبہ سنا کرتی ہے۔

عہد عباسیہ کے شروع میں عورتوں کی حالت بمقابلہ عہد نبویؐ  
کسی طرح مختلف نہیں تھی۔ خلیفہ منصور کے زمانہ میں ان کی دو چچا زاد

شاہراویاں مروانہ لباس میں پیر ٹھان کی جنگ میں شریک تھیں۔  
 ۳۳۳ھ ہجری میں یہ یزید نے بہت بڑا لشکر لے کر  
 مدینہ والوں کی طرف روانہ کیا شاہراویاں  
 شہید ہوئے مدینہ شریف لوٹ لیا گیا بد بخت لشکریوں نے سفیروں کو  
 کی بکارت نائل کی واقف ہی نے عبداللہ بن حنظلہ الفصیح سے روایت  
 کی ہے کہ واقعہ ہم نے یہ پیر پر اس وقت تک خروج نہیں کیا جب تک  
 ہمیں یہ یقین نہیں ہوا کہ ایسا آسمان سے پتھر برس پڑے سخت تعجب ہوا  
 کہ لوگ ماؤں بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کریں اور کھلم کھلا شراب  
 پیئیں اور نماز چھوڑ دیں۔

خلیفۃ الملوک کی چار ہزار بانڈیاں تھیں جن سے یہ فائدہ اٹھا چکا تھا  
 ۳۵۲ھ ہجری میں عاشورہ کے روز معز الدولہ نے یہ زمانہ خلیفۃ الملوک  
 اللہ بازار بند کر کے باورچیوں کو کھانا پکانے سے منع کر دیا بازار میں ایک  
 دار لکڑی نصب کر کے اس پر ایک موٹا کپڑا ڈلوایا عورتیں بال کھولے اور  
 اپنے منہ پر طمانچہ مارتی ہوئی حسین علیہ السلام کا ماتم کرتی شارح عام پر  
 لکھیں یہ بدعت کئی برس تک جاری رہی۔

۳۵۵ھ ہجری میں اہل بغداد نے جب المسترشد باللہ ابو منصور خلیفہ  
 کے قید ہو جانے کا حال سنا تو لوگ سرور لہا پر خاک ڈالتے ہوئے شور  
 کرتے ہوئے بازاروں میں نکلے اور عورتیں خلیفہ کے لئے سر کے بال  
 کھولے بیان کرتی ہوئی نکلیں۔



خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؓ کو ایک مرتبہ معلوم ہوا کہ خواتین جنارہ کے ساتھ بال کھولے نوحہ کرتی ہوئی نکلتی ہیں آپ نے حکم جاری کیا کہ اس نوحہ و ماتم پر قدغن بلیغ کیا جائے اور مسلمانوں کو لہو و لعب اور راک باجے سے روکا جائے جو نہ مانے اُسے اعتدال کے ساتھ سزا دی جائے۔

اہل عجم کے اثر سے حماموں کا عام رواج ہو گیا تھا جن میں عورتیں اور مرد بے باکانہ غسل کرتے تھے اور شہر چھوٹا چھوٹا کوئی لحاظ نہ رکھا جاتا تھا خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؓ نے عورتوں کو حمام میں جانے سے بالکل روک لیا اور مردوں کو حکم دیا کہ وہ بغیر تہہ نبد حمام میں غسل نہ کریں۔

خلیفہ سلیمانؓ کو عورتوں اور نکاح سے دلچسپی تھی اس لئے اُس کے زمانہ میں اس کا چرچا تھا اور لوگوں کا موضوع بحث شادی اور بونڈیاں ہو گیا تھا۔

معتق باللہ بن ہاروں کی ماں ترک تھی۔ ترکوں کی تعداد فوج میں بڑھ گئی تھی یہ ترک سڑکوں پر بغداد میں بے تخاصہ گھوڑے دوڑاتے تھے جس سے اکثر عورتیں بچے زخمی ہو جاتے تھے (۲۱۵ء تا ۲۲۷ء)

خلیفہ امین نے ایک عرض میں رنگ برنگ کی مچھلیاں ڈالوائی تھیں جن کی سونے کی نکتھنیوں میں بیش قیمت موتی پڑے تھے خوبصورت بونڈیوں کے ساتھ ہمیشہ اُس کے کنارے شکار کھیلا کرتا تھا۔

خلیفہ ماموں نے ابراہیم کے لئے لاکھ درہم کا اشتہار گرفتار ہی دیا تھا ایک غلام نے ابراہیم کو چھپائے رکھا لیکن کوئی معاوضہ نہیں لیتا تھا۔ ابراہیم

نے خیال کیا کہ میرا میزبان میرے مصارف سے گرا بنا رہا جاتا ہے چپکے سے نکل کھڑا ہوا اور افضائے حالی کے لئے زمانہ لباس پہن لیا تاہم راہ میں ایک فوجی سوار نے پہچان لیا اور چلا کر لپیٹ گیا ابراہیم نے اس کو ڈھکیں دیا وہ ایک گڑھے میں جا پڑا ابراہیم موقع پا کر اس پار جا پہنچا اور ایک عورت سے جو اپنے مکان کے دروازے پر کھڑی تھی۔ درخواست کی کہ میری جان بچالے اس نے نہایت خوشی سے استقبال کیا لیکن بد قسمتی سے یہ نیک دل عورت اسی سوار کی جو روٹلی صحن نے ابراہیم کا پردہ فاش کرنا چاہا تھا ذرا دیر کے بعد وہ بے رحم سوار آپہنچا مکان میں گھسنے کے ساتھ ہی اُس کی نگاہ ابراہیم پر پڑی جو عین اُس کی نگاہ سے بے اختیار ساری داستان سنائی تاہم اُس فیاض عورت نے ابراہیم کو تسکین دی کہ جب تک میں ہوں آپ کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا تین دن اُس کا یہاں رہ کر چوتھے دن عورت نے کہا افسوس میں آپ کی حفاظت کا ذمہ نہیں اٹھا سکتی مجبوراً وہاں سے بھی نکلنا پڑا ابراہیم کو اپنی ایک کنیز یا وائی سیدھا اُس کے مکان پر گیا وہ دیکھ کر باہر نکل آئی اور روتی ہوئی آواز اور ریائی آنسوؤں سے ابراہیم کا استقبال کیا پھر باہر چلی گئی۔ ابراہیم نے خیال کیا کہ دعوت کے اہتمام میں جاتی ہے کچھ عرصہ بعد وہ پولیس کے نوٹسوار سپاہی بازار سے لے آئی ابراہیم اُس وقت زمانہ لباس میں تھا۔

بغداد میں آکر ممالک کا طرز حکومت بالکل بدل گیا اس کو عام اطلاعات کا عشق سا ہو گیا تھا سترہ سو عجزہ عورتیں مقرر تھیں جو تمام

دن شہر میں پھرتی تھیں اور شہر کا کچا چٹھا اس کو پوسختی تھیں لیکن ماموں کے سوا اور کسی کو ان کے نام و نشان سے اطلاع نہ تھی۔

یونڈیوں کی عام اجازت نے عیاشی کے سبب جوصلے پورے کر دیے تھے۔ بنامیہ اور بھی عباس میں ایک کبھی خلیفہ آیا نہیں گزرا جو اسی فن میں مناسب دستگاہ نہ رکھتا ہو۔ بڑے بڑے مذہبی علماء بھی نغمہ و سرود کی چاٹ سے خالی نہ تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ سے زاہد خشک بھی فن نغمہ میں بہت سے سروں کے موجد ہیں۔

مغنیوں کے علاوہ ایک اور طائفہ تھا یعنی روم و ایشیائے کوچک کی گل اندام ناز نہیں جو لڑائی کی لوٹ میں بچرہ می آئی تھیں۔ دلال ان کو سستے داموں پر خرید لیتے تھے اور موسیقی شاعری ظرافت حاضر جوابی کی تعلیم دلاتے تھے۔ پھر گراں قیمت پر بازار میں لگتی تھیں۔ ماموں کی شبستان عیش میں ان حور و شوں کا بڑا جھرمٹ رہتا تھا۔

عرب ایک کنیر تھی لاکھ درہم اس کی خریداری میں صرف پورے کھڑے وہ ماموں کی محبوبہ خاص تھی۔ ماموں کی ایک دوسری کنیر بدل تھی اس عہد میں تعلیم یافتہ کنیریں عموماً امرا و خوشحال لوگوں کے حرم میں داخل تھیں اور چونکہ ان کے حقوق اور معاشرت عملی طور سے ہر خاندان میں اصلی اندواج کے برابر بڑھ کر تھے اس لئے عورتوں کی تعلیم اور آزادی کا مسئلہ بہت کچھ ان کی بدولت حل ہو گیا تھا۔

مستند علی اللہ قید کر لیا گیا تھا عید کا دن تھا اور شہر میں پہل پہل

تھی اتنے میں معتمد کی دو بیٹیاں اسنے باپ کو دیکھتے زندان میں آئیں یہ  
 لڑکیاں گلی بازار میں لوگوں کو گیت گاتا کرتے ایک مانگ کر گزارا کرتی  
 تھیں زندان میں ایک عہدہ دار بھی موجود تھا۔ شہزادوں کو دیکھ کر  
 اس کا دل بھر آیا اور بے ساختہ شہر ٹھہرا تو انہی بیٹیوں کو ایسی حالت  
 میں دیکھ رہا ہے کہ پیٹ سے بھوک اور بدن سے ننگی ہیں لوگوں کے  
 سامنے گیت گاتی ہیں اور کوڑھی پاس نہیں ایک ون ابو ہاشم معتمد کا بیٹا  
 زندان میں دیکھنے گیا باپ نے یہ اشارہ دیکھا "لے قید کیا تو مجھے مسلمان  
 نہیں سمجھتی ناراضی سے پوچھے کہ کیا تم کو اس بچہ کی بہنوں پر بھی  
 رحم کرے گا اس بچے کے ساتھ ہی لوٹنے غنفل و زہر کا گھونٹ پلا دیا  
 ہے۔ لڑکیوں میں سے کوئی تو اس عمر کی ہے جو اس مصیبت کو سمجھ  
 سکتی ہے سو وہ اتنا دہرایا ہے کہ اس کے اندھا ہو جانے کا ڈر ہے  
 کوئی لڑکی ایسی ہے جو کچھ بھی نہیں جانتی وہ سرف چھاتی چوسنے کیلئے  
 منہ کا کھولنا جانتی ہے۔ معتمد جیل خانہ کے اندر ۱۸۵۸ء میں فوت ہوا۔

ابن تیمرت ہمدانی الہرخی ۵۵۰ھ ہجرت میں فوت ہوا۔ ایک مرتبہ  
 مراکش میں چلا جاتا تھا کہ اس کی نگاہ پہاڑی لوگوں کی اور لاد پر پڑی دیکھا  
 کہ پہاڑی تو سائلے اور گندم گوں ہمیشہ چشم ہیں مگر ان کے بعض نے  
 خوب شرح و سفید اور گریہ چشم ہیں ابن تیمرت نے جب بہ ہزار پوچھا تو لوگوں  
 نے بتلایا کہ شاہی شہزادہ دار جو خراج لینے کے لئے آتے ہیں رات کو ہمارے  
 گھروں میں رہتے ہیں اور عورتوں کو آلودہ کرتے ہیں اس شب ہم کو گھروں



میں ٹھہرنے نہیں دیا جاتا یہ ساری حیرانی اس ظلم کی ہے۔ ابن تو مرثا کی رائے سے یہ بخوبی قرار پالی کہ سپاہی آئیں تو ان کی غور میں خوب شراب پلا دیں اس پر عمل کیا گیا اور سب سپاہی بدستی میں قتل کر دیئے گئے۔ کہتے ہیں کہ ابن تو مرثا کی بہن کا شاہ لیتی تھی اسی پر دونوں کا گذارا ہوتا تھا۔

ابوالظہر محمد بن یقینہ پہلے عزالدولہ بختیار بن معز ولد ولہ کا باورچی تھا پھر وزیر ہو گیا کہتے ہیں کہ ابن یقینہ نے بیس روزہ میں بیس تہرا خلعت لوگوں کو عطا کئے تھے۔ ابواسحق کا بیان ہے کہ ایک شب جلسہ میں میں موجود تھا۔ ابن یقینہ نے دو سو دفعہ پوشاک بدلی پہلی پوشاک اتار کر انعام میں دے دیا تھا۔ ایک گویا لونڈی یہ دیکھ کر بولی کہ حضور ان پوشاکوں میں شاید بہتر کیا ہوگی جو بدن پر کپڑے رہتے ہی نہیں دیتیں۔ ابن یقینہ ۲۶۷ھ ہجری میں فوت ہوا۔

خلیفہ ہارون رشید کو جعفر برہمکی اور اپنی بہن عباسہ سے بہت محبت تھی ایک دن اُس نے جعفر سے کہا کہ میں چاہتا ہوں عباسہ کے ساتھ تیرا نکاح کروں مگر میرے بغیر تم دونوں کبھی ایک جگہ جمع نہ ہونا۔ موزنین کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ ہارون لا رشید کس بات پر جعفر سے ناراض ہوا تھا بعض کا خیال ہے کہ جعفر ہمیشہ عباسہ سے محترم رہا مگر عباسہ نے اپنی ساس کو کہلا بھیجا کہ کسی طرح مجھے میرے شوہر تک پہنچا دے ورنہ میں اپنے بھائی کو تم سے پرکشتہ کروں گی بڑھیلنے مان لیا ایک شب جب جعفر نشہ میں چہرہ تھا عباسہ کو بلا کر اس کے پاس بھید یا عباسہ رات بھر وہاں رہی جلتے

وقت کہنے لگی وزیر صاحب شہزادوں کے متکلف سے بھی دیکھے جعفر پولا  
 شہزادی کون۔ کہا میں عباسہ امیر المومنین کی بہن ہوں۔ خدا کی قدرت  
 عباسہ کے لڑکا پیدا ہوا۔ اختفا کے راز کے لئے مکہ معظمہ بھیجا گیا اس اثنا  
 میں سجی کی بیگمات سے بگڑ گئی سجی ناظر حملات تھا شروع شام ہی سے  
 آمد و رفت بند کر دیا تھا اور بیگمات ناراض ہوتی تھیں نہ بیدہ خاتون  
 نے ہاروں رشید سے شکایت کی ہاروں رشید نے کہا کہ مجھے سجی کی نسبت  
 بھی شک نہیں ہو سکتا۔ نہ بیدہ بولی اگر وہ ایسا معتبر ہے تو اس کا بیٹا جعفر  
 کیا خاک اڑا رہا ہے۔ ہاروں رشید نے پوچھا کیا۔ کہا عباسہ نے بچہ ضائع  
 رشید نے کہا ثبوت۔ بولی مکہ مکرمہ میں خود بچہ موجود ہے۔ رشید چھ ماہ  
 کے بعد حج کے بہانہ مکہ مکرمہ کو روانہ ہوا عباسہ نے بچہ کو من سجی اور پانچ  
 رشید کو یہ امر متحقق ہو گیا اور حج سے واپس آکر جعفر کو قتل کرادیا۔ ابن  
 بدرون کہتا ہے کہ علیہ بنت حمیرا نے ایک روز ہاروں رشید سے  
 پوچھا کہ میں دیکھ رہی ہوں کہ جب سے برآمدہ تباہ کئے گئے حضور کامل خوش  
 نظر نہیں آتے ان کے بگاڑ کی وجہ کیا تھی بولا عزیز از جان اگر میں سمجھ لوں کہ  
 اس کی اصلیت میرے قہمیں کو معلوم ہو گئی ہے تو اُسے بھی چاک  
 کر ڈالوں۔

اتھمی کہتے ہیں کہ میں ایک دن سجی برمکی کے پاس گیا پوچھا اتھمی تیری  
 بیوی ہے میں نے کہا نہیں، کہا کثیر ک ہے۔ میں نے کہا نہیں ایک خادمہ  
 ہے۔ یہ سن کر ایک نہایت حسین و ظریف لونڈی کو طلب کیا اور مجھے بخش دیا

میں نے شکریہ ادا کیا مگر لونڈی سٹ پٹائی کہا حضور مجھے ایسے کر رہے المظفر  
 بندہ و شخص کو ویسے ہی میرے حال پر رحم کریں۔ سبھی نے مجھ سے کہا  
 اگر تم کو اس کے عیوض و نذرانہ دینا روئے جائیں تو تم فروش ہو سکتے ہو  
 میں نے کہا ہاں۔ لونڈی سے کہا اچھا جاؤ مجھ سے کہا میں اس کی ایک حرکت  
 سے ناراض ہو گیا تھا اور اُسے سزا دینا چاہتا تھا مگر اس کی گریہ و زاری  
 پر رحم آ گیا اور معاف کر دیا میں نے کہا اگر حضور پہلے سے بتا دیتے تو کپڑے  
 بدل کر بالوں میں کٹھنی کر کے اور خوشبو لگا کر آتا سبھی اس پر سنس پڑا اور  
 مجھے ایک نذرانہ دینا اور عنایت کئے۔

محمد ابن عثمان کا کہنا ہے کہ میں نے ایک روز عید کے دن اپنا والدہ  
 کے پاس ایک بڑھیا دیکھی جس کی حالت بہت خراب تھی میں نے پوچھا ماں  
 جان یہ کون ہے کہا جعفر برکلی کی والدہ میں نے ادب سے سلام کیا پاس  
 گیا پوچھا ماں صاحبہ کوئی بات سناؤ کہا بیٹا ایک عید تو میں نے ایسی دیکھی  
 کہ چار سو بانڈیاں لونڈیاں خالص میری خدمت میں دست بستہ حاضر تھیں  
 بائیس عید میں سمجھتی تھی کہ میرے بیٹے نالائق ہیں اور ایک عید آج بھی ہے کہ  
 بکیرے کی دو کھالیں ہیں میرے پاس ایک بیٹے سمجھالیتی ہوں اور ایک کو  
 اور دھلتی ہوں۔

نیولین نے مصر لوہے سے سلی جوں بڑھانے کے لئے اُن کے رسم و  
 رواج بھی اختیار کر لیے تھے وہ کبھی کبھی مصری لباس بھی پہنا کرتا تھا اس  
 نے نوجوان مصری عورتوں سے اپنے سپاہیوں کی شادی کرائی۔

اور خان (۱۳۲۶ء تا ۱۳۵۹ء) عثمان خاں اول کا چھوٹا بیٹا تھا جو تخت نشین ہوا اس کا نکاح کنجا کو زین شاہنشاہ قسطنطنیہ کی لڑکی شفیوڈور سے (۱۳۶۵ء) میں ہوا اور خاں نے شفیوڈور کو اس کے مذہب پر قائم رہنے دیا۔

بازرید اول بیدرم (۱۳۸۷ء تا ۱۴۰۲ء) کا نکاح سرویا کے بادشاہ اسٹیفن کی بہن ڈیسیپینیا تھراوسی سے ہوا تھا جس کی ترغیب سے اس نے شراب بھی شروع کر دی تھی اور ہمہ تن محل سرا کے عیش و نشاط میں محو ہو گیا۔ سرویا کے حجابدین صلیب کے ساتھ ان کی طوائفیں بھی آئی تھیں جن سے فوجی کیمپ نشاط محل بن گیا تھا۔

سلیم اول (۱۵۱۲ء تا ۱۵۶۶ء) کے زمانہ میں فلسطین کے

سیچوں کے سلسلے بھر روم سے کوئی جہاز مسلمان ملکوں کو روانہ نہیں ہو سکتا تھا چیچاق کریمیا اور روم کے مسلمان حج نہیں کر سکتے تھے۔ وینس کی بازار مسلمان عورتوں کی ناموس کی خرید و فروخت کی بڑی منڈی بن گئی تھی مسلمان قیدی مصر لاکر بیچ ڈالے جاتے تھے اور اگر لڑکیاں ہوتیں تو وہ اٹلی کے امرا کے عیش خانوں میں بھیج دی جاتی تھیں۔

مراد ثالث (۱۵۶۶ء تا ۱۵۹۵ء) پر حرم کی چار خاتونوں کا اثر

فہرہ وصیت کے ساتھ بہت زیادہ تھا۔ انصراہم حکمرانیاں تھیں جو اتین کی منشا کے مطابق ہوتا تھا ایک سلطانہ نور بانو دوسری سلطانہ صفیہ بیویش کے مشہور خاندان بنو کی رئیس زادہ تھی تیسری ایک ہنگری کی خاتون تھی



اور چوتھی خاتون جانِ خدا حرمِ سلطانی کی مہتمم خاص تھی۔ حرم کی مدخلت سے نظامِ سلطنت میں طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہو گئیں۔

ابراہیم (۱۶۴۰ء تا ۱۶۵۸ء) بھی عیشِ حرم میں پڑ گیا تھا اور عنانِ سلطنت عورتوں کے ہاتھ میں تھی۔

محمد رابع (۱۶۵۸ء تا ۱۶۸۷ء) کے زمانہ میں حکومتِ حرم کے ہاتھ میں تھی اور خود حرم میں دو جماعتیں تھیں۔

سلطان ثانی (۱۶۵۸ء تا ۱۶۵۹ء) کے عہد میں فوج نے بغاوت کی اور صدر اعظم سیاوش پاشا کے محل پر بھی حملہ کیا اور اسے قتل کر کے حرم میں داخل ہو گئے اس کی بیوی جو سلطان محمد رابع کی بیٹی تھی نیز اس کی بہن اور دیگر خواتین کی بے حرشتی کی۔

عبدالحمید اول (۱۶۷۳ء تا ۱۶۸۹ء) کے عہد میں روسیوں نے تین دن تک اوکزاکوف کو فتح کرنے کے بعد بوڑھے مسلمانوں بچوں اور عورتوں کو قتل کیا۔ اوکزاکوف کے محاصرے میں اسٹین شائہراوہ پوٹکن کے ساتھ تھا وہ کہتا ہے کہ "تقریباً چار سو ترک عورتیں اور بچے شہر سے نکال کر روسی فوج کے پڑاؤ پر لائے گئے رات میں سخت برف گر اٹھا اور ان غریبوں کو کپڑے نہ میسر ہونے کی وجہ سے نہایت تکلیف تھی اکثر شدید زخموں میں مبتلا تھے یہ سب بالکل خاموش تھے کوئی عورت نہ روتی تھی نہ جلاتی تھا حالانکہ کسی کا باپ کسی کا بچہ کسی کا شوہر قتل ہو چکا تھا میں نے جو سوال کئے ان کا جواب انہوں نے غیر مضطرب سا طور پر دیا مجھ کو حیرت تھی کہ

آیا یہ کیفیت تسلیم و رضا ان کے مذہب کی تعلیم پر مبنی تھی ہیں آج تک اس  
 کی وجہ نہیں معلوم کر سکا ایک عورت نہایت رنجیدہ اور چپ چاپ بیٹھی  
 تھی میں نے اس سے ازراہ تسلی و تشفی کہا کہ تم اور مصیبت زدہ عورتوں  
 کی طرح یہ حیثیت مسلمان تکلیف کیوں نہیں برداشت کرتیں اور ہمت  
 سے کیوں کام نہیں لیتیں اس نے یہ پُر اثر جواب دیا کہ میں نے اپنے باپ اپنے  
 شوہر اور اپنے بچوں کو قتل ہوتے ہوئے دیکھا ہے اب میرا ایک بچہ رہ گیا  
 ہے میں نے فوراً دریافت کیا کہ وہ بچہ کہاں ہے اس نے ایک بچہ کی طرف  
 جہاں کے قریب پڑا تھا اور اسی وقت دم توڑا تھا اشارہ کر کے سکوں کے  
 ساتھ کہا کہ ”یہ ہے“ میں اور میرے ہمراہی بے اختیار رو پڑے لیکن وہ  
 ذرا بھی نہ روئی۔ یہ لوگ بارہ دن میرے ساتھ رہے لیکن کسی نے نہ کبھی  
 کوئی شکوہ کیا نہ اپنے صدر کو ظاہر ہونے دیا ہر عورت خواہ بوڑھی تھی یا  
 جوان اپنی سرگذشت اس طرح بیان کرتی تھی گویا کسی غیر متعلق شخص کا قصہ  
 کہہ رہی ہے نہ کوئی فریاد تھی نہ ٹھنڈی سانسیں اور نہ کوئی آنسو“

یزید بن عبد الملک نہایت عیش پسند و آرام طلب تھا۔ سلام اور  
 حبابہ اس کی محبوب کنیز کہیں تھیں، حبابہ کا کسی معمولی حادثہ سے انتقال ہو گیا  
 تو یزید نے تین دن تک اس کی نعش کو اپنے محل میں رکھا اور بار بار نعش کو  
 بوسہ دیا اور پیار کرتا تھا۔

بقول خالدہ ادیب خانم (خاتون ترکی) دولت عثمانیہ کا سلطان  
 سلیمان اعظم دراصل فوجی محکوم تھا اور اس پر اس کی روسی بگم روکسائین

کی حکومت مسلط تھی۔

سلاطین عثمانی شادی بیاہ کے معاملہ میں غیر محتاط رہنے لگے اور غیر مسلم عورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی غلطی محسوس نہیں کی۔ اور خان نے کنٹاکوزین کی لڑکی تھیوڈورا سے شادی کی اور اسے دین عیسوی پر قائم رہنے کی اجازت دی۔ اور خان کے جانشین سلطان مراد اول نے بلغاریہ کے بادشاہ سیان کی لڑکی سے شادی کی سلطان بائیریدر نے سرویا کے بادشاہ کی بہن ڈیپینا سے نکاح کیا۔ ان کے علاوہ غیر مسلم بائریاں اور کنیزیں کثیر تعداد میں داخل محل شاہی رہتی تھیں اس طرح نسل سلطانی میں بھی بہت زیادہ تغیر ہو گیا تھا سلیم ثانی کی ماں روسی تھی اس لئے وہ نصفاً روسی تھا محمد ثالث نصفاً اطالوی تھا اور عثمان ثانی و مراد رابع و ابوالہیم اول آدھے روسی تھے۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ عیسائی اور یہودی عورتوں کے ساتھ نکاح کر لینا اسلام میں جائز ہے لیکن ایسے تعلقات کے نتائج تباہ کن بھی ہو سکتے ہیں یہی وجہ ہو سکتی تھی کہ جب حضرت عائشہ نے مدائن میں ایک یہودی خاتون سے نکاح کیا تو حضرت عمرؓ نے ان کو تباہ کیا کہ تم اس عورت کو چھوڑ دو۔ حدیث میں پوچھا گیا یہ فعل حرام ہے حضرت عمرؓ نے پھر جواب دیا کہ میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ تم میرے غلط کوڑہ کر اسے ہارت سے رکھنے کے قبل یہاں اس خاتون سے قطع تعلق کر لو چھو انڈیشہ ہے کہ کہیں مسلمان تمہاری پیروی کر کے ذمیوں کی عورتوں سے نکاح کرنا شروع نہ کر دیں کہ یہ بات

مسلمان عورتوں کے لئے ایک قتنہ سے کم نہ ہوگی، ”باخصوص یہ فتیہ سل  
سلاطین و عمال حکومت کے لئے خراب نتائج کا پیش خیمہ منقول ہو تا  
ہے نیز قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف ہوتا ہے جس میں فرمایا گیا ہے  
کہ ”مشرک عورت سے مشرک ہی نکاح کرتے ہیں“

ہندوستان کے اکثر مسلمان بادشاہوں نے عیش پرستی کا اختیار کی  
اور قیام حرم کے ساتھ بہت سی عورتیں رکھنے لگی۔ بعض نے ہندو عورتوں  
سے شادیاں کیں۔ طرفہ یہ کہ ان کی اولاد جائز بھی منقول کی گئی۔

ترکی سلطنت کے زوال میں یہ بات بھی شامل ہے کہ سلیمان اعظم کو حرم  
سلطانی نے اس پر بھی آماوہ کر لیا کہ وہ شہزادوں کو محل میں بند رکھ کر تعلیم  
و تربیت دلانے کا رواج ڈال دیا اس رواج کا یہ اثر ہوا کہ تخت نشینی  
کے وقت تک وہ قصر شاہی کے باہر قدم نہیں رکھ سکتے تھے اس نئے رواج  
تفس خانہ سے وہ عیش و عشرت اور تن آسانی کے عادی ہو گئے اور ان  
کی منظر نظر بیگیاں سلطنت کے بڑے بڑے عہد سے فروخت کرنے  
لگیں۔

عہد نبی امیہ میں ولید ثانی کے دور میں مشرقی طرز حرم اختیار  
کیا گیا۔

متوکل نے جو عربی نمیر و تھارہ سوماتا و ضیافتوں سے عورتوں کو  
علنیہ رکھنے کا فرمان جاری کیا۔



# پانچ برس کی عمر تک

## سرخ زشت لٹواں

اسلامی نقطہ نظر کے علاوہ دنیا میں عورتوں کے ساتھ کیا سلوک ہوا اس کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ خلقی طور پر عورت یقیناً مرد سے کمزور ہوتی ہے تاہم اس کی ساخت میں اہل مغرب نے کچھ خصوصیات بھی پائی ہیں۔

مغرب والوں نے تحقیقات سے ثابت کیا ہے کہ پانچ برس کی عمر تک لڑکے بمقابلہ لڑکیوں کے لائے رہتے ہیں سات سال کی عمر کو پہنچ کر دونوں برابر ہو جاتے ہیں نو سال کی عمر سے بارہ سال کی عمر تک لڑکے پھر بڑھ جاتے ہیں لیکن تیرہ اور پندرہ سال کی عمر کے درمیان لڑکیاں پھر لڑکوں کے برابر ہو جاتی ہیں پندرہ سال کے بعد ترقی جسم میں نسل ذکور اپنی برتری جاری رکھتی ہے۔

اوسط درجہ کی عورت کا دماغ بمقابلہ اوسط درجہ کے آدمی کے چھوٹا ہوتا ہے اس وجہ سے کہ عورت کا قدمرد کے قدم سے نسبتاً چھوٹا ہوتا ہے۔

بچتہ عمر کے مرد وزن کی جسمانی ترقی سے جو بعد موت فوراً کی گئی یہ ظاہر ہوا کہ مرد میں پٹھوں اور چربی کا وزن بیا لیسٹ اور اٹھارہ کے

مناسب سے ہوتا ہے اور عورتوں میں چھتیس<sup>۳۲</sup> اور اٹھائیس<sup>۳۸</sup> کا ہوتا ہے یعنی عورتوں میں بمقابلہ مردوں کے زیادہ چربی ہوتی ہے چنانچہ چالیس سال کی عمر میں مرد اپنے انتہائی وزن کو پہنچ جاتا ہے جب جبیکہ عورت پچاس سال کی عمر میں پہنچتی ہے۔

بالعموم کسی مرد اور اس کی زوجہ کا جب وہ قریب قریب بیٹھے ہوں مشابہہ کیا جائے تو ان کے قدمیں کوئی نمایاں فرق نہیں ہوگا لیکن جب دونوں کھڑے ہو جائیں تو مرد بین طور پر لانا ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ لمبائی میں عورت کا دھڑ بمقابلہ مرد کے زیادہ لانا ہوتا ہے اگر جسم کی پوری لمبائی سٹو سے ظاہر کی جائے تو پورے بین مرد کے دھڑ کی لمبائی اندازاً تیس اعشاریہ پانچ اور پورے بین عورت کا چوبیس ہوگی۔

اگرچہ عورتوں کا دھڑ نسبتاً لانا ہوتا ہے لیکن بلکہ پیر چھوٹے ہوتے ہیں۔ عورت کے چھوٹے بازو و سجا طور پر اس کو بمقابلہ مرد کے طفلانہ حرکات کے قریب تر کر دیتے ہیں لیکن یہ امر واقعہ اس مرد کے لئے جو یہ ثابت کرنا چاہے کہ عورتیں مردوں سے کم درجہ پر ہوتی ہیں کوئی بڑی وقعت نہیں رکھتا ہے کیونکہ عورت سجا طور پر جواب دے سکتی ہے اور دیا بھی ہے کہ چونکہ ہر وحشی اور لنگور کا اگلا بازو و عام طور پر لانا ہوتا ہے لہذا مرد بمقابلہ عورت کے لنگور اور وحشی سے قریب تر ہوتا ہے۔ ایک اور امر واقعہ جو مردوں کو پریشان کرتا ہے وہ یہ ہے کہ

عورت کا جاڑھ مرد کے مقابلہ میں انائٹی اور نسو کی نسبت سے ہوتا ہے اور بڑا جاڑھ ادنیٰ درجہ کے انسان یعنی لنگور کی خصوصیت ہوتی ہے اس سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ یقیناً عامہ کے برعکس مرد بمقابلہ عورتوں کے زیادہ بکو اس کرنے والے ہوتے ہیں۔ مسلمہ طور پر عورت کا جاڑھ مرد سے چھوٹا ہوتا ہے۔

عورت کے شانے قطر میں اس کے کولوں سے چھوٹے ہوتے ہیں مرد کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ عورت کے کولے مرد کے کولوں سے بدرجہ اوسط چارہ اینچ بڑے ہوتے ہیں۔ بیس سال کی عمر پر پیمائش واقعی سے معلوم ہوا کہ عورت کولوں کے گرد مرد کے مقابلہ میں نصف اینچ کم تھی پر حسب اسی عمر کے برابر قد والے مرد اور عورتوں کو لیا گیا تو کولوں کی گولائی عورتوں میں بمقابلہ مردوں کے چھ اینچ زیادہ تھی۔ گذشتہ ایک سو برس کے اعداد و شمار سے ظاہر ہوا ہے کہ پانچ سے پندرہ سال کی عمر کے بچے قطعاً عضو بمقابلہ مردوں کے بہتر طور پر پختہ کرتے ہیں اور عورتیں مردوں کے مقابلہ میں زیادہ اچھی طرح برداشت کرتی ہیں قطعاً عضو کے اعداد سے ثابت ہو چکا ہے کہ ایک ہزار دوسو چالیس مردوں میں چار سو اکتالیس اموات واقع ہوئیں یعنی پچیس اعشاریہ پانچ فیصدی اسی کے مقابلہ میں عورتوں کی دو سو چوبیس اعشاریہ تین فیصدی اموات واقع ہوئیں یعنی پچیس اعشاریہ تین فیصدی اموات واقع ہوئیں جن کی پیمائش اعداد و شمار سے ظاہر ہوا ہے کہ وہ عورتیں جن کی پیمائش

موسم بہار میں ہوتی ہے زیادہ عرصہ تک زندہ رہتی ہیں کیونکہ سال کے اس موسم میں پیدا ہونے والوں میں سب سے زیادہ قوت ہونا خیال کیا گیا ہے اور یہ پیدائش لازمی طور پر اناتھا کی ہونا چاہیے کہ یہ ہی شخصہ نازک باوجود اپنی تمام کمزوریوں کے ثابت کر چکی ہے کہ وہ بمقابلہ مرد کے زیادہ قوت برداشت کی حامل ہوتی ہے۔

۱۹۳۶ء کے جرمنی اعداد سے یہ معلوم ہوا کہ وہیں لاکھ مردوں میں دو سو دس اور وہیں لاکھ عورتوں میں تین سو دس کی عمر ایک سو برس کی ہوتی ہے۔

ایک لاکھ اشخاص فرانس سے جو ایک ہی دن پیدا ہوئے ہوں چھاسٹھ سال گزرنے پر نصف سے زائد نہ رہ پائے جائیں گے یہ ہی تناسب ایک لاکھ عورتوں کی بابت آٹھسٹھ سال گزرنے پر صادق آئے گا۔ کل مردوں میں سے ایک تہائی سے زیادہ بتقریب سال تک زندہ رہتے ہیں اور کل عورتوں میں سے ایک تہائی پچیس سال تک زندہ رہتی ہیں۔ انگلستان میں ایک ہزار میں سے ساٹھ سو پچاس مرد چھاس سال کی عمر تک اور سبھلہ ایک ہزار عورتوں کے ساٹھ سو نوے عورتیں نصف صدی کی عمر حاصل کرتی ہیں۔ ایک صدی عمر پانچواہوں کے اعداد اور کبھی تعجب خیز نہیں۔ یعنی ایک لاکھ مردوں میں سے پندرہ اور ایک لاکھ عورتوں میں تیرسٹھ۔ فرانس میں ایک صدی عمر پانچواہوں میں سے ہر دس میں ساٹھ عورتیں یقیناً پورے پچاس اکیس میں سولہ عورتیں رہیں۔



متحدہ امریکہ میں ۲۰ ہزار پانچ سو تراسی عورتیں بمقابلہ ایک ہزار تین سو اٹھانوے مردوں کے ٹیبلٹس کی عمر تک زندہ رہتے ہوئے پائی گئی ہیں۔ باقی ہمہ وسط عمر عورت کے لئے بمقابلہ مرد کے زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔

عورتوں کی امید زیت بمقابلہ مردوں کے تین اعشاریہ تین برس زیادہ ہوتی ہے اس کے کئی وجوہ ہیں۔ عورتوں میں جسمانی برداشت کی زیادہ قوت بمقابلہ ہوتی ہے ان کو کم پریشانیوں ہوتی ہیں اور ان کی زندگی بالعموم بہت محفوظ رہتی ہے۔

کسی مرد کی مدت حیات میں جو معتدل زندگی بسر کرتا ہو اور جس کے اعضا و تندرست ہوں تینیس اور پچیس کی عمر کے درمیان بہترین زمانہ ہوا کرتا ہے اور عورت کا پچیس اور چالیس کی عمر کے درمیان

عرب قدیم  
ریگستان گوبی۔ ترکستان۔ پومی رینیا۔ جاوا۔ برنزل  
اسکینڈی نیویا۔ ہانڈورا۔ جنوبی افریقہ۔ کانگو۔

شمالی امریکہ حتیٰ کہ آرکٹک میں اصل گہوارہ تمدن کی جستجو کی جا چکی ہے ماہرین و مستندین حال نے جس مقام کے لئے سب سے زیادہ زور

دیا ہے وہ مالک عرب ہیں جہاں سب سے زیادہ قدیم آثارات پتھر کی عمارتوں کے پائے گئے ہیں۔ معین۔ سبا۔ سینوا۔ بابل۔ یور۔ کش۔

نپتر۔ یوروق یا اریق۔ نعاش۔ ادب۔ مالک عرب کے وہ شہر ہیں جہاں کھدائی کی مہمات کی گئیں اور یہ شہر قدیم ترین تمدن کا نمونہ ثابت

ہو کے ہیں۔ وسیباب شدہ آثارات سے قدیم روایات عرب کی پوری طرح تصدیق ہوتی ہے اور بلاشبہ واضح ہوتا ہے کہ دنیا کے تمام رسم و رواج اور عقائد و ادہام کا سرچشمہ یہی ممالک عرب تھے۔

ایک زمانہ وہ تھا کہ عرب کا ہر گھر میکدہ بنا رہتا تھا۔ گھر کی عورتیں ساتی بنا کرتی تھیں۔ معنیہ عورتیں گاتی بجاتی تھیں اور اسی عالم جمہوری میں بے شرمی کی باتیں ہوتی تھیں۔ شراب پر صدر ہا اشعار کہے جاتے تھے جیسا کہ قبیلہ تغلب کا ایک شاعر کہتا ہے کہ "اے عمرو کی ماں تو نے ہم سے پیالہ سٹالیا حالانکہ پیالے کا دور واپنی طرف تھا پھر تیرا وہ ہم نشین جس کو تو نہیں پلاتی تین میں سب سے بدتر نہیں"۔

عورتیں کا ہنہ پورا کرتی تھیں جو آئندہ کی پیش گوئی کرتی تھیں۔

اہل عرب کا خیال تھا کہ ہر شاہ کے ساتھ ایک شیطان رہتا ہے۔ وہی شاعر کو اشعار القا کرتا ہے اسی لئے مجمل شاعر کی شیطانہ عمرو کی بیٹی بھی جاتی تھی۔

سفر میں جاتے تو کسی درخت میں ڈورا پیٹ کر گرہ لگا دیتے اور واپس آکر دیکھتے اگر گرہ کھلی ہوتی تو سمجھتے کہ ان کی عورت نے بدکاری کی قمار بازی میں اپنی بیویوں کی بھی بازی لگاتے تھے۔

عرب میں عورتوں کو رہن رکھا جاتا تھا اگر مبعوا و معینہ کے اندر ان کو نہ چھڑایا جاتا تو مرتہن مالک ہو جاتا تھا۔ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کی عورتوں کو بک کر بیچ ڈالتا تھا۔

وہ آریستہ کے گرو عورتیں اور نوجوان لڑکیاں ظرافت کرتی تھیں۔  
 امراء القیس نے کہا سپہ کے دو ہزارے سامنے ہر نول کا ایسا گلہ جس کی ہر نیاں  
 دو آریستہ کی کنوارا لڑکیاں معلوم ہوتی تھیں گویا بڑے بڑے داموں  
 کی چادر پی ادرے ٹھی۔

حیرہ کے عرب باہر شاہوں نے عیاشی عورتیں بھی مہل میں داخل  
 کر لی تھیں۔

اہل یمن (شہدہ تاشہ قبلی یمن) کے شرفاء خاندان کی لڑکیاں  
 بدترین اخلاق کا نمونہ تھیں ان عورتوں نے نوجوان اسرائیل کے نوجوان سپاہیوں  
 کو قابو میں لاکر سردار سے باغی کرادیا اور تموں کے سامنے سپردہ کرایا اور ان  
 پر قسریاں چڑھوائیں۔

اہل عرب لڑکیوں کی پیدائش سے ناغوش و ناراض ہوتے تھے اور  
 ان کو ہلاک بھی کر دیتے تھے۔

عرب کے لوگ زنا کو جائز سمجھتے تھے فاحشہ عورتیں گھروں کے سامنے  
 جھنڈیاں لگا کر بیٹھتی تھیں۔ اور صاحب الرایات کہلاتی تھیں ان کی اولاد  
 جائز سمجھی جاتی تھی۔ رؤسا لونڈیوں کو حکم دیتے تھے کہ بدکاری کے ذریعہ  
 سے کچھ کمالیں اور ان کی نذر کریں۔ کوئی دلیر و قوی شخص ہوتا تو اپنی عورت  
 کو اس کے پاس بھجوتے کہ اس سے ہم بستر ہو۔ اس طریقہ پر جو بچہ پیدا ہوتا تو  
 یقین کر لیتے کہ اس میں بھی قوت و دلیری کے اوصاف ہوں گے۔ کچھ مردین  
 کی تعداد ہر ایک وقت دس سے زیادہ نہیں ہوتی تھی کسی عورت کے پاس

جاتے اور سب اُس سے ہم بستر ہوتے عورت کا عالمہ ہو کر حبیبہ کچھ جنتی تو ان  
 سب کو بلواتی اور ان میں سے کسی ایک سے کہتی کہ یہ کچھ تمہارا ہے اُس  
 شخص کو ماننا پڑتا اور وہ بچہ اسی مرد کا کہا جاتا اگر کسی غامضہ عورت کے بچہ پہلا  
 ہوتا تو وہ قیافہ شناس کو بلاتی وہ بچہ دیکھ کر کہتا کہ فلاں مرد کا بچہ ہے عورت  
 اُس مرد کو بنا کر کہتی کہ یہ کچھ تمہارا ہے۔

ایک دستور یہ تھا کہ عورت سے مرثا معینہ کے لئے تعلقہ عہدہ کر کے پانچ  
 مدت گذر جانے کے بعد عورت کی اجرت معینہ ادا کر کے اس کو الگ کر دیتے  
 اس کو ستعہ کہتے تھے۔

عورتوں کو اکثر گھوڑے کی دم سے باندھ کر گھوڑے کو سنبھلا دیا  
 دیتے جس سے اُن کے بدن کے ٹکڑے اڑھجاتے تھے سلاطین اور روسا  
 عربا بیشتر یہ سزا دیا کرتے تھے۔

عہدہ جہالت کے حج میں نہراہوں آدمی برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرتے  
 اور وہی حال عورتوں کا بھی ہوتا تھا۔ نہ پانچ وقت پر وہ نہیں کرتے تھے  
 کھلے میدان میں ننگے ہو کر نہایت کھتے نہ پاخانہ پشیا ب کے وقت پر وہ کرتے  
 تھے۔ آپس میں ایک دوسرے سے اپنی عورتوں سے ہم صحبتی کے حالات  
 بیان کرتے تھے۔ سوتیلی ماں کو دراشت میں حاصل کر کے اس کو اپنی زوجیت  
 میں لے لیتے تھے۔

مشرکہ میں عورتوں کو کچھ نہیں دیتے تھے ان کا اصول تھا کہ تو کہ  
 اسی کو ماننا چاہیے جو تمہارا چلا ہے۔



مفتوحہ قبیلہ کی عورتیں عین میدان جنگ میں فاتحین کے تصرف میں لائی جاتیں۔ اگر صلح ہو کر عورتیں واپس کی جاتیں تو ان کو بدستور گھروں میں داخل کر لیا جاتا۔ فاتحین اس تصرف پر ناز کرتے۔ بنو نعیمہ نے جب بنو عامر پر فتح پائی تو ان کی عورتوں کو عین میدان جنگ میں رسوا کیا۔ فرزدق شاعر نے اس واقعہ کی طرف ذیل کے شعر میں اشارہ کیا ہے :-  
 "تو لوگ عورتوں پر متصرف ہو گئے اور اگر کوئی پردہ درمیان میں تھا تو صرف انہی سے تھے"

طلاق کے لئے کوئی شرط اور عدت نہیں تھی جب تک شوہر چاہتا عورت شوہر سے علیحدہ رہتی اور کسی اور سے شادی بھی نہیں کر سکتی تھی نکاح کی کوئی تعداد نہیں تھی آٹھ آٹھ دس دس بیویاں رکھنا معمولی بات تھی۔ حقیقی بہنوں کے ساتھ بیک وقت نکاح جائز تھا۔ ایام کے نہ مانہ میں عورتوں کو علیحدہ کر دیتے اور ان کے ساتھ کھانا پینا چھوڑ دیتے تھے۔

عورت جب بیوہ ہو جاتی تو گھر سے باہر کسی ٹنگ کو مٹھری میں اس کو رکھا جاتا اور خراب سے خراب کپڑے پہنے کو دیئے جاتے کسی قسم کی خوشبو استعمال نہ کر سکتی اس کیفیت میں جب ایک سال ہو جاتا تو ایک بکری یا گےھالائے اس سے وہ اپنا جسم سس کر تی پھر کو مٹھری سے باہر نکال کر اس کے ہاتھ میں منگتی دسی جاتی وہ اس کو لے کر پھینک دیتی تب سوگ سے نکلنے دسی جاتی

عورت کا ہر باپ کو ملا کر تا تھا عورت کو ہر سے کوئی علاقہ نہ ہوتا۔

گھر میں لڑکی پیدا ہوتی تو بڑا غم ہوتا اور باپ کو نہایت شرمندگی ہوئی اسی بناء پر دختر کشی رائج ہو گئی۔ لڑکی کو زمین کھود کر زندہ کاڑھ کر جس کو عربی میں واؤ کہتے تھے۔

عورت بیوہ ہو کر شوہر کے ورثہ کی میراث ہو جاتی تھی ان میں جو کوئی اگر بیوہ پر چاوردال دیتا تو وہ اس کی جائز مدخلہ ہو جاتی۔ اجنبہ مذکر اور مؤنث دونوں مانے جاتے تھے۔ مؤنث اجنبہ کو معداة کہتے تھے۔ عمرو بن یحییٰ ایک سربر آوردہ شخص تھا۔ اس نے معداة سے نکاح کیا اس سے اولاد ہوئی اور کہا گیا کہ بلقیس ملکہ یمن معداة ہی کے بطن سے تھی۔

متاخر زمانہ کے جو آثار و سیلاب پورے ہیں ان میں ہل کے سر کا نقش مرو یا عورت کی نقویر بھی بنی ہے بعض میں مقدس مذہبی درخت کی تصویر ہے جس کے سامنے اس کے پجاری موجود ہیں۔ ہل کے علاوہ سانپ وغیرہ کی برنجی صورتیں بھی ملی ہیں الی عرب سانپ کو نہیں مارتے تھے۔ ہل کے گھنڈروں میں جو آثار ملے اور کتبات پڑھے گئے ان میں مذکر معبودوں کے علاوہ مؤنث دیویوں کے نام بھی ہیں۔ سن (چاند) شمش (سورج) اشتر (معبت و حسن کی دیوی) ہلیت ایسن (طاقت کی دیوی) کے نام پائے گئے ہیں۔

مسلمانوں کو دوسری یا تیسری صدی میں میں کے ایک کتبہ میں یہ  
 تحریر ملی تھی کہ "شہر عیش بادشاہ نے یہ سورج وی کے لئے بنایا"  
 صنعاؤ کے کلیب میں کعبت اور اس کی بی بی کے دو بت پوجے  
 جاتے تھے۔ قبائل اوس و خزرج کی مخصوص دیوتا تھا تھی۔ مقام نجد  
 پر ایک دیوتا تھی جس کا نام عزرا تھا۔

حجر کے قبلی کتبوں میں سے ایک کتبہ کا اندراج بدین معنی ہے :-  
 "یہ قبرستان حکم بنت وائلہ بنت حرم اور اس کی لڑکی کلیبہ نے اپنی اور  
 اپنی اولاد کے لئے ماہ طیبہ میں عارث شاہ انباط محب قوم کی نو بیس سال  
 بلوس میں بنوایا۔ ذوالشرعی اور غزالی اور لات اور عمد اور منوت  
 اس پر لعنت کریں گے جو اس قبرستان کو فروخت کرے گا یا مولے کا پارہ  
 رکھیں یا کوئی لاش نکالے گا۔ پاس میں حکم اور اس کی بیٹی اور اس کی اولاد  
 کے علاوہ کسی اور کو دفن کرے گا اگر کوئی اس وصیت کے خلاف ورزی  
 کرے تو ذوالشرعی۔ پہلی اور منوات اس پر پانچ لعنتیں بھیجیں اور  
 کابن اس پر جرمانہ کرے جس کی تعداد ایک ہزار درہم جاری ہو۔۔۔۔۔"  
 ایک کتبہ کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں  
 میں بھی ایک بلکہ تھی جس کا نام تاجہ تھا اور اس نے زمانہ قحط میں قاصد کو  
 حضرت یوسفؑ کے پاس روانہ کیا تھا چنانچہ ابن ہشام نے کہا کہ میں نے  
 لکھا ہے کہ میں میں ایک دفعہ سیلاب سے ایک قبر کھل گئی تو ایک عورت  
 کی لاش برآمد ہوئی اس کے گلے میں موتیوں کے ساتھ ہار اور انگلیوں میں

مرصع انگوٹھیاں تھیں اس کے سر ہائے ایک لوح منقحی جس پر یہ کتبہ تحریر تھا۔  
 ”خیرے نام پر جو عمیر کا خدا ہے میں ذو شکر کی بیٹی تاجہ ہوں میں نے  
 اپنے قاصد کو یوسفؑ کے پاس بھیجا تھا اس نے جب دیر لگائی تو میں نے چاندی  
 پھر سونا بھیجا لیکن کچھ حاصل نہ ہوا پھر میں نے حکم دیا کہ میرے جواہرات پس کر آنا  
 بنایا جائے لیکن وہ بیکار رہا جو شخص میرا حال سنے اس کو میرے حال پر رحم کرنا  
 چاہئے جو عورت میرے نہ پور پہنے گی وہ میری ہی موتا مرے گی“

تدمر ملک شام و عرب کا ایک مشہور مقام تھا یہاں کی ملکہ زبابہ تھی  
 جس کا نام اہل عرب میں مشہور اور ضرب المثل تھا

شمالی عرب میں عراق کے منقح آثارات قدیم سے تین چار حکمران عورتوں  
 کے نام دستیاب ہو چکے ہیں ایک ملکہ عرب کا نام شمسیہ تھا۔

عراق کے کتبات میں قیدار کا ذکر آیا ہے اور بنی قیدار میں دو شہزادیوں  
 کے نام ملے ہیں ایک زبیبی اور دوسری سمعی۔

بیامہ کی زرقا کے منقح مشہور ہے کہ وہ اس درجہ تیز نظر تھی کہ دشمن  
 کی فوج کو تین یوم کی مسافت سے دیکھ لیتی تھی۔

تیسری صدی عیسوی میں طرب کی ملکہ ذنوبہ کی طاقت و سلطنت کا  
 دارالسلطنت تدمر تھا وہاں کے آثارات میں پچاس ستونوں کا خوبصورت  
 سلسلہ برآمد ہوا ہے یہ عمارت سورج دیوی کے مندر کے لئے بنائی گئی تھی۔

خانہ کعبہ میں علاوہ بتوں کے رنگین نقوش و تصویریں بھی تھیں جن میں حضرت  
 مریمؑ کی تصویر بھی تھی عرب میں عورتوں کا ایک فرقہ تھا جو بی بی مریمؑ کو خدا



ان کو پرستش کرتا تھا۔

فرشتوں کے متعلق اہل عرب کا عقیدہ تھا کہ یہ اللہ کی بیٹیاں ہیں ان کے نزدیک خدائی کارخانہ عورتوں ہی کے ہاتھ میں تھا اسی لئے قرآن مجید کی سورۃ النسا میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہوا ہے کہ اللہ خدا کو چھوڑ کر یہ عورتوں کو پکارتے ہیں۔

تہوں کو بلند مقامات پر رکھتے تھے۔ ان پر قربانیاں چڑھاتے تھے اور بخور جلاتے تھے۔

مصر۔ یونان۔ روم  
ایران و ہند قدیم  
ہندوستان میں ذخیر کشی کی کثرت تھی۔

اسپارٹا اور روم میں بد صورت اولاد کو راستہ پر پھینک دیتے تھے۔ یونان میں ارسطو اور افلاطون جائز رکھتے تھے کہ منعیہ اولاد ضائع کر دی جائے۔

ہندوستان کے ویدک عہد میں عورتوں کو محکومیت و غلامی کا درجہ دیا گیا۔ کسی اعلیٰ ذات کے مرد کا کسی کمتر ذات کی عورت سے زنا کرنا جرم نہیں تھا۔ لوگ بیویوں کو رہن رکھ کر قرض لیا کرتے تھے اور قمار بازی میں عورتوں کی بازی لگاتے تھے۔ بدہ راہیہ کی عصمت درسی کی سزا میں صرف کچھ جرمانہ تھا۔

ایران میں مانی نے یہ تعلیم دی تھی کہ دنیا سے گوشہ گیری کر کے

اس کو ویران و پر باد کر دیا جائے اور ترک از دو اج سے نسل انسانی کو منقطع کر دیا جائے تاکہ بدی کا خاتمہ ہو جائے۔

ہندوستان کے جن مذہب والے ننگی مورت اور ننگے سادھوؤں کی پرستش کرتے تھے۔ گوتم بدھ جن لوگوں کے ننگا رہنے اور فاقہ کشی کر کے جان دینے کو برا خیال کرتے تھے۔

ہنود کے دیوتا مذکر و مؤنث دونوں ہوتے تھے۔ عرب سیاح جو سندھ اور دکن کے شہروں اور ساحلوں سے گزرے انہوں نے معبدوں میں بھاری بھاری عورتوں اور لپو لپوؤں کی جو اخلاقی کیفیتیں لکھی ہیں وہ حدود ہندوستان میں ایک عورت کے کئی شوہر ہوتے تھے وہ بیوہ ہو کر زندگی کی ہر لذت سے محروم رہتی تھی شوہر کے مرنے پر اس کی بیوہ کو زندہ نذر آتش کر دیا جاتا تھا۔ بعض فرقوں میں عورتیں مرد کو اور مرد عورتوں کو زندہ کر کے پوجتے تھے۔ شراب پی کر ایسے بدست ہوتے تھے کہ بھیراں ہیں اپنی اور پرانی کی تمیز باقی نہیں رہتی تھی اور اس کو وہ یکی کا کام سمجھتے تھے۔ راجاؤں اور امراؤں کی بیویوں کی لحد اور مقبرہ نہ تھی عورتیں فروخت کی جاتی تھیں۔

مصر لوں نے جب عورتوں کو بادشاہ بنانا شروع کیا تو شام کے بادشاہ دلبید بن دوس نے ان پر حملہ آور کیا اور مصر لوں کو اس کی بادشاہی قبول کرنا پڑی۔ مصر میں کئی مشہور حکمران عورتیں گذری ہیں جن میں کلویپٹرا عاشور فیط۔ اور حطاری زیادہ نامور ہوئیں۔

ایران میں باپ کا بیٹی کر اور بھائی کا بہن کو زوجیت میں داخل کرنا  
 معمولی بات تھی پانچویں صدی عیسوی کے وسط میں یزدجرد وہاں کا بادشاہ  
 تھا اس نے اپنی بیٹی سے عقد کیا اور اس کے بعد بیٹی کو قتل کر دیا۔ عورتوں کو  
 بد اخلاق اور بے وفا سمجھنا اور اُن پر کوئی اعتماد نہ کرنا ایران کے قدیم تمدن  
 کا جزو اعلیٰ تھا۔ قباد اول کے زمانے میں ایک شخص مزدک گذرا۔ اس کی  
 تلقین تھی کہ عورت اور دولت کسی ایک شخص کی ملکیت نہیں ہو سکتی ان کو  
 کل جماعت میں مشترک رکھنا چاہیے۔ مزدک کے نزدیک کسی ایک مرد کی  
 بیوی کسی دوسرے مرد کے ساتھ ہم بستر ہو سکتی تھی اس اصول کو عیش پرستی  
 اور ہوس رانی کی خاطر امیر اور غریب دونوں نے بخوشی مان لیا تھا۔

۱۳۰۰ء کی ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ روم میں یازد لوہ کے ایک  
 اسقف اعظم سنیٹ سزل کی ملاقاتی خاتون ہلشیا نامی تھی ایک وہ درگاہ سے  
 واپس آرہی تھی کہ راہبوں کے ایک گروہ نے اس پر حملہ کر کے گاڑی سے اتار لیا  
 پھر اس کو ننگا کیا اور گھسیٹتے ہوئے تفریح گاہ میں لائے وہاں پادری پٹر کے  
 گزرے سے اُس کا خاتمہ کر دیا۔

ہندوستان کا ایک قدیم رواج یہ بھی ہے کہ لڑکیوں کی شادی کم سنی میں  
 کی جاتی ہے۔ عورتیں جا بجا اور کی مالک نہیں ہو سکتیں۔ لڑکی کو مصیبت کی خبر اور  
 لڑکے کو آسمانی روشنی کہا جاتا تھا۔ شاہزادیاں اپنے شوہر خود پسند کرتی تھیں  
 جس کے لئے سو کھیر کا رواج تھا۔ عورتوں کو تعلیم سے محروم رکھا جاتا تھا بہن  
 لڑکی غیر بہن سے شادی نہیں کر سکتی تھی۔ بیوہ کی شادی ناجائز تھی۔ نیچے طبقہ

کے لوگ بالکل برعہہ رہتے تھے۔ عورتیں کمر کے نیچے صرف ایک کم چوڑا کپڑا  
 لپیٹ لیتی تھیں۔ تعلیم کے متعلق ان کا یہ کہنا تھا "عورت کو تعلیم دینا الیہا  
 ہے گویا بندر کے لڑتھوں میں پھری دیدی" پر وہ بالکل مفقود تھا۔  
 کے ایک منتر میں یہ کہا گیا ہے کہ "یہ مبارک دہن ہے آوا اس کو دیکھو دوسرے  
 منتر میں یہ امید ظاہر کی گئی ہے کہ "اے دہن تو شاد اور مطمئن رہ کر فام جلیو  
 میں تقریر کرنے کی ہمت حاصل کر" جب کسی حسین یا خوشنما شے کا تذکرہ کرتا ہوتا  
 تو شاعران دید اس فوش پوشاک خاتون کا تخیل کرتے جو کسی کام کے لئے  
 باہر جا رہی ہو اور یہ تشبیہ معنیہ معیار ہوتی تھی۔ ترقی معاشرت کے زمانہ  
 میں لڑکے اور لڑکیاں ساتھ ساتھ بڑھتی لکھتی تھیں چنانچہ لورا اور کشنا  
 نے اتر پوسی کے پاس تعلیم حاصل کی تھی جس کی کٹی و امکی میں تھی۔ مالتی  
 مادھو کے پڑھنے سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ کند کی نے مالتی اور مادھو کی  
 شادی کرانے میں گہری دلچسپی لی تھی اس لئے کہ وہ ان کے والدین کے  
 ساتھ ہم کتب رہتی تھی۔ ویدیوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اکثر عشقیہ  
 شادیاں بھی ہو کرتی تھیں اور قبل سناکت عاشق و معشوق ایک دوسرے  
 سے ملاقاتیں کرتے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ سیر کیا کرتے  
 تھے۔ کہا مورترا میں عشقیہ شادویوں کی زیادہ تفصیلات مذکور ہیں جس سے  
 واضح ہوتا ہے کہ ہندو قوم میں کسی قسم کا پردہ نہیں تھا۔ رزمیہ نظموں میں  
 کھویر سے کا وجود نہیں پایا جاتا قمار خانہ میں درویدی کا سب کے سامنے  
 آنا ثابت کرتا ہے کہ پردے کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔ اسی طرح نہ تو کنڈی نہ



ہی گزری پر وہ کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ اجودہ سیا کو واپس آنے کی ترغیب دینے کے لئے جب بھرت کے ساتھ کوشلیا۔ کیلنی اور سومترا چترکوٹ جاتی ہیں تو کسی جگہ یہ بیان نہیں کیا گیا کہ وہ ڈیرے خیموں میں کسی پردے کے ساتھ گئی تھیں۔ ہندو ڈرامہ "سواپنا و ساوتنا" میں پدی ہیروین بے پردہ دکھائی گئی ہے۔

ہندو اپنی عورتیں اور لڑکیاں مندروں کے لئے بھی وقف کر دیا کرتے تھے۔

قدیم قانون روم میں باپ کو سب سے زیادہ اختیارات حاصل ہوتے تھے اُس کو اپنے افراد خاندان کے متعلق زندگی اور موت کا اختیار حاصل ہوتا تھا وہ ان کو فروخت بھی کر سکتا تھا روم کی نابالغ یا غیر شادی شدہ لڑکی یا عورت تاحیات پدر اپنے باپ کے اور بعد ممات پدر اپنے سب سے قریبی رشتہ دار ذکور کے قبضہ و اختیار میں رہتی تھی شادی ہو جانے پر وہ کلیتاً اپنے شوہر کے اختیار و تصرف میں آجاتی تھی۔

سری راجندر جی کے والد ہمارا جہ دسرت کی تین بیویاں تھیں۔ سری کرشن جی کی سینکڑوں بیویاں تھیں آٹھ عام طور تسلیم کی گئی ہیں۔ راجہ پانڈو کے جد امجد کی دو بیویاں تھیں راجہ شنمن اور بہتراریج کی دو بیویاں تھیں۔

ہرش ورمین جو ۶۰۶ء سے ۶۴۷ء تک حکمران تھا اُس کی بہن راجشوری کی شادی بارہ سال کی عمر میں ہوئی تھی ہرش کی ماں شوہر کے بعد

جل کر مر گئی تھی لیکن راجپوتوں نے اس وقت بچا لیا جب کہ وہ  
جل کر مرنے کی تیاری کر رہی تھی۔

راجپوتوں کی عورتیں بہادر ہوا کرتی تھیں۔ ہنود میں اکثر حکمران عورتیں  
بھی ہوئی ہیں۔ بارہویں صدی عیسوی کے آخر میں کاکتی خاندان کا راجہ گنپتی  
ہوا۔ اُس کی وفات کے بعد اس کی بیٹی رورمالا نے تیس سال تک ملک  
رکن میں حکومت کی۔

مورخ ابیرونی کے بقول ہندو مفروضے ہوتے تھے غیر ملکوں کے ساتھ بڑا  
پر تاؤ کرتے تھے۔ ذات پات کی تفریق تھی۔ کم عمری کی شادی کا رواج تھا۔  
ماں باپ شادی کا معاہدہ و انتظام کرتے تھے۔ طلاق کا ہمیشہ سے کبھی کوئی  
نشان نہیں پایا گیا۔ بیوہ کی دوسری شادی نہیں ہوتی تھی۔

مہاراجہ رام سنگھ نے عورت ہوا۔ اس کے بعد اس کی رانی تارا بانی  
مغلوں سے برس بیکار رہی یہ رانی نہایت دانشمند اور بیدار مغز تھی۔  
مغل بادشاہ اکبر نے سنی کی رسم ممنوع قرار دی۔ اس بادشاہ نے  
کم سنی کی شادی کا بھی انسداد کیا تھا لیکن خود اس کی کئی بیویاں تھیں۔ صرم سرا  
میں مسلمان بیگمات اور ہندو خواتین کی مساوی عزت ہوتی تھی۔

اورنگزیب کے زمانہ میں ہنود نے ایک نئے فرقہ کی ایجاد کی تھی  
یہ لوگ بھگتی اور مسواتا کے وعظ کہتے تھے۔ مرد و عورت و تیویا دکرن جلا  
کی پوجا کے لئے مندر میں جمع ہوتے تھے۔ ذات پات کی تقسیم کو مذموم کہتے  
تھے۔

اٹلیہ میں کھوند قوم کے لوگ آدمیوں کی قربانی کرتے تھے۔ عورتوں کو فروخت کرتے تھے۔ کاٹھیاوار اور راجپوتانہ کے بعض حصوں میں دختر کشی کا رواج تھا۔ ۱۸۳۲ء کے قانون کی رو سے ان باتوں کا معہستی کے افساد کیا گیا اور غلامی کو بھی ممنوع قرار دیا گیا۔

اولیٰ زمانہ عیاشیوں میں کفر یہ بت پرستی بھی خفیہ طور پر ہوتی تھی ایسے بت پرستوں کو جادو گر کہا جاتا تھا عیاشی گر جانے ایسے لوگوں پر جادو گر۔ شیطان اور کافر ہونے کا الزام لگایا تھا۔ سب سے پہلی ڈائن عورت ۱۷۲۷ء میں روم میں جلانی گئی۔ جس میں اول (۱۶۰۳ء تا ۱۶۶۲ء) بادشاہ انگلستان کے عہد حکومت میں سینکڑوں عورتیں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر اسی جرم میں بے گناہ مار ڈالی گئیں آخری ڈائن انگلینڈ میں ۱۷۸۸ء میں جلانی گئی۔

یہ بات بھی مانی ہوئی ہے کہ مالک یورپ میں عورتیں حکمراں ہوتی رہی

ہیں۔

لذکا کی قدیم چٹانوں میں مصوری کے آثار دستیاب ہوئے ہیں جو پانچویں صدی قبل مسیح کے ہیں ان میں ایسی نوجوان عورتوں کی تصویریں ہیں جو نصف حصہ جسم تک بالوں سے لکڑی ہوئی ہیں اور زمین پر پھول برسا رہی ہیں۔

جنوبی اطالیہ میں پانچویں صدی قبل مسیح کے آخر حصہ میں ایک نامور مصور گذرے جو برہنہ عورتوں کی تصویر کشی میں مشہور تھا۔

آئی اور نیا کا بہترین معرور چوتھی صدی قبل مسیح میں اپیلین تھا اس نے اپنی بہترین صنعت "ایگزو ڈائٹا انا پو میں" نامی تصویر میں ظاہر کی ہے اس تصویر میں اس نے یونان کی "حس کی دیوی" کو دکھایا تھا جو سمندر میں پیدا ہو کر جب باہر نکلتی ہے تو اپنے بالوں سے پانی چھوڑ رہی تھی۔

رومن لاکے جو جب جو کئی یورپ کا سنگ بنیاد تھا عورتوں کے حقوق پہنچے کہ وہ شادی کے بعد شوہر کی زیر خرید جائداد ہو جاتی تھی اس کا کل مال و متاع شوہر کا ہو جاتا تھا وہ جو کچھ زرد مال پیدا کرتی تھی سب شوہر کا عملو کہ ہوتا تھا۔ وہ کوئی عہدہ نہیں پاسکتی تھی۔ وہ کسی کی ضمانت نہیں پاسکتی تھی وہ کوئی وصیت بھی نہیں کر سکتی تھی۔

یورپ میں ایک جلسہ بد میں غرض منقہ ہوا تھا کہ آیا عورت میں روح ہوتی ہے یا نہیں۔ جلسہ نے بڑی فیاضی سے کام لے کر یہ طے کیا کہ عورت نوع انسان میں داخل ہے اس لئے ذی روح بھی ہے لیکن اس کے پیدا کرنے کی غرض صرف یہ ہے کہ مرد کی خدمت کرے۔

یہودیوں میں بھی نکاح درحقیقت عورت کا خرید لینا ہوتا تھا جس کی قیمت عورت کے باپ کو دی جاتی تھی۔

عینا یوں میں صرف اولاد اکبر کو جائداد غیر منقولہ کی وارثت پہنچتی ہے باقی رشتہ دار بالکل محروم رہتے ہیں۔ عرب قدیم کی طرح ہندو میں صرف اولاد ذکور وارث ہوتی ہے اور قرابت دار اولاد کو کچھ نہیں ملتا۔



عرب میں ایسا قاعدہ یہ بھی تھا کہ جب کوئی شخص مر جاتا تو اس کے بھائی زیر دستی اس کی بیوہ سے نکاح کر لیتے یا اس کو نکاح سے باز رکھتے اور حسب اس سے کچھ رقم وصول کر لیتے تبا شادی کی اجازت دیتے۔ ہنود کی اکثر ذالوں میں یہ دستور آج تک رائج ہے۔

عیسائیوں میں صرف "زنا" کی بنا پر طلاق دی جاسکتی ہے ہنودوں میں بھی اسی قسم کا قانون ہے یہودی بات بات پر طلاق دے سکتے ہیں کھانے میں نمک تیز ہو جائے یا اپنی بیوی سے زیادہ خوبصورت عورت ہاتھ آجائے تو بے تکلف طلاق دی جاسکتی ہے۔

ترقی کا زمانہ  
مالک عرب میں اکثر انبیاء کے ذریعہ تبلیغ و حدیث  
ہوتی رہی علی ہذا ہندوستان میں بھی ویدوں  
میں وحدت الوجود کا سبق درج ہے اور کرشن جی سے بزرگ تبلیغ  
و ہدایت کرتے رہے۔ انبیاء کے زمانہ میں اخلاقی اور معاشرتی ترقی ہونے  
کے آثار پائے گئے ہیں۔ اور عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی مثالیں  
موجود پائی گئی ہیں۔

سب سے قدیم مجموعہ قوانین وہ ہے جو جمور ابی شاہ بابل نے  
مشکلہ قبل مسیح میں مرتب کیا تھا اس میں قانون ابراہیمی کا احادہ کیا گیا  
ہے۔ جمور ابی کے اس قانون کی کل تین ہزار چھ سو سولہ ہیں جو منیار کے  
گرد منقوش ہیں۔ بابل کے اس چار ہزار سالہ مجموعہ قوانین کی ایک  
بہترین اور دلچسپ صورت عورتوں کے ساتھ وہ اعلیٰ سلوک ہے جو

اس میں نمایاں کیا گیا ہے یہ ازدواجی قانون اکثر معاملات میں ان قوانین سے مطابقت ہے جو فی زمانہ متمدن ممالک میں رائج ہیں اس قانون کی رو سے عورتوں کو عملاً جملہ حقوق مثل شہرہ مردوں کے حاصل تھے اور وہ آزادی کے ساتھ تجارت اور علمی مشاغل میں حصہ لیتی تھیں۔ اس میں ایسے مسائل بھی شامل تھے جن سے بیوہ - یتیم اور غریب عورتوں کی حق رسی متشدد تھی۔ مینار کے بالائی حصہ پر جمہور راجی کا یہ اندراج ہے کہ اس کو یہ قانون سورج دیوتا سے عطا ہوا تھا۔ دراصل قانون مذکور کی حقیقت ہرگز الہامی نہیں ہے بلکہ وہ ایک با ترتیب و مختصر بیان متعدد قوانین سابقہ ہے جو اس قانون سے کہیں زیادہ پرانے تھے۔ یہ مینار آسٹ فیٹ بلند مردوک دیوتا کی معبد گاہ واقع بابل سے برآمد کی گئی ہے۔

بابل کی طرح مصر و یونان میں بھی عورتوں کو معاشرت میں اعلیٰ درجہ حاصل تھا مصری قانون قدیم کی رو سے جائیداد میں وراثت ماں کی طرف سے ملا کرتی تھی البتہ ان کے قانون میں بھائی اور بہن کی سناکت جائز تھی بلکہ قابل تحسین تصور ہوتی تھی یہ اصول اس امر واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس قسم کی شادیاں شاہی حلقوں میں بکثرت رائج تھیں۔ مصریوں کے منتشر کتبات سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا مجموعہ قانون پانچ ہزار سال پرانا ہے۔ ان کے قانونی نظریے عاقلانہ اور منصفانہ ثابت ہوتے ہیں۔

جزیرہ کریٹ کا ایک قدیم شہر کورٹائن تھا دارن متعدد مصری کتبات دستیاب ہوئے ہیں جو ۶۵۰ اور ۷۰۰ قبل مسیح کے ہیں۔

نیز دیگر زمانہ کے وہ کتبات ہیں جو تقریباً ۱۹۵۰ء قبل مسیح سے شروع ہوئے  
 ہیں۔ گورنمنٹ قانون کی سب سے زیادہ تعجب خیز کیفیت یہ ہے کہ اس  
 میں قدیم خیالات کے ساتھ ساتھ اکثر نہایت ترقی یافتہ اصول پائے جاتے  
 ہیں، جو شادی بیاہ اور خاندانی جائداد سے متعلق ہیں اس قانون۔ شادی  
 شدہ عورتوں کے حقوق نا عاقبت اندیش شوہروں کے مقابلہ میں نہایت  
 احتیاط سے محفوظ رکھے گئے اور جائداد میں لڑکیوں کی طرح لڑکیاں بھی  
 وراثت پاتی تھیں۔

ایک زمانہ میں ہندوؤں کی عورتیں آزادانہ چلتی پھرتی تھیں اور  
 جلسوں میں شریک ہوتی تھیں کپڑا بنا جانتی تھیں شادی کے وقت لڑکی  
 اپنے دولہا کے لئے خود کپڑا بنتی تھی بچوں کی شادی نہیں ہوتی تھی لوگ  
 اپنی نیند سے شادی کرنے میں آزاد تھے ذات کی قید نہیں تھی برہمن بھی  
 سبھی ذات میں شادی کر سکتے تھے۔ عورتیں کافی آزاد تھیں اپنے شوہروں  
 کے ساتھ یگیوں میں شریک ہوتی تھیں۔ لڑکیاں تعلیم یافتہ بھی ہوتی تھیں  
 بعض عورتیں ریشیوں کے رتبہ پر پہنچ گئیں اور انہوں نے ویدوں کے  
 منتر تصنیف کئے۔

رومی جب زیادہ مہذب و مستدن ہوئے تو عورتوں پر حکمرانی کے  
 ضوابط رفتہ رفتہ نرم ہوتے گئے بالآخر عیسوی سن شروع ہونے تک رومی  
 عورتیں ذاتیات اور جائداد دونوں میں بڑی حد تک خود مختار ہو گئیں  
 روم کی خاتونیں ہندوستان کی مہمل اس کثرت سے استعمال کرتی تھیں کہ

روم کا مورخ پلینی اپنے ملک کا کثیر روپیہ ہندوستان چلے جانے پر  
تاسف ظاہر کرتا ہے ۔

شاہی حلقوں کی شادیاں بعض اوقات ممالک غیر کے مابین بھی  
ہوا کرتی تھیں۔ عام خیال یہ ہے کہ اہل چین ریشم پیدا کرنے میں تین ہزار  
چھ سو سال قبل مسیح سے مشغول رہے ہیں۔ اہل ایران نے ۳۳۰ قبل  
مسیح میں ریشم کا اپنا کاروبار قائم کر لیا تھا اور اس کی روایت یہ بیان  
کی گئی ہے کہ اہل چین کے رازوں کو چین کی ایک شاہنہرا دی نے جس کی شادی  
ایران کے شاہنہرادی سے ہوئی تھی افشا کر دیا تھا۔

عورتوں کو زمانہ مکان میں قید و نظر بند رکھنے  
پر عیسائیوں کی ابتدا  
کی ایجاد کو مسلمانوں کے مذہب سے وابستہ  
کیا گیا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ اس جبر و ظلم کے بانی اور عورت و مرد میں  
عدم مساوات کے حامی صرف مسلمان اور ان کا دین اسلام ہے ناگزیر  
نے نہ ہو کہ یہ یقین دلادیا کہ ان کی عورتوں کا پس پردہ ہو جانا صرف مسلمانوں  
کی وجہ سے ہوا ورنہ ان کے مذہب و معاشرت میں کبھی پردے کا رواج  
نہیں تھا۔ سر جیمس فرگوسن نے یہ فتویٰ دیدیا کہ :-

ہندو عورتوں کی پردہ نشینی ہندوؤں کا قدیم رواج  
نہیں ہے بلکہ ان کا یہ فعل غیر ملکی دستور پر مبنی ہے جس کی قلم  
اسلامی رسم سے لی گئی ہے اور جس کی ابتداء ہندوستان میں  
اسلامی فتوحات کے وقت سے ہوئی ہے ۔



مذکورہ بالا بیان کی تائید ہندوؤں نے ان الفاظ سے کی ہے :  
 ہندوؤں نے اپنے طبقہ نسوانی کو زمانہ کی اوباشی  
 اور دست دہازی سے محفوظ رکھنے کی خاطر کم عمری کی شادی  
 کا طریقہ اختیار کر لیا کہ اس طرح کم سن لڑکیوں کی حفاظت کے  
 لئے ان کے شوہر بہ شکل نگہبان دستیاب ہو سکے اور سن رسیدہ  
 عورتوں کو زنان خانوں میں پھپھایا گیا۔ وجہ یہ ہے کہ قرآن  
 طلاق اور ایک سے زائد ازواج کی اجازت دیتا ہے  
 اور شوہر کی مرضی اور خیال پر نکاح ہر وقت نسخ ہو سکتا ہے  
 نیز اسلامی شریعت کے بموجب کوئی شخص کسی شادی شدہ  
 عورت کو سوائے ذوی الحرام کے اگر اس کا شوہر راضی  
 ہو یہ نظر نکاح دیکھ سکتا ہے۔ ہر مرد کی عورت کسی مرد  
 کی زوجہ جا کر ہو سکتی ہے جس کو وہ عورت پسند کر لے اور  
 اپنے شوہر کو طلاق دینے پر راضی کر سکے۔

مسلمان حکمرانوں نے خوبصورت ہندو عورتوں کو اگر  
 چہ وہ شادی شدہ تھیں اپنے زنان خانوں میں داخل کر لیا  
 انھیں دست دہازیوں سے بچنے کے لئے عورتوں کو دروازوں  
 کے اندر کر لیا گیا اور بوسہ شیری سے بانقاب کر دیا گیا کہونکہ  
 ہندوؤں کو پردے کی ایجاد ہمسا یہ مسلمان آبادی میں تیار شدہ  
 بلکہ آگئی کہ اس وقت کی متزلزل قومی صورت حال میں

ظاہری فوائد کو دیکھتے ہوئے عورتوں کی خاطر یہ وہ اختیار  
 کر لیا گیا۔ بائیں ہمہ نسوانی فہم کے تقاضوں کی صورت  
 قلیل آبادی تک محدود ہیں زیادہ حصہ آبادی شودر اور ان  
 سے نیچی ذات کے لوگوں پر مشتمل ہے جن کی عورتیں عام طور پر  
 آزاد ہی سے چلتی پھرتی ہیں نہ صرف وہ اپنے گھروں کے قریب  
 جہاز میں دیکھی جاتی ہیں بلکہ وہ سڑکوں، بازاروں اور گلیوں  
 پر آتی جاتی ہیں بعض موقعوں پر اعلیٰ ذات کی عورتوں کو بھی  
 آزاد ہی حاصل رہتی ہے تاکہ وہ تجارتوں میں شریک ہوں  
 اور ترقی کر جائیں۔

انگریزوں کا بیان اور ہنود کی مذکورہ بالا تاہم قطعی لغو اور بے بنیاد  
 ہے۔ ہنود کی اپنی کوئی تاریخ نہیں ہے وید مختلف آدمیوں کی تصنیف و  
 ترمیم ہے۔ ہنود کے اعتقادات افسانوی اور غیر ملکی ہیں۔ ان کی معاشرت  
 کہانیوں، ڈراموں، رزمیہ نظموں اور بھاٹوں کے کتبوں پر منحصر ہے۔  
 مورخین متفق ہیں کہ مفروضہ قوم آریہ نے جس کی آمد ہندوستان میں مسئلہ  
 قوم کے بعد منظور ہوتی ہے۔ قدیم باشندگان سے شادی بیاہ کر کے انہیں اپنے  
 میں ملا لیا تھا۔ معتزم قوم در یوڑ نے ان کے اور آسموں نے در یوڑ کے  
 دیوتا اور رسم و رواج اختیار کر لئے تھے۔ شودر بھی مفروضہ آریہوں میں مخلوط  
 ہو گئے تھے اس طرح بقول مورخ ایچ۔ جی۔ ویس ہندو کوئی ایک قوم نہیں  
 ہے بلکہ متعدد قوموں کی ایک قوم ہے۔ ہنود کو اعتراف ہے کہ انہیں مفتوح

قوم کی عورتوں سے شادی کرنا ناکرز پر مبنی تاکہ مثل میں کمی نہ ہو۔ عورتوں کے  
 زمانہ اشکالہ قائم میں لڑکیوں کے واسطے کم سنی کی شادی لازمی کر دی گئی  
 تھی جسکی وجہ یہ تھی کہ مفروضہ آئے یہ لوگ ان کی لڑکیوں کو بہتر یہ حالتی نہ کر سکیں اور یہی سبب  
 سنی کی رسم کا ہوا اور مفروضہ آئے یہ لوگ ان کی لڑکیوں کا تبادلہ اس شدت  
 اور کثرت سے ہوا کہ بالآخر ہر دو قومیں اس بات پر مجبور ہوئیں کہ عورتوں کو  
 جملہ حقوق انسانیت سے محروم کر دیا جائے جیسا کہ ان کو وراثت میں کوئی حصہ  
 نہیں ملتا تھا۔ بیوہ کی دوسری شادی ممنوع تھی بلکہ اس کو شوہر متوفی کے  
 ساتھ زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ کم سنی کی شادی لازمی قرار دینے کی ذائقوں کی  
 تفریق کر دی گئی تاکہ باہر گزشتہ شادی بیاہ نہ ہو سکے راجہ اور امراء کسی بیویاں  
 رکھ سکتے تھے۔ اسی زمانہ میں نو اس یعنی زنان خانہ کار و واج قائم ہوا اور  
 علم صرف مردوں کے واسطے مخصوص کیا گیا۔ اشوک (۳۲۷ء تا ۱۸۵ء ق م)  
 کے دور حکومت میں بھی سنی بچپن کی شادی اور پردے کا رواج تھا عورتوں  
 کے لئے زمانہ مکان مخصوص تھا۔ شنگ اور کالو خاندان کے عہد حکومت  
 (۱۸۵ء تا ۱۸۷ء ق م) میں عورتوں پر اور بھی زیادہ سختی ہو گئی تھی۔ چینی  
 سیاح یوانگ چوانگ جو ۱۸۷۰ء میں ہندوستان آیا لکھتا ہے کہ ذائقوں کی  
 تفریق بہت ترقی پر ہے۔ بچپن کی شادی کا رواج ہے۔ عروہوں کا پہلا عملہ ۱۸۷۰ء  
 میں ہوا اس وقت بھی بچپن کی شادی اور پردے کا رواج جاری تھا۔ برہمنوں  
 اور امراء میں زنان خانے لازمی طور پر چلا کرتے تھے۔ البتہ شور اور ان سے  
 بچی ذائقوں میں کبھی پردہ نہیں ہوا لیکن ان میں بچپن کی شادی کا رواج  
 بہت شدت اور سختی سے جاری رہا۔ انگریزوں اور ہندو کا یہ اعتراض کہ ہندوستان

میں پر دسے کار و واج مسلمانوں کی وجہ سے ہوا خود خود کی تقاضی سے  
 باطل ہو جاتا ہے بلکہ جو اعتراض جبر و ظلم کے انہوں نے مسلمانوں سے  
 منطقی کیے ہیں وہ خود خود پر بدرجہہ آگم عائد اور صادق ہوتے ہیں انہوں  
 نے ہندوستان کے اہلی باشندوں کو جو جبر و غلبہ انہوں نے کیا اور اپنی نسل کی  
 افزائش کے لئے ان کی عورتوں کو زبردستی تصرف میں لائے۔

ہندوؤں کی نظروں - نادلوں - لپلاؤں - ٹانگوں اور کتوں سے  
 بچا پورے طور پر واضح ہو گیا ہے کہ مسلمانوں کی آمد سے صدر ہا سال قبل ان  
 میں پردہ اور نو اس قائم ہو چکا تھا چنانچہ بن باس کی بدوائگی کے لئے جس  
 وقت مستیاجی اچھو وھیہ کی کلیوں سے گذرتی ہیں تو راکن میں اس بات  
 پر اظہار تاسف کیا گیا ہے کہ وہ خاتون جس کو اس وقت تک آسمان کے  
 فرشتوں نے بھی نہیں دیکھا تھا وہ عوام الناس کی آنکھوں کا تماشہ بن گئی تھی۔  
 پر اتنا کہ ڈرامے میں مستیاجی کو نقاب ڈالے ہوئے آنا دکھایا گیا ہے  
 حالانکہ بعد ازاں نقاب مٹانے کو کہتے ہیں تاکہ اچھو وھیہ کے ٹنگار باشندے  
 شامراوی کا رخسار دیکھیں کہ لپ اس ڈرامے میں دستار کی رانیاں بھی  
 بالقباب ظاہر کی گئی ہیں اور ان کی نقاب ایسی مکمل ظاہر کی گئی ہے کہ خود  
 دستار بھی کچھ دیر تک ان کو پہچان نہ سکے۔ سو اپنا و ساوڈنا میں ہر وہ  
 بدستار قبیل پردہ نہیں کرتی ہے لیکن شادی کے بعد وہ اس بات کو پسند  
 نہیں کرتی کہ اس کا شوہر اہلین کے سفیر سے اس کے سامنے ملاقات کرے۔  
 سفید و سفید لپا کو جیسے ہی معزز خاتون کا ورجہ ملتا ہے اس کو فوراً بالقباب



کر دیا جاتا ہے۔

مالابار کے علاقوں میں برہمنوں کی قوم میں زیادہ دراز سے پرہ سے کا  
رواج چلا آتا ہے ان کی عورتیں ایک عمر معینہ کے بعد مکان کی چار دیواری  
کے اندر بند کر دی جاتی ہیں جن کو کبھی کوئی اجنبی دیکھ نہیں سکتا۔  
اہل مغرب کا یہ اعتراض کہ دنیا کے جس گوشہ میں بھی پرہ کا رواج  
ہے وہ مسلمانوں کی وجہ سے ہے سراسر غلط ہے۔ اکثر ممالک ایسے ہیں جہاں  
کبھی اسلامی اقتدار نہیں تھا لیکن پھر بھی وہاں پرہ سے کا وجود پایا جاتا  
ہے۔ کم و بیش سختی کے ساتھ کوریا۔ چین اور جنوبی امریکہ کی انڈیسی  
نو آبادیات میں پرہ رائج ہے تاہم یوں کی تاریخ میں مسٹر کینی لکھتے ہیں  
کہ ہندوستان اور قسطنطنیہ فتح کرنے سے پہلے انہوں نے پرہ اختیار کر لیا  
تھا۔

اگرچہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے صد ہا سال قبل پرہ رائج  
ہو گیا تھا لیکن ہندو اس بدعت کے موجود نہیں معلوم ہوتے کیونکہ انہوں نے  
پرہ سے اور قید مکان کی مثال بھی ممالک بیرونی سے حاصل کی۔

یونان وہ ملک ہے جہاں سب سے پہلے پرہ سے اور قید مکان کی  
ابتداء ہوئی قدیم یونانیوں میں عام قاعدہ تھا کہ عورتوں کو سلاخ دار دروازوں  
کے اندر بند رکھا جاتا تھا اور بیشتر مقفل کر دیا جاتا تھا کہ وہ کسی طرح باہر  
نہیں نکل سکتی تھیں۔

ملک ایران جو یونان کا ہم عصر تھا وہاں بھی عورتوں کو عاصدانہ طور

پر عام نظروں سے محفوظ و مفید رکھا جاتا تھا عورت کے قریب ترین عزیزوں کے علاوہ سوائے شوہر کے اور کسی کو اس کے چہرہ دیکھنے کا حق نہیں تھا۔

یونان کی تتبع دیگر ممالک یورپ نے کی اور ان میں عام طور پر پردہ رکھا ہو گیا جو عہد عیسائیت تک قائم رہا۔ اس زمانہ میں جب کہ عیسائیوں میں بی بی مریم کی پرستش کی جاتی تھی عورتوں کو قطعی طور پر مردوں سے علیحدہ رکھا جاتا تھا ان کو عام طور پر باہر نکلنے کی ممانعت تھی اور تنہائی میں رکھے جانے کا دستور تھا۔ رفتہ رفتہ اتنی سہولت دی گئی کہ اگر باہر نکلنا ضروری ہو تو سر سے پیر تک کپڑے سے ڈھک کر نکلا کریں۔ زیادہ ترقی کے زمانہ میں جب عورتوں کو کافی آزادی ملی تب بھی ستر بوس میں مددی عیسوی تک تمام یورپ میں یہ رواج تھا کہ سر سے پیر تک طبوس پہننے کے علاوہ چہرے پر جالی یا کسی باریک کپڑے کا نقاب ضرور استعمال ہوتا تھا۔ یورپ کے اس کی غلط تعبیر یہ کرتے ہیں کہ اس نقاب سے مقصود چہرے کو تمازت آفتاب سے محفوظ رکھنے کا تھا یہ صحیح نہیں ہے۔ ان ممالک میں جو سرد یا انتہائی سرد رہتے ہیں تمازت آفتاب کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا مزید برآں وہ تمازت آفتاب اب کہاں گئی؟

مسلمانوں میں پردے کی ایجاد عجیب نوعیت رکھتی ہے۔ بارگاہ ایزدی سے مسلمان عورتوں کی آزادی اور اختیار عمل برقرار رکھا گیا۔ سرد کائنات اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں اور اس کے بعد صدیوں تک مذہب

اسلام میں پردہ اور قید مکان لا معلوم تھے تھی۔ بقول جسٹس امیر علی :-  
 اسلامی دنیا میں پردے کی ابتداء عہد نبی امیہ میں مابین  
 ۶۶۱ء و ۷۵۰ء کے ہوئی۔ عہدِ بیتِ اسلامیہ ختم ہو چکی تھی۔  
 عہدِ خود مختاری شروع ہو گیا تھا۔ ایسے لوگ جو بد اخلاقی  
 اور بد مذاقی میں مشہور تھے اسلام کے مسئلہ خلیفہ ہو گئے۔  
 جمعیتِ بد اطوار ہو گئی لہذا ابا رتبہ طبقہ اناتھ نے صلحدگی  
 اختیار کی اور مسلمانوں نے ایرانی دستور پردے کا  
 اختیار کیا۔

مذکورہ بالا پردہ صرف امرا تک محدود تھا اور وہ بھی اس حد تک کہ  
 مسلمانوں کے عام جلسوں کی شرکت سے عورتیں گزارہ کش ہو گئیں۔ یہ مشرقی  
 طرزِ عہدِ نبی امیہ میں ولید ثانی کے زمانہ حکومت میں اختیار کیا گیا تھا۔  
 متوکل نے (جو عربی نیرو تھا) عام رسومات اور ضیافتوں سے عورتوں کو علیحدہ  
 رہنے کا فرمان جاری کیا۔ باوجود اس کے بارہویں صدی عیسوی کے آخر تک  
 عورتیں مردوں سے وقار و خود داری کے ساتھ پیش آتی تھیں ضیافتیں کرتی تھیں  
 جو لوگ طے آئے تھے ان سے ملاقات کرتی تھیں۔ پردے کی غیر معمولی سختی  
 بارہویں صدی عیسوی کے ختم سے پہلے وجود میں نہیں آئی تھی۔ اعلیٰ ترین  
 رتبہ کی عورتیں پہ نقاب مردوں کے سامنے آتی تھیں۔ اسلامی عورتوں  
 کے یہ پر امن ایام قادر باللہ (نبی عباس) کے اس پست حکم شاہی سے ختم  
 ہو گئے جس میں اس نے عورتوں کو مسجدوں، تعلیم گاہوں اور عام طور پر

بغیر رقعہ جانے اور باہر نکلنے کی ممانعت کر دی۔ پھر بھی بدوی عرب  
اور سرکیشیا کے لوگوں میں کبھی پردہ نہیں ہوا۔

حقیقت یہ تھی کہ خلفا بنی عباس عیش و نشاط میں محو اور قصو و  
سرود کی محفلوں کے دلدادہ ہو گئے انہوں نے بہ یکساں زمانہ سینکڑوں  
عورتوں کو پابند نکاح کر کے داخل صرم کر دیا۔ عورتوں کی اس تعداد  
کثیر سے خلیفہ کو شاذ و نادر موقع خلوت کا ملتا تھا۔ چنانچہ ضروری ہو گیا  
کہ ان کے جذبات فطری پر قابو حاصل کرنے کے لئے ان کو مستحید کر دیا جائے

اور ایسا ہی کیا گیا کہ ان کو محفلوں کے اندر محسوس کر کے دربان مقرر  
کر دیئے گئے۔ اگر یہ طریقہ اختیار نہ کیا جاتا تو شرانگیز واقعات رونما ہو کہ  
خلفا کی آپرور پیری کا باعث ہوتے اور شور و شعلوں و بجاوتوں کی گرم  
بانہار می ہو جاتی۔ ایسے خلفاء کی نظروں سے بچانے کے لئے امرار نے  
اپنی عورتوں کو بھی قید کر دیا۔ عیس کے بعد عورتوں کو باعموم مستحیدوں میں  
جانے سے روکا گیا اور تعلیم و تربیت سے حکماً باز رکھا گیا۔

باری تعالیٰ کا صاف و صریح حکم ہے کہ کوئی مسلمان بہ یکساں وقت  
چار عورتوں سے زیادہ نکاح میں نہیں رکھ سکتا خلفائے وقت نے  
اس حکم کی خلاف ورزی کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس ایک گناہ کے سبب مزید  
معصیت کا ارتکاب کرتا پڑا اور عورتوں کو خلاف حکم الہی مستحید کرنا  
ناگزیر ہو گیا۔

اسلام اب دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچ چکا تھا۔ مسلمانوں نے اپنی



خود مختار حکومتیں بھی قائم کر لی تھیں اور قدیم رشتہ تعلق مرکزی حکومت سے توڑ لیا تھا۔ لہذا ہر ملک میں اپنا اپنا دستور پردے کا قائم ہوا کسی جگہ قطعی پردہ نہیں ہوا اور کہیں صرف مخصوص عورتوں تک محدود رہا اور بعض مقامات پر امیر و غریب اور شریف و ذلیل کی تفریق کے ساتھ امراء اور شرفاء تک پردہ جائز ہوا۔ غریب اور ذوالستی رکھے گئے مختلف مقامات پر مختلف رسم و رواج ہونا ہی صاف دلیل اس بات کی ہے پردہ اور فقید مکان بدعت ہے ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ تمام دنیائے اسلام میں ایک ہی شمار و طریقہ کیوں نہ ہوتا۔

جہاں تک ہندوستانی پردے کا تعلق ہے مسلمانوں نے ہندو کے کتاب کیا ہے۔ ہندوؤں میں اوپنچ نیچ کی تفریق ہے چنانچہ وہی تفریق شریف اور ذلیل کی مسلمانوں نے قائم کر لی۔ ہندو ذاتوں اور برہمنوں میں منقسم ہیں مسلمانوں نے بھی اپنے آپ کو ذاتوں اور برہمنوں میں تقسیم کر لیا۔ ہندوؤں کی امیر اور اعلیٰ ذات کی عورتیں تو اس میں رہتی ہیں۔ مسلمان امیر عورتیں بھی زنان خانوں میں زندگی بسر کرتی ہیں۔ ہندو میں غریب اور نیچی ذات کی عورتیں برسر باز نکلتی ہیں اور امراء کی خدمت گزار کرتی ہیں۔ یہ ہی دستور یعنی مسلمانوں نے جائز کر لیا ہے۔ ہندو میں معیار شرافت مال و زر پر موقوف ہے اور نیچی ذات والے ثروت پا کر اپنی عورتوں کو مکان میں قید کر دیتے ہیں۔ مسلمانوں میں دولت ہی سے شرافت اور پردہ حاصل ہوتا ہے۔

ہندوستانی پر وے کی بدعت کا ایک یہ نتیجہ بھی ہوا کہ مسلمانوں  
 میں اخوت اور مساوات کا خاتمہ ہو گیا۔ اسلام میں مساوات نہایت پر شوکت  
 اور اہم مسئلہ تھا جس پر تمام اقوام و مذاہب کو رشک ہوتا تھا۔ مساوات کے  
 معنی یہ نہیں کہ ایک جاہل بمقابلہ عالم کے اور ایک غدار بمقابلہ وفادار کے  
 ایک ڈاکارہ بمقابلہ ایک فرض شناس کے یکساں حیثیت رکھتے ہوں۔ ایسا  
 کرنا حقوق انسانیت و اخلاق کو تباہ کر دینا ہے بلکہ مساوات کے یہ معنی ہیں کہ  
 ہر شخص کو شرعاً و قانوناً و اخلاقاً وہ تمام حقوق حاصل ہوں جو کسی دوسرے شخص  
 کو اسی دین کے اندر حاصل شدہ ہوں۔ اسلام نے انہیں عدم مساوات کے جملہ  
 احتیالات کا خاتمہ کر دیا تھا اور وحدت اسلامی کے اندر داخل ہو نیوالے  
 ہر شخص کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت خواہ وہ کسی قوم اور ملک کا باشندہ ہو جملہ  
 حقوق میں بالکل مساوی اور برابر کا سمجھا تھا۔ برآمدہ آتش پرست تھے اسلام  
 لانے کے بعد انہیں کا خاندان ہاروں رشید کی وزارت عظمیٰ پر مکن تمام  
 رکھا تھا۔

رکے و ہندگی کا حق ہر غلام و آزاد۔ زردار و بے زرد کو حاصل تھا۔  
 اور یہ ہی حق عورتوں کو بھی حاصل تھا۔ عورتیں اور غلام کسی دشمن کو نپاہ و نیر  
 کا اختیار رکھتے تھے جس کی پیروی سب سالار پر فرض تھی۔

مساوات کا سبق سب سے زیادہ تزویج میں دیا گیا۔ زینب بنت  
 جحش قریشیہ رسول اللہ کی سگی بیوی کی بیٹی کا نکاح اول زید بن حارثہ سے  
 ہوا تھا جن کو اہل مکہ زرد غلام جانتے تھے اور جن کو بازار عکا ظ سے خرید کر

لانے والا حکیم بن حزام ابھی موجود تھا۔ فاطمہ بنت ولید بن عقبہ قرشیہ  
حضرت ابو حذیفہ کی برادر زادیا تھیں اور قریش کی مشہور ترین خواتین  
میں شمار کی جاتی تھیں اور ہجرات میں سے تھیں۔ ان کا نکاح ابو حذیفہ  
کے غلام سالم رضی سے ہوا تھا۔ یہ دو مثالیں قرشی عورتوں کی ہیں۔

انصار مدنیہ بھی اپنی بیٹی و سنیے میں بہت سخت تھے۔ سردار ہاشم بن  
جد مناف قرشی کی شان بلند کا سارے عرب کو اعتراف تھا انہوں نے  
شرب میں پلنی سے نکاح کی درخواست کی تو اس معرور قبیلہ نے یہ  
درخواست اس شرط پر قبول کی کہ پلنی کبھی مکہ نہیں جائے گی۔ اس متکبر  
قبیلہ کا حال اسلام میں یہ تھا کہ ایک روز بلال رضی نے مسجد میں غلام کیا کہ لوگو!  
میں غلام بھی ہوں۔ حبشی بھی ہوں۔ بے زرہ و مال ہوں اور باپ مجھ نکاح  
کافر انگار بھی ہوں۔ کیا کوئی شخص مجھے بیٹی سے نکاسے اس پر بیسیوں  
لوگوں کی درخواست تھی کہ بلال رضی ان کے یہاں اپنا پونہ منظور کر لیں۔

اسامہ بن زید اپنی دنیا کی نگاہ میں غلام ابن غلام تھے مگر اسلام  
نے ان کی شان کو اس قدر بلند کر دیا تھا کہ زینب بنت عقیلہ ان کی بیوی  
تھیں یہ زینب اس بیٹے خاندان کی خاتون تھیں کہ شہزادہ امراء القیس  
اس کے جد امجد کا مداح شاعر تھا۔ اب اس کا پوتی اسامہ رضی کی گفتی برداری  
پر تازاں ہے۔

ایک سند و مستند نے اپنی کتاب ”دیوالیہ“ میں اسلامی مساوات  
کے متعلق جو تذکرہ کیا ہے اس کا مشفق اقتباس ترجمہ کے الفاظ ذیل میں قابل

غور سے دیکھو :-

اسلام کی بنیاد دو چیزوں پر ہے یعنی مساوات اور خدائے واحد پر ایمان۔ یہ مساوات کسی اور مذہب میں ملنا دشوار ہے۔ مسجد نبویہ و سترخوان اس اعلیٰ مساجد کا ہر جگہ ثبوت ملتا ہے۔ فریضہ حج میں بھی ایک ہی جگہ دکانی دیتا ہے۔ اس عظیم الشان سالانہ اجتماع میں کثیر جمعے ہوا کرتا ہے جو کسی سال بارہ لاکھ سے کم نہیں ہوتا۔ اس میں ہر معاشرت کے لوگ مختلف زبان اور مختلف اقوام کے افراد مکہ معظمہ کی مقدس سرزمین پر سالانہ آتے ہیں جس میں بادشاہ اور رہایا اسپر اور فقیر غلام امتیاز فراموش و دولت اور بلا لحاظ اپنی قدرت اور مرتبہ کے نکلے پر سر کھلے ہوئے کمر میں سجدہ فرشتے کے نکلے ہوئے سجدے پر امتیاز ہی صورت میں سلطان ترکی سے لیکر نجد و عمان کے قبائل تک سب ایک دوسرے سے برابر ہیں ایک ہی قسم کی پیشقدمی کے ساتھ ارکان حج ادا کرتے ہیں اور اس شکل و صورت میں ایک ساتھ واحد و متفقہ آواز میں برابر اور نکلے مار پکارتے ہیں کہ "اے میرے پھر و درگاہ میں یہاں حاضر ہوں"

یاد رہے کہ فریضہ حج میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی لڑتی ہیں اور ان کو



چہرہ کھلا رکھنے کا حکم ہے نقاب ڈالنے کی ممانعت ہے۔  
 ایک یورپین فلاسفر کا قول ہے کہ حقوق انسانی سمجھنے کا پہلا دریا  
 مساوات ہے اور مساوات ہی تمام اخلاق پیپرہ کی بنیاد ہے۔  
 ایک طرف والیان ملک اور نوابوں نے شہستان عشرت میں درجنوں  
 عورتیں محل کے نام سے زوجیت میں داخل کیں۔ دوسری جانب امراء  
 و رؤساء نے عورتوں کو مقید کر دیا۔ اس طرح اخوت و مساوات کا استیصال  
 ہوتے ہی اہل مغرب بیدار ہو گئے انہوں نے انہما قوم میں پردے کا دستور  
 یک قدم منسوخ کر دیا۔ وہ تجربہ کر چکے تھے کہ عرب مستورات کی آزادی و  
 مشارکت سے اہل عرب کو کیا فوائد حاصل ہو سکے تھے۔ ان کا ہمیشہ سے یہ  
 اصول و قاعدہ رہا ہے کہ وہ اہل مشرق کو اولم باطل میں گرفتار رکھیں۔  
 انہوں نے ہنود کی افسانوی روایات کو ہمیشہ جامعہ حقیقت میں پیش کیا  
 اور ان کی بت پرستی کی تحسین میں رطب اللسان رہے۔ پردے کے  
 معاملہ میں انہوں نے اہل مشرق اور مسلمانوں کی وہ ستائش و آفریں کی  
 کہ باید و شاید۔ مثلاً۔

البتیس نے پردے کی مدح سرائی میں فرمایا:۔  
 وہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ آیا کثیر آباد ممالک کے عزیبوں اور  
 ضرورت مندوں کی خانگی زندگی کا چشمہ حیات ایسا صاف  
 و پاک رہا سکا ہے جیسا کہ مشرقی پردے والی اقوام کا۔  
 اس نتیجہ کے مقابلہ میں جو عورتوں اور مردوں کے متواتر اخلاقی

بارہی اور پر جوشی شریک نعلانی سے حاصل ہوا پر وہ عزم سے  
 طبع و سطنی میں پاکیزہ اخلاق اور ترقی یافتہ خیالی عین

پاکیزہ و سطنی

آزاد لہذا ایک شاعر کے لئے کی قہر و خوانی نہیں نہایت وقت سے  
 یہ کہیں گاتا ہے :-

و کیسی پاک و عارف وہ خوب صورتی ہے جو الہی و خالق نظر

سے مستور ہے اور اپنے لئے سے معرفت ایک ہی کلمہ کو مستور

کرتی ہے۔ وہ پہلے جو سمندر کی گہتی تریں گہرائی میں

تعمیر ہوتا ہے سورج کی شعاعوں سے اس درجہ مستور

نہیں ہوتا جس طرح کہ مرد کی سمجس نگاہ سے وہ حسن و عجم

مقدس نعلانی میں پہاں رہتا ہے

نہیں گے فرما دیا :-

مشرقی کی عورتوں کا خیال ہے کہ نہایت سے الگ تھلک

رہنا اور ہر قسم کی سختی برداشت کرنا شوہر کی محبت کی

علامت ہے :-

اہل مشرق نے اس عین و تعریف کے ساتھ سر نیاز ختم کر دیا

اور قیود پر وہ کو سخت سے سخت تر بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رہی وہ

پہلو جو یہ کہتے تھے کہ ان کے پہاں پر وہ سے کی بدعت اسلاموں کی وجہ

سے پہلی اب یہ کہتے تھے کہ عورتوں کے لئے قیاد مکان امر لازماً ہے چنانچہ

بھائی پر مانتوں نے فرمایا :-

”عورت گھر کا بھول ہوتی ہے اس کی مملکت اس کا علا

خانگی ہے اس کی زندگی کا سب سے اہم کام یہ ہے کہ وہ

قوم کی ماں بنے جس طرح مرد کا میدان عمل دنیا کے بیرونی

میں ہوا کرتا ہے اسی طرح فطرت نے عورت کو اس لئے

تخلیق کیا ہے کہ وہ گھر کے اندر رہ کر اپنے کام انجام

دے دے

ہند کے شاعر و صوفی گرو افسانہ نویس: آہ بیچاروں کے احوال پر عورت سوار

سلمانوں نے جب یہ طرز و طریق دیکھا تو سب پر سبقت لے کر

کرنے میں اور بھی چار چاند لگا دئے اور وہ شدت ظاہر کی کہ الامان و

الخصیظہ - فرمانے لگے کہ عورت کو مرد کا تابع فرمان پیدا کیا گیا ہے وہ کسی

طرح بیرون مکان نہیں نکل سکتی - مزید فرمایا کہ عورت ایسی ناپاک

ہے کہ اُس کے چھو جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ پھر حضرت ابو موسیٰ

کی ایک روایت بیان فرمادی کہ وہ فرماتے تھے کہ ”بہتر ہے کہ ناک مرد

کی بدبو سے بھر جائے بجائے اس کے کہ اُس میں کسی عورت کی خوشبو

پھیلے۔“ یہی پرکتھا نہیں ہوتا ہے بلکہ پر وہ ارکان و فریقین میں داخل

کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک کتاب ہے ”ذکر ابراہ“ مطبوعہ ۱۳۲۵ھ میں

کوئیبا و اللہین - فیما متوطن بہی بھیت نے مطبع حنفیہ واقعہ پتہ محلہ

اور کمرہ شاہ کیا اس میں مسئلہ ذیل قابل ملاحظہ ہے :-

و کیا فرماتے ہیں علما کے کرام و مفتیان عظام جہاں  
اللہ العظام سوالات ذیل میں۔

(۳) عام دستور اور روح اس ملک کا ہے کہ  
مستورائیں باہر نکلتی ہیں۔ ڈولی اور پالکی کا نہ دستور ہے نہ  
چھانٹے ہیں۔ غرض کہ پر وہ قطعی نہیں ہے۔ کسی تقریب  
یا عیادت یا کسی ضرورت کو یا پیادہ جانا۔ پوشش ان کی  
بجائے پانچامہ ایک تہ بند مثل نقلاوت تکیہ کے۔ پیر کے  
گلوں تک بدلتا ہے مثل بند و ستانی چھوٹے کپڑے یا دوپٹے  
کے استعمال میں ہیں ایک حصہ کے مثل پٹے ہیں جو بچا پیر کے  
تھے ہوتا ہے۔ نہ ہا سکر کا پردہ۔ جب گھر سے باہر نکلتا ہوا  
تو ایک تہ بند مثل بالائے خرید اندر جسم میں اپن لیا سزا اور کمر  
تک پردہ پہن جاتا ہے مگر چہرے کھلے رکھنے کی عادت ہے  
بات الیہ بحفاظت سر پردہ میں رہتے ہیں ان کا نکلتا عام  
وارثوں کی اجازت سے ہے بلکہ ٹاؤنڈ یا وارث ہمراہ چلتے  
ہیں۔ یہ طریقہ عام ہے۔ خواہ نواب خواہ غریب۔ ان لوگوں  
کی امانت کیسی ہے؟

### الجواب

(۳) عورت اگر کسی نامحرم کے سامنے اس طرح آئے  
کہ اس کے بال یا گونڈ یا پیٹھ یا پیٹ یا کلائی یا پٹولی



کا کوئی حصہ ظاہر ہو یا لباس ایسا پارکے ہو کہ ان چیزوں میں  
 سے کوئی حصہ اُس میں سے چلنے تو یہ بالاجماع حرام ہے  
 اور ایسی وضع نہ لباس کہ عورتیں فاضلتاً ہی  
 اور اُن کے شوہر اگر اس پر راضی ہوں یا حسب مقتدرت  
 بند و بست نہ کرے یا تو وہ پوشا (وہ شخص جو اپنی زوجہ  
 کو دیکھے) اور ایسوں کو امام بنانا گناہ اور اگر  
 تمام بدن سر سے پاؤں تک موٹے کپڑوں میں خوب چھپا ہوا  
 ہے صرف سنہ کہ لکھی گئی ہے تو اب فتویٰ اسی سے کہی  
 مخالفت پر ہے اور یہ امر شوہروں کی رضائے ہوتو اُن کی  
 امانت سے بھی احتراز واجب ہے

عنقیہ میں عورت کا سنہ - ہر شاہ - اور پیر کھلا رہنا اور باقی اعضا کو کپڑے  
 سے چھپا کر باہر نکھانا جائز ہے۔ لیکن مذکورہ بالا فقرے سے امام ابو عنقیہ  
 کی فقہ بھی ترمیم کر دی۔ جس میں امیر علی نے چھپا ہوا ہے :-  
 "حکراں کی خصلتوں نے پردے کو پروان چڑھایا اور غرور  
 و تقلید نے لاکر اس کو ہم قسم زمین میں بوردیا غیر تعلیم یافتہ  
 و داغ کو مقابلہ صفائی قلب و شرافت و سہمی کے دیوار کیا  
 اور حجاب ہی نہ بادہ موثر حفاظت معلوم ہوا کرتا ہے"  
 معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مساوات کے مسئلہ میں احکام قرآنی پر مشتمل نظریے  
 کو ترجیح دیدی گئی۔

میں لایہ کنسیج کہ :-

چونکہ صنف نازک عزم و ثبات میں صنف غالب  
کی عسریا نہیں کر سکتی اس لئے قدرتی طور پر عورتوں کو  
سردوں کے برابر حقوق و امتیازات نہیں ملنے چاہئے :-

دولت کے متعلق لکھنے کا بھی یہی کہا ہے کہ :-

دولت ہونے کی وجہ سے عین عورتوں کا انتخاب ممکن ہے :-

بالآخر نیشنل انجمنڈا منٹ کا اظہار اس طرح کرتا ہے :-

عورتوں کے ساتھ مزد کھینچنا واجب سلوک نہیں کر سکتے۔

کال سرد سے بڑھ کر کال عورتا نوع آدم کے لئے ٹونہ

عمل بن سکتی ہے مگر ایسی عورتیں کم باب ہیں :-

زمانہ قدیم پر ایک اور نذر ثلث سے معلوم ہوتا ہے کہ پندرہویں

صدی میں بلیوے کی ایک تاتار لیو سائینا پر دسے کا نام بھی نہ تھا۔ خود امیر تیمور

کی پیکم الجانی تاتاروں بالکل آزاد و بے پردہ رہتی تھیں۔ تاتار لیو کی عام

عورتیں پردے اور لٹا بے ناواقف تھیں۔ وہ اپنے شوہروں کے ہمراہ

گھوڑوں پر سوار ہو کر سفر کرتیں لڑائیوں میں شریک ہوتیں نہ بارت کے

لئے جاتیں اپنے بزرگوں کے مفاخر میں حصہ رکھتی تھیں اور ان میں ہی

قوت حیات موجود تھی جو کھلے میدان میں زندگی بسر کرنے والوں کو حاصل

ہوتی ہے۔ امراء نظام کی بیویاں اپنا ساز و سامان لے کر جا کر شوہروں

سے علیحدہ رکھتی تھیں سفر میں ان کے غیبی اور فرنگی گاہ جدا ہوتے تھے۔ تیمور

سے پہلے ہی کے بعد بلکہ سر اس کے فائنل سے نکال دیا گیا جس وقت چھوڑ  
 لڑائی کے میدان میں ہوتا اور سر اس کے فائنل ساتھ ہوتی تو سر ماراں جنگ  
 عظیم و حکومت کے فرض اور اس کے لئے۔ عین فتح کی مجلس میں بلکہ کا خاص مقام  
 ہوتا تھا۔

ہائرس کا کہنا ہے کہ قوت ہمیشہ کمزور کو رہتی رہی ہے۔ پورے  
 اور قید مکان سے اور کوئی غرض و مطلب برآ رہی نہیں ہوتی سوائے  
 اس کے کہ بیچارہ حاصل کی جائے۔ فی الحقیقت بعض مشرقی صنعتیں صرف  
 اسی طرح ترقی پا سکیں مثلاً تالین باقی بچہ عورتوں کی مکمل بیچارگی کے بیروں  
 از خیال ہوتی۔

یہ بات بھی مسلمہ اور ناقابل انکار ہے کہ قید مکان سے بدکار و بد  
 عورتوں کی کوئی اصلاح ہو سکی ہو۔ کیونکہ باوجود قید کے بھی بد اخلاق عورتیں  
 کبھی راہ راست پر نہ آئیں۔ یہ وہ توڑنے پر نہیں ہیں پڑیاں توڑنے کی  
 ضرورت نہ بنتی آئی اور عورتوں میں ان کے منظر دیکھے گئے کہ دوسری طرف  
 باوجود قید پر دوسرے کے بد اخلاق عورتوں نے جو کچھ کیا اس کی مثالیں بھی  
 عدالتوں میں علامتہ تجربہ میں آئیں۔ بعض حرکتیں ایسی دیکھی گئیں جو سوائے  
 پردے کے آزاد رہنے میں شاید ہی ظہور میں آئیں۔

اس میں شک نہیں کہ پردے اور قید مکان کی

بدعت ہیں مسلمانوں نے تمام دیگر اقوام پر سبقت

حاصل کر لی۔ لیکن اسی ایک بدعت اور عادات کے خاتمہ پر اکتفا نہیں

مشرقی بدعتیں

تھا۔ اور یہی بدعتوں کو رواج دیا گیا یعنی قلیل عمر یا کہ فنا ہو گئیں اور  
 بعض آج بھی موجود ہیں۔ سندہ کے قدیم مسلمانوں میں یہ رواج تھا  
 کہ ایک مرتبہ بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت قابل استعمال نہیں سمجھی جاتی  
 تھی۔ اسی طرح کچھ ایک مرتبہ استعمال ہونے کے بعد پھر استعمال نہیں ہو سکتا  
 تھا۔ اس دستور کا خاتمہ اس طرح ہوا کہ ایک عورت نے ایک چادر تھوڑے  
 طور سے ڈھو کر شوہر کو حسب ضرورت دیدی جس کو اس نے بہت پسند  
 کیا اور اس دستور سے باز آیا پھر اس کے دوست و اصحاب بھی اس  
 تجربہ سے مستفید ہوئے اس کے بعد عورت نے یہ یقین دلایا کہ بچہ پیدا  
 ہونے کے بعد بھی عورت قابل استعمال رہتی ہے۔ چونکہ عورت کا پہلا شوہر  
 صحیح ثابت ہوا تھا۔ لہذا مرد نے یہ دوسرا تجربہ بھی کیا اور عورت کو بچہ  
 پیدا ہونے کے بعد محتیا پ ہونے پر علیحدہ نہیں کیا۔ اس کے قول کو  
 درست پایا اور اس سے فائدہ اٹھایا۔ اس طرح اس رسم بد کی بنیاد  
 ہوئی۔ ایک مثال اس بدعت کی بھی موجود ہے جو آج تک جاری ہے  
 یعنی یہ کہ مسلمانوں کے ایک فرقہ میں نقاب پوش مرد ہوا کرتے ہیں۔  
 نوسو برس ہو گئے کہ علی بن یوسف بن تاشین  
**نقاب پوش مرد** اندلس کا پادشاہ تھا اس کے خاندان میں  
 ایک عورت سے یہ الٹا دستور چلا آتا تھا کہ مرد منہ پر نقاب ڈالے رہتے  
 تھے اور عورتیں کھلے منہ بھرتی تھیں اسی لحاظ سے یہ لوگ ملتین کہلاتے  
 تھے۔ محمد بن تو مرثانے رفتہ رفتہ ان ملتین کی حکومت کو پر باد کر کے



ایک نئی سلطنت قائم کی اور عبدالکومل کو تخت نشین کیا۔ حکومت ضرور  
 الٹ گئی بلکہ سارا اندلس قبضہ اسلام سے نکل گیا لیکن بدعت نقاب پوشی  
 ہنوز جاری ہے۔ وسط سوہارا میں تورینغ فرقہ کے لوگ چھاڑیوں پر آباد  
 ہیں اس فرقہ کے مرد چھروں پر نقاب ڈالے رہتے ہیں حالانکہ ان کی  
 عورتیں بچے پر وہ اور بغیر نقاب کے چلتی پھرتی ہیں۔ یہ بات بھی نہیں  
 ہے کہ مردوں نے ہوتے ہیں بلکہ وہ جھانکس عمدہ نقاری اور نڈرے  
 والے ہوتے ہیں جنہوں نے فرانسسوں کو بڑی مصیبت میں ڈال  
 دیا تھا۔ ان مردوں کی نقاب نیلے کپڑے کی لانی دھجھی سی ہوتی ہے۔  
 سب سے اچھی نقاب چھ پٹیوں کی ہوتی ہے جو سوڈان میں بنی اور رنگ  
 جاتی ہے ہر ایک پٹی قریب ایک اپنی چوڑی اور سب پٹیاں ایک ساتھ  
 سلی ہوتی ہیں۔ نقاب اس طرح بنی جاتی ہے کہ اس سے آنکھوں پر ٹوٹی  
 سیا چھڑھ جاتی ہے منہ اور نچھنے ڈھک جاتے ہیں۔ کوئی حد چہرے کو  
 دکھائی نہیں دیتا اسی نقاب میں یہ مرد سوتے اور زندگی بسر کرتے ہیں  
 نقاب کے نیچے کے حصہ کو یہ لوگ اناول کہتے ہیں جس کو کھانے کے وقت  
 اٹھا دیتے ہیں لیکن ایسے موقع پر وہ منہ کے سامنے ہات لٹکائے رکھتے  
 ہیں اگر نقاب کو از سر نو لٹکانے کی ضرورت پیش آجائے تو پان تک  
 ہوتا ہے کہ یہ لوگ خود اپنے گھر کے مردوں سے چہرہ چھپانے کے لئے  
 چھاڑیوں کے پیچھے جا کر چھپ رہتے ہیں۔ یہ لوگ اُس وقت تک  
 نقاب نہیں ڈالتے جب تک بچپن سال کی سختہ عمر نہ ہو جائے۔

نقاب پوشی کی رسم میں گھر بھر میں خوشی منائی جاتی ہے۔ دعوتیں اور ناچ  
 ہوا کرتے ہیں۔ یہ لوگ جو کچھ بھی بتائیں گے وہ یہ بات چھوگی کہ آدمی  
 صحیح معنوں میں اس وقت تک مرد نہیں ہوتا جب تک وہ نقاب نہ وال  
 لے۔ یہ بات کہ تو رہنے مردوں نے یہ نقاب پوشی کیوں اختیار کر لی  
 ہے کسی کو معلوم نہیں ہے۔

مسلمان لڑکیاں  
 محبوب الارث  
 احکام قرآن اور شریعت اسلامیہ کے  
 خلاف ایسا بدعت جاری ہے کہ مندر  
 کے اکثر صحیحات میں مسلمان لڑکیوں کو وراثت سے محروم رکھا جاتا ہے  
 لڑکیوں نے جب اپنی وراثت کا مطالبہ کیا اور ٹوٹتے مقدمہ دار یا پوری  
 نو اخیر عدالت پر پوسی کو نسل نے ان کے حقوق کی پامالی یہ کہہ کر دیا کہ  
 اگرچہ اسلامی شریعت نے ان کو حقوق وراثت عطا کئے ہیں لیکن  
 مسلمانوں نے ان کو زمانہ قدیم سے وراثت نہ دینے کا دستور قائم کر لیا  
 ہے۔ اسی لئے نہ واج و دستور کو شریعت پر ترجیح دیتے ہیں کہ ان  
 کو ترکہ پر ہی کوئی حصہ نہیں دلا جاسکتا۔ صوبہ مدراس کے اکثر مسلم  
 فرقوں میں یہ نہ واج دستور قائم ہے۔ اسی طرح قانون تعلقہ داران اودہ  
 کا یہ دے بھی لڑکیاں حقوق وراثت سے محروم رہتی ہیں۔

دین چھریاں  
 کٹ چھانٹے  
 ایک بدعت یہ بھی جاری ہے کہ اودہ میں  
 معبودہ دین چھری کوئی وقعت نہیں ہوتی۔  
 ہر کی تعداد جو ماہین فریقین متفقہ طور پر طے ہو کر معین ہوتی ہے اس میں

عدالت کو یہ اختیار حاصل رہتا ہے کہ وہ اس تعداد معینہ کو حسب حیثیت  
شوہر تحفیہ و ترسیم کر دے اور معاہدہ کی کوئی پرواہ نہ کرے۔

شوہر اکثر و بیشتر زمانہ جاہلیت کے رسوم و  
روایات پر قائم ہیں۔ چنانچہ جاہلیت کے

سدا سہاگن

ڈرامہ میں صرف دو روپیہ ہی متقد و بھائیوں کی مشترکہ بیوی نہیں  
تھی۔ اس کی مثال آج بھی کوہ ہمالیہ کی گھاٹیوں میں موجود ہے۔

ایسی قوم ہندو آباد ہے جن میں کسی بھائیوں اور چچا زاد بھائیوں میں  
صرف ایک ہی زوجہ مشترکہ ہوتی ہے۔ یہ عورت امور خانگی کی انجام

دہی کے علاوہ بیرون مکان چلنے پھرنے میں کال آزاد رہتی ہے۔  
ایک شوہر مر جائے تو باقی دوسرے شوہروں سے اس کا سہاگن

قائم رہتا ہے یعنی وہ تمام عمر کہی بیوہ نہیں ہو سکتی۔ ہمیشہ سہاگن  
رہتی ہے۔

ہندو قانون کے مطابق کسی عورت یا لڑکی کو جاہلیت  
میں کوئی وراثت نہیں ہو سکتی ہے لیکن شیلانگ

لڑکی کو وراثت

رہوہ آسام کے خامی لوگ ایک ایسے ازدواجی دستور کے پابند ہیں جن کی  
روسے عورتوں کو معاشرتی نظام میں اعلیٰ درجہ حاصل ہے لڑکی کو ماں کی

طرف سے نقد و جاہداد میں ملتی ہے اور خاندان کی سب سے چھوٹی لڑکی کو  
سب سے زیادہ حصہ دیا جاتا ہے۔ پردے اور فقید مکان کی پابندیوں

سے یہ قوم بالکل آزاد ہے۔

# باب ہفتم

## دورِ حاضر

یہ وہ زمانہ ہے کہ دنیا کے سوائے میں پیدا رہی پیدا ہو گئی ہے  
مغرب کی عورتیں پردے اور قید مکان کی پابندیوں سے آزاد ہو چکی ہیں  
کر چکی ہیں۔ اب مشرقی عورتیں بھی آزادی کی جدوجہد میں تھیں تھیں اور تھیں  
ہیں۔ حامیانِ پردہ اور مخالفینِ پردہ کے دو گروہ اپنے جداگانہ دعوے  
پیش کرتے ہیں۔ نا انصافی ہو گئی اگر فریقین کے وجود نظر انداز کر دیے جائیں  
ضرورت ہے کہ پہلے دونوں کے دلائل پیش نظر رکھے جائیں اس کے بعد  
عام رجحان پر غور کیا جائے۔

حامیانِ پردہ  
پردہ سے کی حمایت کرنا ممالکِ مشرقی کا قدیم دستور  
ہے لیکن مسلمانوں کی کاوش حیرت انگیز ہے  
یہ کہ وہ۔

عورت کو اپنے مرد کا نام لے کر پکارنا مکروہ ہے اس میں  
پہلے اور بی سبب

اگر شوہر عورت کو پکارے اس کے نام سے تو اس کے لئے  
سبب تیار ہو جائے۔



اگر مرد کے زخموں کا پیپ اور خون اپنی زبان سے چاسکے  
جب یہی حق اور نہیں ہو سکتا۔

عورت بتا عذر شرعی مرد کے گھر سے کہیں باہر نہیں جاسکتی نہ  
کسی غیر محرم کے سامنے ہو سکتی ہے۔

عورت کو مرد کا تابع فرمان پیدا کیا گیا ہے۔

لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم نہ دینا چاہیے عورت گھر کی تعلیم لیتنا  
کرنا چاہیے اور یہ تعلیم پردے کے ساتھ گھر کے اندر یا مکینوں  
میں کم عمری تک ہونا چاہیے بعد ازاں بہن کو کھائی یا شوہر کی با  
کی تعلیم دے لیا کرے۔

لڑکیوں سے عورتوں کے حسن و صحت میں زوال ہوتا ہے۔

سووم کو اگر آگ پر نہ رکھیے گا تو وہ کیوں پھلنے لگا پارو  
کے نزدیک چنگاریاں نہ ہوں تو وہ کیوں بھڑک اٹھے لیکن  
ان میں اگر قرب ہے تو تقاضائے فطری یہ ہی ہے کہ دونوں

صورتوں میں جو آگ کا فعل ہے اس کا ظہور ضرور ہو لہذا  
مرد و زن کو جب موقع ہی نہ ملے تو کیونکر وہ باتیں پر وہ

پروردگرم میں ہونا ممکن ہیں جو بے پردہ اقوام میں ہیں۔

عورت کا گھر کے باہر چوکت پر کھڑا ہو جانا بھی قابل تہذیب

نہی سے منکفہ ہیں کہ ایک دن ایک جوان دوپہر کے وقت

اپنے مکان پر آیا دیکھا کہ اس کی عورت چوکت پر کھڑی ہے

جو ان کو غیرت آئی اور تیز ہڑتاکر عورت کو مارنا چاہا اس  
نے کہا گھر میں جا کر دیکھ لو کہ کس چیز نے جھکو باہر نکلی ہے پتھور  
کیا ہے جو ان گھر میں گیا اور ایک بڑے سے ماںپ کو دیکھا تب  
عورت کو معاف کیا ۱۰

عورت مجسم ستر ہے اس لئے اس کا سب بدن ستر  
ہے کوئی عفو مستثنیٰ نہیں ہے اور اس وجہ سے کسی شرط  
پر اس کا باہر نکلنا درست نہیں ہے۔ اور یہ عجاوبہ ہی  
کہ زن کو عورت نہ کہتے ہیں۔ یعنی کہ عورت کا نام ہی اس  
کے تمام اعضاء کے ستر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔  
شوہر کے بھائی یعنی دیور سے تو پردہ لازمی ہے۔ روایت  
یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ  
آپ دیور کے بارے میں کیا فرماتے ہیں آپ نے فرمایا  
دیور تو موت ہے۔ مطلب یہ نکالو کہ قریبی رشتہ داری  
اور بھی خوف کا باعث ہے ۱۱

عورت کھڑکی سے جھانکنے تو اس کی مار ہونا چاہئے۔  
دیلی میں روایت یہ ہے کہ حضرت معاذ نے اپنی عورت  
کو کھڑکی سے جھانکتے دیکھا تو اس کو مارا تھا ۱۲  
بقول نواب حسن الملک سرسید احمد اور ان کے فرزند  
ستر محمود مدت العمر کبھی اس بات کے بھی روادار نہیں

”ہوئے کہ ان کی بہو محمود بیگم کسی بڑے سے بڑے علیل بچہ کو  
انگریز کی بیگم صاحبہ سے بھی مل سکیں۔ یعنی پردہ دار عورتوں  
کو بچہ پردہ عورتوں کے بھی سامنے نہ آنا چاہئے۔“

”عورت ایسے تمام فرائض سے سیکر و شکر و عیال کی ہر  
جو بیرونی خانہ کے امور سے تعلق رکھتے ہیں۔“

”بہر طریقہ سے عورت کے گھر سے نکلنے کو ناپسند کیا گیا۔“  
مسلمان عورت کفار اور اہل الذمہ کی عورتوں کے  
سامنے اس سے زیادہ ظاہر نہیں کر سکتی جو اجنبی مردوں  
کے سامنے ظاہر کر سکتی ہے۔ یعنی ایسی عورتوں سے بھی  
پردہ کرنا ضروری ہے۔“

”پردہ نشین کی آواز غیر مردوں کے کان تک پہنچنے تو عورت  
نکلنے سے خارش ہو جاتی ہے۔“

”سینا اور فوٹو گرافی کے ذریعہ نقش تصویروں کے منظر  
کاروں کو دیکھا ہے اس لئے لازم ہے کہ دنیا کی تمام عورتیں  
مکانوں میں قید رکھی جائیں۔“

”عورتیں بد اخلاقی کی تحریروں میں حصہ لینے لگی ہیں  
اور جذبات برائے گنہگار کرنے والے پر عورتیں مضامین لکھتی

ہیں۔ لہذا فریض ہونا چاہئے کہ ان کو پردے اور قید مکان  
کے شکنوں میں کس دیا جائے۔“

”پر وہ عورت کی عفت و ناموس کا مجرب علاج ہے اس سے وہ بد اخالیوں سے محفوظ رہتی ہے۔“

”عورتوں کا باہر نکلنا موجب فتنہ و فساد ہو سکتا ہے اور کچھ نہیں تو رفع شر کی خاطر ہی ان کو مکان کی چار دیواری کے اندر محبوس رکھا جائے۔“

”عورت باہر نکلے اور مردوں سے ملے جلے تو دیدہ دلیر دریدہ دین اور بیباک ہو جاتی ہے یہ باتیں جو ہر نسائیت کے خلاف ہیں۔“

”عورتوں کی پاک دامنی کی دلیل ہے کہ اُس کو آسمان اور آسمان کے فرشتے بھی نہ دیکھ پائیں۔“

”ایسے باریک کپڑے پہننا جس سے کوئی حصہ بدن دکھائی دے عورتا کے لئے قطعی ممنوع ہے۔“

”عورت کو تنگ و چست کپڑے استعمال کرنا جس سے اُس کی ساخت جسمانی ظاہر ہوتی ہو کسی طرح جائز نہیں۔“

”عورتا ایسی ناپاک شے ہے کہ اُس کے چھو جانے سے مرد کا وضو جاتا رہتا ہے۔“

”بہتر ہے کہ ناک مردار کی بدبو سے بھر جائے بجائے اُس کے

کہ اُس میں کسی غیر عورت کی خوشبو پہنچے۔“

”یہ کسی طرح روا نہیں کہ کوئی عورت کسی غیر مرد پر نظر ڈالے۔“



”خوشحال مرد کے لئے لازمی ہے کہ وہ پکا پکایا کھانا یا ایک  
 خادمہ کا فریضہ عورت کو دے تاکہ وہ باہر نہ نکلے“  
 ”اگر مرد غریب ہے تو عورت پر گھر کا کلی کام کاج کرنا واجب  
 ہے مرد کے لئے صرف سامان لا دنیا ضروری ہے تاکہ عورت  
 باہر نہ نکل سکے“

”عدالت انگریزی کا قانون پر وہ نشین قانون الہی کے  
 مخالف ہے ایسے قانون پر عمل کرنے والے سخت ظالم اللہ  
 کے دشمن اور غضب الہی کے مورد ہیں“  
 ”وہ مرد جن کی اجازت سے ان کی عورتیں باہر نکلیں بیوٹ  
 ہیں ایسوں کی امامت جائز نہیں“

”ایسے مردوں کی امامت درست نہیں جنکی عورتیں بائیکاٹ ہیں  
 مگر منہ کی ٹکیہ کھلی ہو“

”سوسائٹی کی غریب اور نادار عورتوں کے لئے جائز ہے کہ  
 وہ کام کاج کے لئے باہر نکلیں اور امیر عورتوں کی خدمت  
 گزار سی کے طور پر سودا سلف لائیں“

”رذیل مسلمان عورتوں مثل نائن - ڈومنی - بٹکن وغیرہ  
 کے لئے پر وہ ضروری نہیں ہے - البتہ شریف یعنی امیر

عورتیں ان سے پر وہ رکھیں تو اچھا ہے“

”مسلمانوں کا نکاح عیسائی اور یہودی عورتوں سے جائز ہے“

”سلاطین۔ والیان ملک۔ تعلقہ دار۔ امراء و روساء  
عظام کے لئے تعداد ازواج کی کوئی قید نہیں۔ ان کی اولاد  
باوجود کثیرالازواج پہننے کے جائز رہے گی۔“  
”ہندو عورتوں سے نسل باوٹا ہوں نے جو شادیوں میں  
وہ جائز تھیں اور ان عورتوں سے جو اولاد پیدا ہوئی  
وہ نہ صرف جائز بلکہ مالکِ تخت و تاج بھی ہوئی۔“

پر دوسرے کے مخالف کہتے ہیں کہ زن و شوہر میں برابر کا رشتہ ہوتا  
ہے نام بیٹے میں نہ کوئی کراہیت ہے نہ لے اور بی بی ایک بے بنیاد و سوسہ  
ہے جس کی کوئی سند نہیں۔ کسی ناممکن کام کے لئے عورت کا تیار ہونا ضروری  
نہیں ہے بلکہ بد عقلی ہے۔ اس کو بھی عقل سلیم <sup>مطلب</sup> ہونی چاہئے لہذا وہ صرف جائز  
اور قابل عمل کاموں میں شوہر کی ہم رائے اور فرماں بردار ہو سکتی ہے۔  
خون اور پیپ کا چاٹنا منجس حرام ہے جس سے سوائے گناہ کے کوئی  
حق شوہر ہی ادا نہیں ہو سکتا۔ عورت یقیناً گھر سے باہر جاسکتی ہے اور  
ستر چھپا کر ہر محرم اور غیر محرم کے سامنے ہو سکتی ہے۔ یہ بتانا ہے کہ  
عورت کو مرد کا تابع فرماں پیدا کیا گیا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے  
رفیق حیات اور شریکسار ہیں عورت کا مرد پر وہی حق ہے جو مرد عورت پر  
رکھتا ہے۔ لڑکیوں کی تعلیم لڑکوں کی طرح اسکولوں اور کالجوں میں  
ہو سکتی ہے اس کی کوئی ممانعت نہیں ہے تعلیم ہی سے حسنِ عمل اور پاکیزہ اخلاق  
حاصل ہوتے ہیں اسی لئے حصولِ تعلیم کے لئے اسلام نے ہمت افزائی کی ہے

یہ صحیح نہیں ہے کہ کھیلوں سے لڑکیوں کے حسن و صحت میں زوال  
 ہوتا ہے۔ برعکس اس کے اُن کا حسن اور صحت ترقی پاتی ہے۔ موسم اور  
 بارود کی مثال بے محل اور اصول منطبق کے خلاف ہے۔ عورت و مرد  
 موسم میں نہ بارود بلکہ ذی عقل و ذی ہوش انسان ہیں۔ جو اچھے برے  
 کی تمیز دے سکتے ہیں۔ عورتوں کو تنہائی اور سفید میں بھی وہی مواقع حاصل  
 رہتے ہیں جو آزادی اور بے پردگی میں ہوتے ہیں اول الذکر صورت میں  
 اشتعال کی نوبت آجاتی ہے جو باعث مضرت ہوتی ہے اور آخر الذکر  
 میں کوئی استغجابی کیفیت پیدا نہیں ہوتی کہ سب کا ایک حال ہوتے  
 ہوئے خواہشات نفسانی پر قابو حاصل ہو جاتا ہے۔ جب عورت مسلمہ  
 طور پر باہر نکل سکتی ہے تو جو کھٹ پر ضرورت کے وقت آسکتی  
 ہے۔ روایت متذکرہ غیر مستند ہے اور مسلمانوں کے لئے قابل اعتنا  
 نہیں ہو سکتی۔ قرآن و حدیث میں دزن، کو عورت نہیں کہتے۔ 'اناث'  
 یا 'نساء' کہتے ہیں۔ لفظ عورت کا اطلاق مرد نے اختراع کیا ہے اب  
 اس کو برے اور ناپاک معنوں میں استعمال کرنا خود مرد کی کثافت طبع کی  
 دلیل ہے۔ شوہر کے بھائی یعنی دیور سے پردہ ناممکن بتایا گیا ہے۔ حدیث  
 کا مفہوم صاف ہے کہ دیور موت ہے جو بغیر پیش آئے نہیں رہ سکتی  
 یعنی دیور کا سامنے آنا اور اس سے پردہ نہ ہونا ایسا ہے جیسے کہ موت  
 کا آنا برحق ہے۔ رسول اللہ نے حضرت عائشہؓ کو بالائے دیوار سے  
 تماشہ دکھایا تھا عورت اگر کھڑکی سے جھانکے تو کون سا گناہ ہے

البتہ کسی ارادہ فاسد سے جہاں تک داخل گناہ ہے۔ ازواج مطہرات اور بی بی کی بیٹیاں کفار کی عورتوں کے سامنے ہوتی تھیں ان سے گفتگو کرتی تھیں اور وہ عورتیں سب کی سب زمانہ جاہلیت کی طرح بے پردہ و آزاد تھیں۔ محمود بیگم کی مثال محض چا پلوسی تکبر اور سخت سکھاتی ہے جو کسی مسلمان عورت کے لئے جائز نہیں۔ عورت کو بیرون خانہ کے امور سے ہرگز سبکدوش نہیں کیا گیا اور نہ ہی عورتہ کے گھر سے نکلنے کو ناپسند کیا گیا ہے ان دونوں باتوں کی احکام قرآن اور احادیث نبوی سے تکذیب ہوتی ہے۔ آنحضرتؐ کی ازواج مطہرات اور آپؐ کی صاحبزادیاں ہمیشہ باہر نکلتی رہیں۔ کفار اور اہل الذمہ کی عورتوں کے سامنے مسلمان عورتیں اسی طرح آسکتی ہیں جس طرح مسلمان عورتوں کے سامنے ان سے مردوں کی طرح ستر چھپانے کی بھی ممانعت نہیں ہے۔ محمود بیگم کی مثال کے ثبوت میں یہ فتویٰ محض ایجاد و نبدہ سے منسوب سمجھنا چاہئے۔ غیر مرد کے کان میں کسی مسلمان منکوحہ کی آواز پہنچنے سے نکاح ہرگز ہرگز فسخ نہیں ہوتا۔ یا تو یہ جہالت و خام خیالی ہے ورنہ صریح کذب و افتراء ہے۔ سنیما۔ فولو گرافی۔ اور فحش و اخلاق سوز تصویروں کے مظاہرے مرد کی ایجاد اور اسی کی مشق عام ہے۔ مرد کے گناہوں کی سزا عورت کو دنیا کہاں کی منطقی اور کون سا انصاف ہے۔ مضمون نگار کا پردے اور قید میں رہ کر بھی ہو سکتی ہے۔ مضمون سے اگر مرد مشتعل و برا نگیختہ ہو جانے کے عادی ہیں تو ایسے مردوں کو یا تو مضمون نہ پڑھنا



پاس ہے یا خود پردے میں بیٹھ جانا چاہئے۔ عفت و عصمت ہرگز پردے سے حاصل نہیں ہوتی۔ پردے میں رہ کر ہزاروں واقعات ایسے ظہور پذیر ہو چکے ہیں جن پر پردے کو بھی شرم آتی ہے۔ عفت و عصمت کا مدار نیت اور پاکیزہ اخلاق پر ہوتا ہے۔ رافضیہ و فساد کا اندیشہ تو جب عام طور پر عورتیں آزاد ہوں تو اس کا احتمال بہت ہی کم ہو جائیگا۔ ایک کو دوسرے سے اندیشہ لگا رہے گا۔ اس قسم کے فتنہ و فساد باوجود پردے کے بھی رونما ہوتے رہتے ہیں اس کے پر معنی نہیں ہو سکتے کہ امکان فتنہ و فساد کی خاطر جنس اثاث کو قید و دام میں مبتلا کر دیا جائے۔ دیدہ و پردہ و نہی اور بے باکی پردے میں رہ کر سبھی آجاتی ہے لیکن تعلیم اور آذادی ان برائیوں کو دور کر دیتی ہے خوش بیانی اور خوش اخلاقی ان کی جگہ لیتی ہے۔

پاک و امنی فرشتوں کے دیکھنے یا نہ دیکھنے سے نہیں ہوتی بلکہ اعمال و نیت پر منحصر ہوتی ہے۔ بدکار عورت کو خواہ فرشتے بھی نہ دیکھیں لیکن وہ بدکار ہی رہے گی۔ عورتوں کے جو اعضاء قرآن نے ستر قرار دیے ہیں وہی مستور رہنا چاہئے باقی خواہ کھلے رہیں یا پارک کپڑے سے ڈھکے رہیں ایک ہی بات ہے۔ تنگ و چست کپڑے عورتوں کے لئے چنداں ضروری نہیں ہیں لیکن اس کی ممانعت بھی نہیں ہے۔ ورزش یا قواعد یا کھیل کے مواقع پر لڑکیوں اور عورتوں کو ایسے کپڑے پہننا ناگزیر ہوتا ہے۔ مگر جنگ میں خواتین اسلام نے پائے چڑھائے ہوئے زخموں کو

پانی پونچا پاتا تھا۔ یہ بھی افترا پر دازی ہے کہ عورت کے محض چھو جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ مرد اور عورت مسجد میں نماز باجماعت ادا کر سکتے ہیں۔ ایسے میں اگر عورتوں کی خوشبو مردوں کو پہنچے تو وہ بمنزلہ مردوں کی بو کے ہرگز نہیں ہو سکتی۔ عام مطلب کی رو سے یہ مسئلہ بھی غلط اور افترا ہے لیکن اگر اس سے مراد کسی فعل بد کی رغبت کی طرف ہے تو اس مسئلہ میں اس سے بھی سوا کہا جاسکتا ہے۔ عورت کا کسی مرد پر نیکی نہتی سے نظر اٹانے کو ہی عیب ہے نہ ناجائز۔ بد نہتی سے دیکھنا پر رے اور بے پرواگی دونوں حالتوں میں بڑا ہے۔ حفظ ناموس کے معاملہ میں خوشحال اور مفکوک الحال کی شق بھی عیب ہے۔ اس میں امیر و غریب یکساں ہیں۔ جو حفظ تقسیم خاص مسئلہ میں کھینچا گیا ہے اس مساوات کا خاتمہ کرنا مقصود ہے بدیں و عیب محض بدعت و اختراع ہے۔ قانون پر وہ نشین جو انگریزوں نے وضع کیا وہ عین انصاف و حق پر مبنی ہے جو لوگ یہ چاہیں گے کہ پر وہ نشین عورتوں کو دھوکا اور فریب دیتے رہیں وہی اس قانون کی مخالفت کریں گے۔ رسول اللہ نے ازواج مطہرات کو حسب ضرورت مکان سے باہر نکلنے کی عام اجازت دی تھی۔ اہمات المؤمنین تمام عمر باہر نکلتی رہیں۔ لہذا وہ مسلمان مرد جن کی عورتیں ستر پوشی کے ساتھ ان کی اجازت سے باہر نکلیں ان کو دیوشا کہنا گناہ ہے۔ عام قاعدہ ہے کہ جب کچھ نہ بن پڑے تو انسان سب و شتم پر اتر آتا ہے۔ منہ کی ٹکیہ کھلی ہونے سے مسلمان عورتیں شرعاً باہر نکل سکتی ہیں۔ کم از کم حنفیہ کا یہی مسئلہ ہے۔

ایسی عورتوں کے مرد کسی طرح امانت سے ممنوع نہیں کئے جاسکتے۔  
 غریب و رذیل مسلمان عورتوں کا باہر نکلنا جائز ہے تو امراء کی عورتوں  
 کا بدرجہ اولیٰ جائز ہونا چاہیے۔ غریبوں سے اسلام شروع ہوا اور غریبوں پر  
 ختم ہوگا۔ امراء معدودے چند اور غریبوں کی کثرت ہے۔ جمہوریت اسلامیہ  
 کا فیصلہ ہمیشہ اکثریت کے مطابق ہوتا ہے۔ اس لئے بھی امراء کی پر وہ  
 کتنی خلاف شریعت ہے۔ مسلمانوں کی عیسائی اور یہودی عورتیں باہر  
 نکلنے میں جس کی مثال ترکی اور مصر وغیرہ میں موجود ہے پھر مسلمان  
 عورتوں نے کیا تصور کیا کہ وہ عیسائی اور یہودیوں سے بھی کمتر تصور  
 کیا جائیں۔ کسی مسلمان بادشاہ یا والی ملک کو بھی جائز نہیں کہ وہ چار  
 سے زائد بیویاں نکاح میں رکھ سکے۔ ایسے سلاطین و امراء جو گذر گئے  
 یا اب موجود ہوں وہ اللہ کے حکم صریح سے منحرف ہیں۔ اس میں بھی کلام  
 ہے کہ ایسی صورت میں ان کی اولادیں جائز کہا جائیں۔ ہندو عورت  
 اگر اسلام لے آئی تھی تو اس کی اولاد جائز اور مالک تحت و تاج بھی ہو سکتی تھی۔  
 پر دے کے مخالف لوگ اور اعتراضات بھی کرتے  
**مخالفین پر وہ** ہیں۔ وہ کہتے ہیں :-

”مرد اور عورت دونوں ایک جنس اور ایک ہی خدا کے  
 بندے ہیں۔ مرد کیوں آزاد ہی میں خلی انڈان ہو کہ عورت کو  
 مفید رکھے اور ان نعمتوں سے مستفید نہ ہونے دے جن سے  
 وہ خود فائدہ اٹھاتا ہے۔ مرد کو کوئی فضیلت عورت پر نہیں۔“

اس کا ظلم ہے جو عورت پر خود مختارانہ حکومت کرتا ہے۔  
 ”پردہ مانع تعلیم ہے اور تعلیم مثل مردوں کے عورتوں  
 کے لئے ضروری ہے۔ بچوں کی تعلیم و تربیت پر ماں کی  
 جہالت کا بہت بڑا اثر پڑتا ہے انتظام خانہ داری میں خوش  
 اسلوبی نہیں پیدا ہوتی۔ ایک تعلیم یافتہ شوہر جاہل بی بی کی  
 خوش نہیں رہتا جو خانگی بد مزگی کا باعث ہوتا ہے۔“  
 ”بغیر باہر چلے پھرے تازہ ہوا حاصل نہیں ہوتی نہ ورزش  
 ہوتی ہے اس لئے پردہ نشین مستور استی کی صحت خراب اور  
 فوٹو کمزور ہوتے ہیں اکثر علیل رہتی ہیں اور کمزور اولاد  
 پیدا ہوتی ہے جس سے ایک نحیف و بیمار قوم بنتی ہے۔“  
 ”یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ آزادی سے عورتوں کے خلاق  
 خراب ہوں گے خود رسم پردہ کے ساتھ بھی یہ شکایت موجود  
 رہتی ہے۔ تعلیم خود محافظ اخلاق ہو جائے گی۔“  
 ”پردے کی وجہ سے نکاح دیکھ بھال کر نہیں ہو سکتا گویا  
 یہ اہم فریضہ آنکھ بند کر کے ادا ہوتا ہے جس پر فریقین کی تمام  
 زندگی کے رنج و غمش کا افسار ہوتا ہے۔“  
 ”پردہ کوئی مذہبی چیز نہیں ہے۔ قرآن شریف میں پردے  
 کا کوئی حکم نہیں ہے۔ نہ اسلامی ممالک میں اس کا رواج  
 تھا۔ مسلمانوں نے دوسری قوموں سے لیا ہے۔“



”قرون اولیٰ میں مستورات پر ایڑ لٹا ایڑوں میں شریک کیا اور  
گھوڑ دوڑ اور کھیلوں تماشوں میں حصہ لیتی تھیں اور  
تعلیم حضرت رابعہ بصریؒ کی طرح ہوتی تھی“

”عورتوں کا اس طرح پردے میں رکھا جانا کلتیاً عقائد  
اسلامی کے خلاف ہے آنحضرتؐ کے زمانہ بابرکت میں اول  
پشتہ پشت بعد تک عورتیں میدان جنگ میں افواج کے  
ساتھ جایا کرتی تھیں مردوں کو صحت دلاتی تھیں۔ جوش  
ولانے والے گیت گاتی تھیں اور مجروحین کی تیار داری  
کرتی تھیں“

”عورتوں کو سختی کے ساتھ پردے میں رکھنا اکثر مشرقی  
اقوام کے تنزل اور پستی کا سبب ہے“

”باوجود خلقی کمزوری کے عورتیں کسی فرض سے مستثنیٰ  
نہیں ہیں۔ روزہ۔ نماز۔ حج۔ زکوٰۃ۔ صدقہ۔ بیع و شرا۔  
بین دین۔ گواہی وغیرہ میں مرد کی طرح ذمہ دار ہیں۔ پردہ  
ان کو فرائض و اعمال کی ادائیگی میں مانع آتا ہے“

”عورتوں کا وراثت میں حصہ ہوتا ہے۔ ان کو مثل  
مردوں کے کمائی کرنے کا حق دیا گیا ہے۔ ان کو حکومت  
یا انتظام و انصرام چاہا اور سے محروم نہیں کیا گیا ہے پردہ  
ان کو ان کاموں کی انجام دہی سے معذور نہ سمجھو رکھنا ہر“

”پر وہ نشین قانوناً فاتر العقل اور نابالغ کے ذمے میں  
 شمار کی جاتی ہے۔ اسلامی شریعت میں اسی کی ولایت کا  
 کوئی اتہام نہیں کیا گیا۔ برخلاف اس کے انگریزوں نے اس  
 کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھانے والے کے خلاف قانون  
 وضع کیا۔“

”پر وہ نشینی اور قید مکان کے سبب عورت مستوجب فریب  
 و وعاد ہوا نہ تھا ہے اگر یہ قید و پر وہ نشینی شرعاً واجب  
 ہوتی تو عورت کو فریب و وعاد ہوا سے محفوظ رکھنے کے  
 لئے بھی شارع کے احکام نہ ہوتا تاڑی تھا۔ ایسے احکام کا نہ  
 ہونا دلیل اس کے آزاد رکھے جانے کی ہے۔“

”باپ کے بجائے بیٹی کا حج کرنا۔ ماورائے قبا کے بجائے بیٹی  
 کے روزے رکھنا اور حدقہ دینا جاکر قرار دیا گیا ہے اس  
 طرح بھی اس کے فرائض مردوں سے کم نہیں ہوتے۔“  
 ”ٹماڑ اور بگا سی عورت کا منہ چھپانا جائز نہیں۔“  
 ”پرو سے کے معنی صاف و صریح طور پر نصف قوم کو  
 متعبد کر دینے کے ہیں۔“

”رسم پر وہ سے عورتوں کا اور اک گھٹ جاتا ہے اور  
 قوائے احساسی مردہ ہو جاتے ہیں یا  
 ”عورت کو کوئی راز نہیں ہے جس کو افشاء نہ کیا جائے۔“

”جن و ملک نہیں کہ عورت کو سوائے عامل مخصوص اور کوئی  
دیکھ نہ سکے“

”کمزور و ماخ والوں کو اخلاق حمیدہ اور اوصاف پاکیزہ  
کے بجائے پردے اور قید مکان کی غیر معقول تعلیم دینا ہی  
مناسب معلوم ہوتا ہے“

”مارکسیس کا قول ہے کہ پردے کی غرض و حمایت صرف  
اسی قدر ہے کہ عورتوں سے بیگاری جائے“  
”برقعہ اور نقاب کے استعمال سے عورت کی سماعت اور  
بصارت پر مضر اثر ہوتا ہے“

”جن بچوں کو عورتیں نقاب اور برقعہ کے اندر رکھنے پر  
مجبور ہوتی ہیں ان کو خراب ہوا پہنچتی ہے اور وہ سوپ  
اور روشنی سے محروم رہتے ہیں اس لئے ایسے بچے علیل  
و نحیف ہو جاتے ہیں“

”پردہ عورتوں کو ملک کی معاشرتی اور سیاسی زندگی میں  
حصہ لینے سے باز رکھتا ہے“

”مشرق میں اوہام پرستی کا ہمیشہ چرچا رہتا ہے۔ جہاں پرستوں  
ٹونے ٹوٹنے کی طرح پردہ بھی اوہام باطلہ میں داخل ہے“  
”وینا کا ہمیشہ دستور رہا ہے کہ کمزوروں پر فتوہ صادر  
کر کے ان کو تابع فرمان رکھا جائے یہی سلوک عورت سے

کیا گیا۔ مغرب نے اس غلامی کی زنجیر کو توڑ ڈالا مشرقی عورت کا پردہ  
اس کی غلامی کا ہنوز فسانہ عزم ہے۔“

مشرقی عورتوں کی زندگی فرمانبرداری اور غلامی میں  
گذری بوڑھی عورتوں نے اپنی اولاد اناٹا کو یہ ہی تعلیم  
دی لہذا نسل بعد نسل کو رانہ اطاعت نے ان کی قوت فہم  
ضایع کر دی اور وہ اپنا ذمہ دار لوگوں کو مردوں کے  
سپر و گریہ کے مطیع ہو گئیں۔“

”پرویسے کی رسم نے مشرقی عورت کو ایک پتھر مردہ تصویر اور  
مرد کا عکس زر و کر ویا وہ کسی معنی میں آزاد خیال فرد  
انسان نہیں رہی۔“

مشرقی تمدن محض مرد تک محدود ہے عورت کی نفس و حرکت  
صرف باورچی خانہ تک ہے فی الحقیقت وہ تمدن خام ہے جس  
میں مرد اور عورت برابر کے شریک نہ ہوں۔“

”جس طرح بیٹیوں - بیویوں - بہنوں اور ماؤں کو بعض  
اقوام میں حقوق وراثت سے محروم رکھا جاتا ہے اور ان کو  
جائز حقوق نہیں دیئے جاتے اسی طرح پرویسے کی پابندی  
ان کے حقوق جائز پر صریح دست اندازی ہے۔“

”لڑکیوں کی شادی کے لئے زیادہ سے زیادہ جہیز کی ضمانت  
ہونا اور ہنود میں کثیر رقم دہانید کے بغیر شادی نہ ہونا عورتوں



کی سخت دولت و رسوائی ہے۔ پردہ ہی ان بد عنوانیوں کی جڑ ہے۔  
 ”پردہ صنعت و معرفت سے عورتوں کو باز رکھتا ہے جو جی  
 تعلیم پھرے اور رسوائی جہازوں کی تعلیم ہی اس کو حاصل نہیں ہو سکتی۔“  
 ”مرد ہمیشہ سے خود غرض رہا اس لئے اس میں رشک و حسد  
 بھی پیدا ہو گیا اگر عورتوں کی منظم و متفقہ قوت کام میں لائی  
 جلسے توکل و نیاد و سرعاً بہتر شکل میں تبدیل ہو جائے۔“  
 ”عورتوں کی بے بسی سے پہاں تک فائدہ اٹھایا جاتا ہے کہ  
 ہنرواں کو مندروں اور دیگر مقامات پر سٹش کے لئے بھیٹ  
 چڑھا دیتے ہیں۔“

”تا وقتیکہ عورتیں شجاع اور طاقت ور نہ ہوں مرد ہرگز طاقتور  
 اور شجاع نہیں ہو سکتے راجپوت کے بہادر ہونے کی یہی دلیل ہے  
 کہ ان کی عورتیں مردوں سے زیادہ بہادر ہوتی ہیں۔“  
 ”دنیا کا مستقبل اور انسانی ارتقاء لازمی طور پر دنیا کے نسوانی کی  
 ترقی سے وابستہ ہے۔“

”تعلیم نسوانی کی ترویج دنیا کی اور بالخصوص مشرق کی اولین  
 ضرورت ہے۔“

”لڑکیوں کی تعلیم لڑکوں کے برابر ہونا نہایت ضروری ہے اور  
 جب تک یہ بات حاصل نہ ہو اس وقت تک بہتر ہے کہ لڑکیوں کو  
 مدرسہ میں داخل کرنا زیادہ اہم قرار دیا جائے اور لڑکوں کے داخلہ

میں کمی کر دیا جائے۔“

دو مشرقی عورتوں کے جہاں تک بندہ پورے پکے جائیں اور پورے  
 وقید مکان کی صورتوں سے ان کو نجات بخشی جائے۔“

عرب کی بدوی عورتیں ہمیشہ آزاد و بے پردہ رہیں۔  
 شمالی اسلامی شہری عورتیں نقاب کے بجائے برقعہ استعمال کرتی

تھیں لیکن برابر نکلتی اور سودا سلت لاتی رہیں اب ان میں بھرکیا آزاد

شروع ہو گئی ہے اور بے پردہ نکلنے لگی ہیں۔ عورتوں نے اپنی جماعتیں

بھی قائم کی ہیں۔ فلسطین میں زیادہ آزادی حاصل ہو چکی ہے وہاں عورتیں

سیاسیات میں حصہ لیتی ہیں۔ مصر و عراق و شام و ایران میں بھی یہ کیفیت

ہے۔ افغانستان میں آزادی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ لڑکیاں ولایت غیر کو تسلیم

حاصل کرنے جاتی ہیں اور پورے کنیا باقاعدہ مخالفت کی جاتی ہے۔ یہ حال سلسلہ

بہ سلسلہ یا تو یورپ سے ملحق یا اس سے قریب تر ہیں اس لئے وہاں عورتوں سے

آزاد خیالی پیدا ہو چکی تھی۔ افریقہ کی شمالی مسلم آبادی میں عورتیں کمال آزادی

رکھتی ہیں۔ انڈونیشیا میں بھی آزادی کا دور دورہ ہے۔

مسلمانان چین کا طریقہ تعلیم غیر مسلم اسکولوں کی طرح ہوتا ہے۔

تعلیم مخلوط ہوا کرتی ہے۔ لڑکیاں لڑکوں کے ساتھ درس

چھوڑنا

بدوش نکلتی پر مٹھتی ہیں۔ بعض میں مرد اور عورتیں دونوں ہوتی ہیں۔ عورتوں

میں پردے اور وقید مکان کا دستور نہیں ہے۔ شاویہ بیاہ میں عورتوں کا

خاص حصہ ہوتا ہے۔ جہاز سے کمزور رہا کھانے ہیں۔ رشتہ دار قریب تالیف

کے آگے چلتے ہیں۔ تابوت کے پیچھے باقی جلوس والے ہوتے ہیں۔ جلوس کے پیچھے عورتوں کی جماعت ہوتی ہے جو نوحہ کرتی ہوئی چار سو قدم تک جا کر واپس ہو جاتی ہیں۔ عورتیں بالعموم رحمدل ہوتی ہیں۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے لڑکیاں کالج میں داخل ہوتی ہیں لیکن مذہبی تعلیم کے لئے زنانہ مدرسہ ہوتا ہے جس میں مسلمان عورتیں معلمہ ہوتی ہیں۔

ترکی عورت کو اہل یورپ کی طرح کامل آزاد محال ہو سکا ہے۔  
**ترکی** کے ہر شعبہ میں اس کی شرکت ہوتی ہے۔ علمی تعلیم کے علاوہ فوجی تربیت بھی حاصل کرتی ہے۔ لفٹنٹ جیمہ ترکی کی وہ ہوا باز خاتون ہیں۔ جنہوں نے دنیا بھر کی سب عورتوں میں ہوائی جہاز کی تعلیم میں سبقت حاصل کی وہ دنیا کی تمام عورتوں میں تہا اور سب سے پہلے اڑنے والی خاتون ہیں۔ بلقانی ریاستوں میں انہوں نے ہوائی سفر کیے۔ ہوا باز عورتوں کا ایک دستہ فوج بھی ترکی میں قائم ہوا۔ ساکت اڑان اور چھتری کے ذریعہ کودنے کی مشق ان عورتوں کے متعدد دیگر کارناموں میں داخل ہے۔ ان عورتوں کو بحری فوج کے ساتھ ہوائی پرواز کے ذریعہ اشتراک محل کی تعلیم بھی حاصل ہے۔

دنیا کی دوسری جنگ عظیم سے قبل روس میں مسلمانوں کی آبادی منجھلے سوالہ کروڑ کے چار کروڑ مٹی زار کے عہد میں  
**روس** ان کی حالت نہایت سقیم رہی تھی۔ ظلم و ستم کا نشانہ بنے رہتے تھے۔ موجودہ دور سیاسی میں ان کی حالت بہتر ہو گئی۔ تعلیم و تربیت سے محروم رکھے جا کر

قاعدہ مشورہ کیا گیا۔ وسط ایشیا کا ایشیا رفاہیہ - کر پھیا - با شکر اور  
 تاتار میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ آذربائیجان - ترکمانستان اور روس کے  
 وہ جگہ کے صدر زمین کے بیشتر شہروں میں ان کی کثرت ہے۔ تعداد میں سنہ  
 بہت زیادہ ہے لیکن شیعہ اور اسماعیلیہ فرقے بھی موجود ہیں۔ مسلم آبادی کے  
 کچھ حصے بعض مذہبی رسم و رواج کو ترک کر کے گئے ہیں۔ بہ شدت انکار کرتے  
 ہیں۔ لیکن حکومت برطانیہ کے صحت و سیاست ان کے استیصال کی فکر  
 میں رہی۔ اکثر مسلمان اس کوشش میں رہے کہ عورتوں کی قید تنہائی پر نہ رہ  
 رسم عادات کے یہ رسم بعض ایجاد مشرق تہجی میں کا کوئی تعلق اسلامی شریعت  
 سے نہ تھا۔ لہذا اس کا یہ طریقہ عورتوں کو مفید رکھنے کا دستور منظور  
 قرار دیا گیا۔ ازبکستان اور تاجکستان میں بیشتر عورتیں چچوان اور پچا  
 استعمال کرتی تھیں۔ چچوان گھوڑے کے بالوں کی دبیر جالی ہوتی تھی جس  
 سے عورت کا سر اور سینہ ڈھک جاتا تھا۔ پر سجا ایک قسم کا برقعہ بہ شکل  
 لباوہ پورا تھا جس سے عورت کا سر ڈھک دیا اور شانے چھپے رہتے تھے  
 اس کو پشت کی طرف آستینوں سے بانڈ دیا جاتا تھا۔ یہ دونوں لباس  
 صحت کے لئے انتہائی مضر تھے۔ عورت کو قلعہ دکھائی نہیں دیتا تھا اور  
 نہ اچھی طرح سنائی دیتا تھا۔ چچوان سے ان کی بیماریاں پراثر پڑتا تھا اور  
 یہ سب کا سر پر عورتوں کو باور نہ تھا۔ وجہ سے اکثر و سب کی بیماری ہو جاتی  
 تھی۔ سب سے چچوان اور پچا ہی یہ ویش پاتے تھے ان کو نہایت سفت  
 پوچھتی تھی۔ وہ خوب نصیب نہیں ہوتی تھی۔ غلیظ ہوا اور انتہائی گرمی



کی وہ فیصلے عملی رہتے تھے۔ اس کے علاوہ ترکمانیہ میں عورتیں شہوانی استعمال  
 کرتی تھیں یہ ایسی نقاب ہوتی تھیں جس سے سانس لینے والی ہوا غلیظ رہتی  
 تھی اور منہ بالکل ڈھک جاتا تھا۔ شادی شدہ عورت کو برائی پہننا پڑتی  
 تھی۔ یہ خاص قسم کی کشمی نٹائی پٹی ہوتی تھی جس کا وزن چھ پاؤنڈ سے آٹھ  
 پاؤنڈ تک ہوتا تھا۔ اس کے استعمال سے ریڑھ کی ہڈی پر مضرت پڑتا تھا ایسی  
 طرح کا ایک اور روزی لباس مقرر کیا جاتا تھا۔ ان رسومات کی وجہ سے  
 سلاخوں میں انحطاط پیدا ہو گیا۔ چچوان پر کھار۔ شہوانی اور برائی کے ایسے  
 خاندانوں کو مورد زوال کر دیا جہاں ان کا استعمال ہوتا تھا۔ عورتیں ملک کی  
 معاشرتی اور سیاسی زندگی میں حصہ لینے سے محروم رہتی تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ  
 انڈیا میں ان لڑکیوں کی تعداد جنہوں نے ابتدائی مدرسوں کے آخری شعبوں  
 سے وہ بجا بل لڑکوں کے بہت ہی کم تھی۔ پھر یہ بلی ہوتا تھا کہ جب لڑکی  
 تیرہ یا چودہ برس کی ہو جاتی تو اس کے والدین نہ بڑستی مدرسہ سے اٹھنے  
 جاتے تھے اور گھر کے اندر انتہائی تنہائی میں ڈال دیتے تھے۔ مزید برآں  
 چچوان اور پٹیا پہننا شروع کر دیتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد لڑکیوں کے  
 خلاف ایک تحریک کا آغاز ہوا اور ہزاروں عورتوں نے منظر عام پر اپنے  
 نقاب پھینک دیئے اور نڈر آتش کر دیئے۔ ایک لگانے عورتوں کے لئے  
 ایسے روایا مقرر کیے جن کی وجہ سے وہ سیاسی جلسوں میں جاتے سے  
 محروم ہو جاتیں اور سوویت روس کا دستور اسامی نہ پڑھ سکیں۔ ایسی  
 طرح حسین نامی ایک ملازمہ اسکی بیوی نے یہ اعلان کیا کہ ان کو ابہام ہوا

ہے کہ اگر کوئی لڑکی سو شہسٹا اسکول کی کنگری تو وہ عذابا ابدی میں مبتلا کی جائے گی۔ بہر حال ان بدعتوں سے اب روہی کی مسلم خواتین کو نجات حاصل ہو گئی ہے اور وہ شاپراو آزاد اور ہر گھمزن ہیں۔

یورپ کا شاید ہی کوئی ایسا ملک ہو جہاں مسلمان نہ رہتے ہوں۔ البانیہ میں مسلمان حکمران

### یورپ کے مسلمان

رہے۔ یوگوسلاویہ، بلغاریہ اور رومانیہ میں مسلمانوں کی خاصی تعداد ہے۔ آسٹریا، ہنگری اور اطالیہ وغیرہ میں مسلم آبادی کے ان سبب ممالک میں مسلمان عورتیں عیسائی اور ہودی عورتوں کی طرح آزاد اور رہتی ہیں۔ عیسائی عورتیں۔ یہودیوں اور مسلمانوں میں باہمی شادیوں کی صورت میں۔ البانیہ کے مسلمان بادشاہ نے ایک عیسائی لڑکی سے شادی کی۔ البتہ بعض مذاہب پر عورتیں برفقہ کا استعمال کرتی ہیں۔

انگریزی راج نے ہندوستانی عورتوں کی آنکھیں کھولی اور تعلیم سے ان کو کچھ سبق حاصل ہوئے

### ہندوستان

تحریک آزادی کے ساتھ عورتیں بھی بیدار ہوئیں اور اپنی حالت کا جائزہ لیا۔ اس کام میں ہندو عورتوں نے سبقت کی۔ جس طرح مسلمان انگریزی تعلیم سے محروم رہے اور ہندو سے پیچھے ہو گئے اسی طرح ہندو عورتوں نے اپنی تعلیم سے محروم اور مسلم خواتین سے پیچھے رہ گئیں۔ علمی مشائخ اور تعلیمی سرگاہوں میں پہلے ہندو لڑکیوں کو دیکھا جاتا تھا۔ ایک زمانہ کے بعد مسلمان لڑکیوں کو دیکھا جانے لگا اور تعلیم کی طرف متوجہ ہوئیں۔ ان کا راج میں ملحقہ اور سب سے

کی بھراؤ کی گئی۔ یہ ہی وجہ ہے کہ وہ دنیا کی تمام عورتوں میں نہ یوں حال مستور  
کی جاتی ہیں۔ ان کی کوشش جاری ہے۔ اور دور العالی ان کو اپنا مستور  
جنس میں شامل کر کے رہیگا۔ ہندوستانی عورتوں کی کہانی دردناک اور  
قابل افسوس ہے۔

ایک ذی علم نے اپنی بہنوں کی حالت اس طرح بیان کی ہے :-  
ہندو عورت

”زمانہ ہائے قدیم سے تازہ پچھ انسانی میں عورتوں  
کی غلامی ایک فسادِ غم زبا ہے۔ دنیا کے ہر ملک نے کم و  
کم مخالفت عام کے ذریعہ تابع فرما رکھا ہے۔ مغربی مستورات  
نے بالآخر اپنی رسیاں توڑ ڈالیں۔ لیکن ہم مشرقی مستورات آج  
تک مختلف قسم کے شکنجوں میں جکڑی ہوئی ہیں اور ہماری  
زندگیاں زیادہ حد تک انہیں قیود و پابندیوں میں بسر

ہو رہی ہیں۔“

”اپنے مکان کی چار دیواری کے اندر بیرونی دنیا سے قطعی لاعلمی کی  
زندگی میں پرورش پاتے ہوئے ہندوستانی لڑکی اپنے باپ کی  
مملو کہ مستور ہو کر بیاہ میں دے دی جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ  
شوہر کی ملکیت ہو جاتی ہے اور اس کی تمام زندگی ذلیل اطاعت  
گزارہی میں بسر ہوتی ہے۔ بد قسمتی سے اگر بیوہ ہو جائے تو اپنی  
بیٹیوں کی فرما برداری میں اس کو سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔ مذہب  
قومیت اور جماعت نے کچھ قاعدے مقرر کر دیئے ہیں چھی کی

پابندی کرائی جاتی ہے کہ عورت محفوظ رہے گی اور اپنے شوہر کے خاندان کی خوشی اور فلاح کو قائم رکھے گی۔ اگر وہ اس معیار پرستے سے انحراف کرے تو بے دھرم ہو کہ برادری سے خارج کر دی جاتی ہے۔

”عام اس سے ہے کہ یہ فرانس مردوں نے سحر کے پورے ہی عورتوں نے ان کو سختی سے اجہا کر لیا انہوں نے اپنی زندگیوں کو بچا اور اطاعت میں گزار دی تھیں لہذا اپنی لڑکیوں کو ایسی آزاد دی نہیں دے سکتی تھیں جو خود ان کو نصیب نہیں ہوئی تھی چنانچہ فلان کے عام دستور کے مطابق پورے ہی عورتیں خاندانی اور جماعتی نظام کو سنبھالتی رہیں۔ نسل در نسل کی اس کو رائے اطاعت نے عورتوں پر اپنے اثرات کا نشان قائم کر دیا۔ اس کی قوت فہم ضائع ہو گئی اور وہ اسی میں خوش ہو گئی کہ اپنا ذمہ داری دوسروں کے سپرد کر دے۔“

”ایسے ماحول میں نشوونما پا کر اور جیسا کہ اس کے لئے اہل ذمہ کیا گیا تھا بند و ستانی عورتا رفتہ رفتہ اپنے آقا کی تقویٰ پرورد ہو گئی۔ وہ آزاد خیالی کی فرو نہیں رہی۔ بلکہ اپنی زندگی میں اسی نسبت سے اعتراف کر سکتی تھی جس طرح اس کا آقا چاہتا۔“

”لیکن دنیا جا رہا ہے۔ گزشتہ نسل کی عورتا کے بجائے اب ایک مختلف نسل جگہ مائل کر رہی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ



موجودہ عورت سرکش ہے۔ چکو تعجب ہے کہ آیا یہ بات صحیح  
 بھی ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو عورت کے لئے عمدہ وجود ہے کہ وہ  
 قدرتی نتیجہ کے بطور اپنی نسل و نسل کے استبداد کا جارحانہ مقابلہ  
 کرے۔ آزاد و سچی کا پہلا ڈانٹہ نشہ آور ہے۔ اور انسانی تاریخ  
 میں منہر و ستانی عورت کے لئے یہ پہلا موقع ہے کہ وہ اس نشہ  
 کی فرحتوں کا تجربہ کر رہی ہے۔ اگر کچھ دیر کے لئے اس کا توار  
 جاتا بھی رہے تو یہ محض وقتی معاملہ ہو گا کیونکہ وہ اپنے توازن کو  
 پھر حاصل کر لے گی اور اس مضبوطی سے اپنے قدم زمین پر  
 جملے گی کہ ایسے کبھی نہیں جھے گئے۔

تاریخی سوچوہ منزل پر تھکن ہنوز مردانہ امور  
 میں عورتوں سے باور چا خانہ کی جگہ اس لئے ترک کرانی گئی ہے کہ  
 وہ جماعت کی ایک آراستہ فرد ہو جائے لیکن وہ ہمیشہ کے لئے  
 محض آراستگی کی مملکت میں پس پشت نہیں ڈالی جاسکتی وہ تمدن  
 کے لئے اتنی ہی ضروری ہے جتنا کہ مرد۔ نہ صرف اس کو مرد کے  
 حصول معاش کے اجارے میں بلکہ مرد کے اجارہ تمدن میں بھی  
 فرد آزما ہونا چاہئے۔ فی الحقیقت ایسا کوئی تمدن ہو ہی نہیں  
 سکتا جس میں مرد اور عورت برابر کے شریک نہ ہوں۔  
 اگر ہم مستورات صحیح معنوں میں ہمارے قوم ہونا چاہیں تو  
 ہم کو اپنے و مانع اور ہام و مصعب سے آزاد کرنا لازمی ہے۔

میں کہ مردوں کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنا ضروری ہے۔  
 کو چاہئے کہ اتحاد و تعاون اور اعتماد کے ساتھ زندگی کے  
 ہر شعبہ میں برابر ہی کے ساتھ اپنا نام لکھنا چاہئے۔ صرف اس طرح  
 ہم اتحاد و برتری حاصل کر سکیں گے اور اپنے آپ کو مساوی قوم  
 کے بنانے کے مستحق ہوں گے۔

ایک سو پندرہ کی

حکومت کا سرطانیہ ہندو عورتوں کے ایک جلسہ عام میں کہا گیا ہے۔

”سا اہا سماں تک مرد آزاد ہی کے لئے لڑتے رہے اور  
 ناکامیاب ہوئے۔ مرد گول میز کانفرنس میں گئے اور جو اسے  
 حصول آزادی کے اکتیوں کے ذریعے سوالات پیدا کر دیے۔  
 مردوں نے ہمیشہ انتہائی خود غرضی چاہی ہے جس کی وجہ سے ملک  
 و حسد پیدا ہو گیا۔ اگر عورتوں کی قوت منظم ہو کر کام میں لائی  
 جائے تو کل دنیا دوسری شکل میں تبدیل ہو جائے گی۔“  
 ”مردوں میں ایسی شدید رقابتیں ہیں جن کی وجہ سے ملک کو  
 سوائے تکلیف و پریشانی کے اور کوئی حاصل نہیں ہوا۔ چونکہ  
 ہندوستانی عورتوں کو غلام رکھا گیا اور مردوں کے اندر مقید  
 کیا گیا اس لئے وہ وہ کام نہیں کر سکتیں جو دنیا میں ان کی اور  
 بہنوں سے کیے ہیں۔“

”عورتوں کے یہ اعلان بھی کیا کہ اگر ایک ہندوہ ان کے حوالہ

کر دیا جائے تو وہ مردوں سے بہتر حکومت کرے گی اور کہا جائے گی

سپاہی سپہ  
کا فرط العجب

مرد اس کی ہندو عورتوں کے جلسہ میں یہ کہا گیا کہ وہ

اس کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ عورتوں کو سپاہیوں

میں کیوں نہ بھرتی کیا جائے اور ملکدار کی فریادیں ہیں ان کو

مردوں کے برابر کیوں نہ جگہ دیا جائے۔ نہایت کا عام حجاب

اکثر ممالک کو مجبور کر رہا ہے کہ وہ اس طرف قدم اٹھائیں کوئی

خاص اعتراض بھی ایسا نظر نہیں آتا کہ اس سنجیدہ کو کیوں نہ سروس

بنایا جائے

چنانچہ جلسہ نے یہ قرارداد بالائے اتفاق منظور کیا کہ

مرد اس میں عورتوں کو سپاہیوں میں بھرتی کیا جائے اور منظم

طریق سے ترقی دیا جائے

سال از و راجی

اور وراثت ہندو عورتوں کے ایک جلسہ عام میں یہ مطالبات

کئے گئے۔

۱۔ شادی اور وراثت کے معاملہ میں عورتوں اور مردوں کو

ساوی حقوق حاصل ہونا چاہئے۔ ایسے قانون کی ضرورت ہے

کہ مرد صرف ایک عورت سے شادی کرے۔ اور ایک سوزاند

عورتیں رکھنے کا دستور منسوخ کیا جائے

” ہندو عورت کو یہ حق قانوناً دیا جائے کہ وہ خلع کر سکے“  
 ” ہندو عورتوں کو یہ بھی حق عطا کیا جائے کہ وہ مختلف ذاتوں  
 میں شادیاں کر سکیں۔“

” ایک قرار داد کے ذریعہ حکومتوں اور ایوان ہائے قانون  
 سائز پم عورتوں کے لیے یہ نذر بھی دیا کہ وہ فوراً ایسا قانون بنائیں  
 جس کی نذر سے ہندوؤں کے مشاہدوں اور دیگر مقامات مقدس  
 پر لڑکیوں اور عورتوں کو وقفہ کیلئے پابندی عطا کرنے  
 کا دستور منسوخ قرار دیا جائے۔“

پاکستان کی عورتیں  
 بھارت کے ایک وزیر اعلیٰ نے اپنی تقریر میں کہا۔

” اگر حکومت کو اختیار ہو تو میں لڑکیوں کے بارے میں ہندوؤں کے  
 ان میں لڑکیوں کو داخل کر دیتا۔ تاہم تاہم عورتیں طاقتور نہ ہوں  
 مرد پر گزرتا طاقتور نہیں ہو سکتے۔ راجپوتوں کی وجہ سے بہادر  
 ہو سکتے ہیں کہ راجپوت عورتیں راجپوت مردوں سے زیادہ  
 بہادر عورتی ہیں۔ تعلیم یافتہ عورتوں کو چاہیے کہ موافقت  
 میں آباد ہو جائیں اور وہاں عورتوں کی ترقی میں کوشش کریں۔“  
 ” جہانگیری کی عہد نامی اعظم لکھتی بائی کا نام اور یادگار ان  
 ایام کی یاد دلاتی ہے جو انیسویں صدی کا آخری نصف تھا۔  
 لکھنے کی حالت بلاشبہ بہتر لڑکی تھی۔ بائیں ہمہ مدافعت کا ہوش



زیدہ تھا اور عورتوں کی جماعت مستقل ہو کر مکمل جماعت  
 اور فریادیں اور عیسیٰ لازمی طور پر تبدیلی نہیں ہوئی تھی یہ پڑائی  
 بلا لحاظ تاریخ بار پچ میں درختوں میں اور اپنے بعد سوائے  
 غیر فانی شہرت و نامور عیسیٰ کے اور کچھ نہیں چھوڑا۔ اس کی یہ  
 مثال آئندہ نسلوں کی زندگیوں کو مزید قریبوں کا ستی و تہی  
 رہے گی۔

تبدیلی عورتوں کا پر  
 منحصراً ہے  
 وہی ستی و تہی کی ایک کے جلسہ میں ایک ہندو خاتون

نے کہا :-

اوپر ان قانون ساز کی جماعت میں منتخب اور شاہی ہو کر  
 میں اپنے آپ کو ایک نئے اصول میں پاتی ہوں ہندوستان کا  
 مستقل ہندوستانی عورتوں سے لازمی طور پر وابستہ ہے اور  
 ان کی کامیابی اس جرأت و لیاقت پر منحصر ہے جس سے  
 عورتیں معاشرہ پیچیدگیوں کا مقابلہ کر سکیں عورتوں کی ترقی  
 اور حفظ حقوق کے لئے قانون وضع ہونا چاہئے۔ عورتیں  
 ان مردوں کی مشکور ہونگی جو ان کے مسائل کی تائید کریں گے۔  
 ہندوستانی عورتوں کا یہ کام بھی ہے کہ وہ کانگریس کی پارٹی  
 پر زور ڈالیں کہ وہ ایسا قانون بنا سکے جس سے ہندوستانی  
 عورتوں کو فائدہ حاصل ہو۔

مہر چکن جماعت ہر چکن کے ایک جلسہ میں یہ فیصلہ کیا گیا :-  
 لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی اٹھارہ اور چودہ سال  
 کی عمر سے پہلے نہیں کی جائے گی۔ اور مہر چکن عورتیں گھاس  
 پیچھے کھائے بازاروں کو نہیں بھیجی جائیں گی۔ مردوں کو  
 آدھ سماج میں داخل ہو جانا چاہئے وہاں ان کو چھوٹیں  
 گئے اور وہ بہ بہن ہو سکتے گئے۔

لڑکیوں کی تعلیم  
 کو ترجیح  
 دینا عورتوں کی جماعت تعلیمی کی رپورٹ لڑکیوں  
 کی ابتدائی تعلیم کے متعلق یہ لکھی :-

اس کمیٹی کی یہ رائے ہے کہ ابتدائی تعلیم میں لڑکیوں کا  
 تناسب بہت زیادہ بڑھا دیا جائے کیونکہ وہ تمام کوششیں  
 تعلیم کی اشاعت کے لئے کی جائیں سب سے پہلے لڑکیوں کی توجیہ  
 و بہانی علاقوں میں لڑکیوں کی تعلیم میں نمایاں ترقی نہ ہو۔  
 کمیٹی اسٹے پر بھی تجویز پیش کی کہ جب تک لڑکیوں کا تناسب  
 لڑکوں کے قریب قریب برابر نہ ہو جائے لڑکیوں کی تعلیمی ترقی  
 کی آئندہ رتجاویز ملتوی رکھ کر لڑکیوں کی ابتدائی تعلیم کے  
 اضافہ میں تمام کوششیں صرف کی جائیں۔ جہاں کہیں لڑکیوں اور  
 لڑکیوں کی تعلیم کے لئے روپیہ کی کمی ہو تو سرکاری روپیہ لڑکیوں

کی تعلیم پر خرچہ کیا جائے؟  
 مشترکہ تعلیم کے متعلق کمیٹی نے یہ ظاہر کیا کہ اس کی وجہ  
 یہ نہیں ہے کہ لڑکوں کی تعلیم کو توجہ دیا جاتی ہے بلکہ لڑکیوں کے  
 لئے مدرسوں کی کمی ہے۔ اس کا ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ عمارت

اور سامان میں بحیثیت ہوتی ہے۔ لہذا جملہ دیہاتی علاقوں میں  
 ابتدائی تعلیم مشترکہ ہونا چاہئے۔ لیکن اگر تعداد کثیر ہو جائے  
 تو جداگانہ مدرسے قائم کر دیئے جائیں۔ پس ماڈرن علاقوں

میں مشترکہ تعلیم کے مدارس میں صرف عورتیں معلم مقرر کیا جائیں  
 کمیٹی نے مزید سفارش کی کہ لڑکیوں کے ابتدائی مدارس  
 میں صرف عورتیں معلم مقرر کی جائیں۔ لڑکوں کے مدرسوں میں

بچوں کی تعلیم بھی عورتوں کے سپرد ہونا چاہئے۔ مشترکہ مدارس یا  
 لڑکوں کے مدرسوں میں کم از کم دو عورتیں معلم رکھی جائیں۔ بعض  
 دیہاتی رقبوں میں مرکز مدارس اس طرح قائم کیے جاویں کہ معلم

عورتوں کے لئے مکانات بنوادیئے جاویں اور قریب کے  
 مواعظات سے لڑکیوں کے لئے اور لے جانے کی سہولتیں ہم  
 پہنچائی جائیں۔ خاص کوشش یہ کرنی چاہئے کہ دیہاتی لڑکیوں  
 کو تعلیم کی تربیت دسی جائے تاکہ وہ اپنے مواعظات میں واپس  
 جا کر تعلیم دیا کریں۔

دیہاتی علاقوں میں معلم عورتوں کی تربیت کے لئے مرکزی

ہمارے اور مکانات ہسپتال کے چائے چہاں ان کو تعلیم دینا سکھایا  
جائے اور ایسی عورتوں کو وظیفہ بھی دیا جائے۔

” زیادہ سے زیادہ چالیس طالب علم فی معلم کے حساب  
سے داخل ہونا چاہئے اور سال میں دو مرتبہ سے زیادہ امتحانوں  
پر داخلہ نہ کیا جائے اور پانچ سال سے کم عمر کا بچہ مدرسہ میں داخل  
نہ کیا جائے۔“

” جبریتہ تعلیم کے متعلق کمیٹی نے یہ ظاہر کیا کہ اسی مسئلہ میں صرف  
مفسی سدرہ ہے۔ یہ ہی تعداد ایسے بچوں کی ہے جو اس وجہ  
سے مدرسے نہیں جاسکتے کہ وہ اپنی حیثیت اور وجود خاندان  
کے لئے کچھ پیدا کرنے لگتے ہیں۔ کچھ حصہ آبادی کا ایسا ہے جو  
جبریتہ بیروں ہے۔ ان کو مدارس میں داخل کرنے کا واحد  
طریقہ یہ ہے کہ نہ صرف بچوں کو کھانا کپڑا دینا ہو گا بلکہ ان کے  
والدین کے لئے وظیفہ بھی مقرر کرنا پڑے گا۔“

” تا وقتیکہ تعلیم میں لڑکیاں لڑکوں کے برابر نہ ہو جائیں تو  
بسا ضروری ہے کہ کسی حد تک جبر استعمال کیا جائے۔ طریقہ جبر کا یہ  
ہونا چاہئے کہ نہ صرف داخلہ پر بلکہ روزانہ حاضری پر زور دیا جائے  
کسی تجویز جبر میں لڑکیوں کو ہرگز نظر انداز نہ کیا جائے کیونکہ اس پر  
غور کر لیا گیا ہے کہ لڑکیوں کا مدارس میں داخل کیا جانا لڑکوں  
کے داخلہ کے جانے سے کہیں زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔“



## پارٹہ مسلم خاتون

کابینہ ان ایک معزز ذہنی علم اور پارٹہ مسلم خاتون نے یہ کہا کہ۔

”گزشتہ صدی کے دوران میں عورتوں کی حالت قطعی طور پر تبدیل ہو گئی ہے۔ ایک طرز جدید یعنی انسانی مساوات کا اعتراف کر لیا ہے اور مساوات کو خلقی اختلاف کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت دی ہے۔ مغربی یورپ کے چند ممالک نیز امریکہ اور روس میں محور تولد کی ایک ایسی نس وجود میں آئی ہے جن کو قدیم ”مردانہ درجہ“ اور ”زنانہ درجہ“ کی تفریق

سے قطعی لاعلمی حاصل ہو چکی ہے۔“  
 ”انگلستان نے اپنی پرانی چال کے مطابق سب سے پہلے انتخاب میں صرف ایک عورت کو پارلیامنٹ کے لئے منتخب کیے جانے کی اجازت دی۔ عورت کا انتخاب عمل میں آیا لیکن اُس نے غیر سوز و نیست کی بنا پر پارلیامنٹ میں بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد سے پارلیامنٹ میں عورتوں نے جو کام کیے وہ قابل تحسین ہیں۔“

”یہ تبدیلی ہونے والے مشرق پر اس سرعت سے ہو رہی ہے  
 واقع ہو رہی ہیں جو اہل مغرب کے خیال و گمان سے بہرہ ور ہیں  
 کل پر عظیم الشان عورتوں کے مدارج کی نسبت سخت انقلاب  
 واقع ہو رہا ہے۔ یہ سب کچھ تحریک معریت جنگ ویتنام کے

”نہایت اور سو و بیٹا سو کی پالیسی کی کامیابی کے اثرات ہیں۔  
چنانچہ قدیم رو کا وہیں دور کر کے عورتوں کی مکمل برابری کے  
اصول پر عمل کیا جا رہا ہے۔“

”خود ہندوستان نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ ہندوستانی مرد  
اب ان خیالات قدیم سے بہت دور گریز کر گئے ہیں جو یہ کہا کرتے  
تھے کہ ”عورتوں کو تعلیم دینا ایسا ہے گویا بندہ رکے ہاتھ میں  
”پھر کا و پیری“ اب صاف نظر آ رہا ہے کہ کئی پابندیوں اور  
کچھ ترقی کے دن جا رہے ہیں۔“

”نئے دستور کے مطابق ہندوستان کے عورتوں کو ایوان  
رہے تھانوں سارے کے لیے انتخاب کی یہ خصوصیت تھی کہ عورتیں  
نہ صرف اپنی معینہ نشستوں کے انتخاب کے لئے کھڑی ہو سکیں  
بلکہ عام نشستوں کے انتخاب میں مردوں کا بھی مقابلہ کیا۔ سب  
عورتوں میں عورتوں نے اپنی حق رائے و ہند کی نہایت وسعت  
سے استعمال کیا۔ ان انتخابات نے ہندوستانی عورتوں کی تحریک  
پر بہت گہرا اثر کیا جو برابر ترقی کرتا رہے گا۔ یہ بات بھی قابل  
توجہ ہے کہ ہندوستان میں یہاں دستور کا حکومت سب  
سے آخر میں تعین ہوئی اور ان بارے قانون سارے میں عورتوں  
کی تعداد سو کے امریکہ کے سب سے زیادہ ہے حالانکہ یہاں  
وہ ملک تھا جو عورتوں کے معاملہ میں سب سے پہلے خیال

کیا جاتا تھا۔ انتخابات نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ ان عورتوں کی  
 تعداد جنہوں نے ہندوستان میں حق رائے و عہدگی استعمال  
 کیا برطانوی انتخابات کے مقابلہ میں نسبتاً کہیں زیادہ تھی۔  
 ” اب ہندوستانی مستورات وزارت، نائب صدر ارت  
 اسپیکر۔ پارلیا منٹ میں سکرٹری۔ گورنری۔ اور سفارت  
 جیسے جلیل القدر عہدوں پر ممتاز ہوئی ہیں۔ ہندوستانی عورتوں  
 کی یہ ترقی ایران ہائے قانون ساز کے میدان اور ملک کے  
 ارتقار کے لئے بہت بڑی چیز ہے ہندوستان جیسے وسیع  
 ملک میں جہاں مختلف اقوام و مذاہب اور جہاں مختلف  
 تمدن اور زبانیں موجود ہیں اگر کئی عورتیں ایک ہی ایران میں  
 پوچھیں تو کہیں زیادہ کارآمد ثابت ہوتیں اور مستقل کے لئے  
 کچھ حاصل بھی کر سکتیں۔ سیاست میں عورتوں کا عملی اقدام  
 یہ معنی رکھتا ہے کہ بلا لحاظ جنس عورت کی مشقت اور اس  
 کی اجرت مرد کے مساوی ہونا چاہئے۔ ضرورت ہے کہ زہلی  
 کے لئے مناسب قانون وضع کیا جائے۔ کم سنی کی شادی ممنوع  
 کی جائے۔ غیر اخلاقی تجارت سدود کی جائے۔ بیوہ کے حقوق  
 عورتوں کی وراثت اور لڑکیوں کی تعلیم جیسے مسائل پر غامس توجہ  
 سے کام لیا جائے۔ ہم کو اپنا کام اپنے ملک اور اپنی جنس  
 کی خاطر نافرہن ہے۔“

مسلمان عورتوں نے ایک جلسہ عام میں یہ  
 کے مطالبات کے مطابق

اسی مجلس میں یہ بھی قرار پایا کہ بیٹیوں - بیویوں -  
 بہنوں اور ماؤں کو شخص رواج کی بنا پر ان کے جائز و ناجائز  
 سے محروم رکھنا مسلمان عورتوں کے حقوق پر ویدہ و واد  
 دست اندازی کرنا ہے۔ ایوان قانونی کے مسلم ممبران کو  
 بتایا جاتا ہے کہ وہ اس بات کی بہترین کوشش کریں کہ  
 مسلمانوں کی کوئی جماعت یا فرقہ مجاز نہ ہو سکے کہ وہ  
 اپنی عورتوں کو ان کے حصہ وراثت سے کسی طرح بھی  
 محروم کر سکے۔

اس رواج کے خلاف جو مسلمانوں کی شادیوں  
 کے موقع پر چہرہ دیا اور رطلب کیا جاتا ہے۔ اس جلسہ میں  
 پر نہ وراحتجاج کیا گیا۔ اور جملہ بھی خواہاں اسلام پر  
 نہ وریا گیا کہ وہ اس تباہ کن دستور سے باز آئیں اور  
 جماعت قانون ساز اس کے متعلق قدم اٹھائے۔

اس اجلاس نے مسلمانوں کی شادیوں میں فضول  
 خرچیوں کے رجحان کی بابت اظہار تاسف کیا اور یہ تجویز  
 کیا کہ تحفیت اخراجات کے لئے قدم اٹھائے جائیں کہ وہ  
 کم سے کم ہوا کریں تاکہ قوم مقروض ہونے سے محفوظ رہے۔



اس جلسہ نے ان تمام والدین سے جو ایسے اخراجات کریں  
یہ استدعا کی کہ وہ دو لحاظ و اہن کے لئے معقول انتظام  
کرنے کے بعد خود و نمائش میں اپنی دولت منافع نہ لیا کریں  
” اسی جلسہ میں یہ قرار داد بالاتفاق منظور کی گئی تھی

مسلمان عورتوں میں جو پردے کا رواج ہے اور جس کا  
اسلام نے ہرگز حکم نہیں دیا ہے وہ ان کی صحت کے لئے  
نقصان رساں ہے اور ان کی معمولی اور عام نقل و حرکت  
میں مانع آتا ہے لہذا یہ دستور مسترد کر دیا جائے البتہ وہ  
ستر پوشی جس کے متعلق اسلام حکم دیتا ہے قائم رکھی جائے

خاتون پاکستان

کابینہ ایک سوز خاتون پاکستان نے یہ ارشاد کیا :-

پاکستانی عورتوں کے وہ حقوق جو مذہب اسلام نے  
صدر یوں پہلے عطا کئے تھے۔ آج اُن کے ملک میں از سر  
نوشتو و نما پار ہے ہیں۔ برطانوی دولت مشترکہ کی لیک  
کو جو کھینچتا عورتوں کے لئے بنی ہے خاتون مومنوں نے  
بتایا کہ پاکستانی عورتوں نے جاہلیت کے بند قوم کے  
آڑے وقت پر توڑ ڈالے اور اب وہ پاکستان حکومت  
کی بہتری اور ترقی کے لئے روز افزوں سرگرم خدمت  
رہیں گی۔ انہوں نے کہا کہ پنجاب نے عورتوں کے کام میں

رکاوٹ نہیں ڈالی۔ جب لاکھوں پناہ گزین پاکستان میں  
 درز آئے تو ہزار ہا عورتیں ان کی امداد اور پناہ دہی  
 کے لئے باہر نکل آئیں۔“

” اس معاملہ کی اہمیت نے پاکستانی عورتوں کو اس  
 حقیقت سے آشنا کر دیا۔ اور قومی ضرورت میں وہ اپنا  
 پورا حصہ لینے کے لئے پیش پیش ہو گئیں۔ پاکستانی مستورا  
 کی حب الوطنی بے غرض خدمت اور پناہ گزینوں کی عالی  
 ہمتی تھی جس کی وجہ سے حکومت نے اس دشوار زمانہ کو  
 سنبھال لیا۔ وہ عالی ہمتی جو اس وقت ہر کس و ناکس میں  
 موجود تھی اس سے توقع ہے کہ پاکستان دنیا کی بڑی طاقتوں  
 میں شمار کیا جائے گا۔ پاکستانی عورتوں نے اپنا قومی دستہ  
 فوج بھی بنا لیا ہے۔ اب پاکستانی پارلیامنٹ میں عورتیں  
 پہنچ گئی ہیں اور بین الاقوامی مجالس میں بھی ان کی  
 نمائندگی ہو گئی ہے۔ پاکستانی عورتوں کا یہ کمترین خدمت  
 تھا جو وہ بابائے ملت کا بڑا اعظم کے لئے انجام دے سکتی  
 جو ہمیشہ اس بات پر زور دیتے رہے کہ سیاست اور معاشرہ  
 جنگ آزادی کے لئے جس بنا پر یہ حکومت قائم ہوئی  
 عورتوں کو کیا کیا اہم خدمات انجام دینی ہونگی۔“

خواتین اسحاق علیہ مسلمانوں میں فرقہ پرستوں اور عیسائیوں کے خلاف

اس کے موجودہ سرگروہ نہرہائیس آغاخان ہیں۔ عورتوں کی ترقی اور  
 بہبودی کے لئے آغاخان کی تدابیر معقولیت پر مبنی ہیں اور نبی اکرمؐ کی تعلیم  
 ان کے واسطے پس منظر ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ رسول اللہؐ نے عورتوں  
 اور مردوں کے مابین تمام جائزہ آزادی اور جائز مساوات و ترقی کے  
 لئے ہمیشہ افزائی فرمائی۔ نبی اکرمؐ کی تعلیم پاک کے مطابق اعمال اخلاقی  
 تعلیمات اور اللہ کی نمازوں کی ذمہ داری مردوں اور عورتوں کے  
 لئے بالکل یکساں اور برابر ہے۔

فرقہ اسماعیلیہ میں عورتیں اقتصادی طور پر مردوں کی دست نگر  
 نہیں ہوتیں۔ مختلف قرابت داروں کی جائداد میں مناسب حصہ بطور وراثت  
 ان کو ملتا ہے۔ عورت کی جائداد شوہر کی ملکیت نہیں ہوتی اپنی جماعت  
 کے مرد کے ساتھ برابر کی شریک ہوتی ہے اور ہر لحاظ سے وہ مرد کے  
 اخلاقی اور روحانی برابر ہے۔

آغاخان کے بقول عورت کا پردہ اور علیحدگی محض مشرقی رسوم  
 ہیں جو اسلام میں داخل ہو گئے ان کا کوئی تعلق تعلیم اسلامی سے نہیں ہے  
 حالانکہ یہ رسوم اس جماعتی طرز کا جزو ہو گئے ہیں جو مسلمانوں نے اپنے  
 ہمسایہ ممالک ایہ ان۔ برٹشیم اور مصر سے حاصل کیا۔ اسماعیلیہ عورتیں  
 نہیں جانتیں کہ پردہ اور تنہائی کیا چیز ہوتی ہے۔ وہ مردوں کے جماعتی  
 کاموں اور جلسوں میں شریک ہوتی ہیں۔ وہ مردوں کے ساتھ جماعت  
 خانوں میں نمازیں بالکل اسی طرح ادا کرتی ہیں جس طرح نبی اکرمؐ کے

زمانہ میں و نیز حضور کے بعد ایک زمانہ تک ان کے جانشینوں کے عہد میں اور ابھرا کرتی تھیں۔

آغا خاں کا عقیدہ ہے کہ اپنے مریدوں میں تعلیم کی بہت اہمیت افراہی اور مردوں و عورتوں میں مساوات قائم کرنے میں انہوں نے اپنے مورثا اعلیٰ کے پیغام کی تمہیل کی ہے۔ ایسے زمانہ میں جب کہ دیگر فرقوں کی مسلم خواتین پر دسے اور تنہائی کو پاکرامنی اور کارہ ثواب سمجھتا ہے جب کہ ان کا مرکز عمل گھر کا چولہا ہے اور ان کے مکانات کی چہارہ دیوار یاں ان کا مفاد ہے۔ اسماعیلیہ مستورات مدرسوں اور کالجوں اور علمی دستگاہوں کے ہر شعبہ میں تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ ان کو فرسٹا ایڈ۔ ٹریننگ کھانے پکانے اور دیگر امور خانگی کی ضروری باتوں کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان کے اپنے کلب۔ سوسائٹیاں۔ کتب خانے اور جماعتیں ہوتی ہیں جہاں سے دو کروڑ اسماعیلیوں کے بڑے حصہ کو علم و ہنر کی واضح روشنی پہنچتی ہے۔ نوجوانوں میں گہرا لگاؤ کی تحریک بھی جا رہی ہے۔ ایسے مقامات پر جہاں ان کی تعداد اجانتا دہی ہے انہوں نے اپنے فوجی دستے بھی قائم کر لیے ہیں۔ وہ خانگی معاملات اور تقریبات میں حصہ لیتی ہیں۔ جلسوں کی صدارت کرتی ہیں۔ اکثر عورتیں ڈاکٹری پیشہ کرتی ہیں اور اکثر مدرسوں اور کالجوں میں معلمی کے فرائض انجام دیتی ہیں۔

مغربی عورت پر دسے سے آزاد ہو کر ترقی کی منزلیں  
مشرق و مشرق طے کر رہی ہے۔ وہ زندگی کے ہر شعبہ میں مرد کے



دوش بدوش چلنے میں کوشاں ہے۔ اگر مردوں کی جماعت نے قطب شمالی اور قطب جنوبی کی جگہوں میں جایش گنوا کر معلومات حاصل کیں تو عورت نے بھی اپنی جان ہتھی پر رکھ کر ریگستان سہارا اور عرب کے رعب النحالی کے اسرار معلوم ہی کر لئے۔ مسٹر روز ٹیا فورس وہ جانناز و دلیر انگریزی عورت گذری ہے جو نخلستان کنارہ کے اسرار معلوم کرنے میں کامیاب ہوئی۔ نخلستان کنارہ کے سفر میں اس عورت کو کسی کسی دن و رات ایسے گذرے جس میں کھانا اور سونا نصیب نہیں ہوا۔ ساتھ دن متواتر پانی پیر نہیں ہوا۔ اس کو جاسوسوں نے گھیرا اور ویسی لوگوں نے اس پر تیرسائے طوفان گرد و ماد کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اس کا رہبر غدار ہو کر باغی ہو گیا جس کی وجہ سے اس کو جان کے لالے پڑ گئے۔ غارتگروں کے حملہ سے بال بال بچی۔ ان تمام خضرات کا مقابلہ کر کے اس نے نخلستان کنارہ کے اسرار معلوم ہی کر لئے اور یہ بات اپنی قوم اور ملک پر ثابت کر دی کہ جہاں مرد کامیاب نہ ہو سکیں وہاں ہو سکتا ہے کہ عورت کامیابی حاصل کرے۔

گر ٹر وڈ ہیل بھی ایک تجربہ کار ساح عورت ثابت ہوئی ہے اس نے عرب کے ریگستان رعب النحالی میں جو معلومات حاصل کیں وہ انگریزوں کے لئے اول جنگ دنیا میں بے حد کار آمد ہوئیں۔

فریبا اسٹارک وہ عورت تھی جس نے شمالی ایران کے غیر تحقیق شدہ علاقوں میں سفر کے اور قابل فخر معلومات کا ذخیرہ فراہم کیا اس عورت نے رعب النحالی اور جنوبی عرب کے ساحلی علاقہ حضرموت میں تحقیقات کیں۔ یہاں اس نے متعدد اشارات کا پتہ لگایا۔

ہیٹ پر چڑھنے والی سب سے پہلی عورت سیدم اینجوائیل تھی وہ  
 ۱۸۲۸ء میں انٹ بلانک پر نپدرہ ہزار سات سو بیاسی فیٹ چڑھی  
 تھی۔ سب سے چھوٹی عمر والی ہیٹ پر چڑھنے والی نے جو کمال کیا وہ مس  
 بیلا ولکنسن تھی جو گیارہ سال کی عمر میں ہیٹ کی چوٹی پر چڑھ گئی تھی۔  
 مغربی ورتھین نے کراکوریوم (قرقرم) کی مہات میں ۱۱-۱۲ء میں حصہ  
 لیا اور توں کون کی چوٹی پر بائیس ہزار تین سو فیٹ چڑھی۔

مغربی عورتیں ایسی مشہور و معروف گذری ہیں جنہوں نے جبل  
 خانوں کی اصلاح میں زندگی وقت کر دی اور بالآخر شاندار کامیابی حاصل کی  
 صنعت و حرفت کے کاموں میں مغربی عورت مردوں سے پیچھے رہ  
 جانے والی نہیں و شکار کی اس کا فطرۃ حصہ ہے۔ علم طبیعیات و علم کیمیا  
 میں مغربی عورت نے خاص نام پیدا کیا اور وہ علم کے ہر شعبہ میں اپنی فضیلت  
 برقرار رکھے ہے۔ ڈاکٹری اور معلمی اس کا خاص پیشہ ہے۔ تصنیف و  
 تالیف کی مالک ہے رسائل و اخباری مضامین میں مردوں کی شریک کار  
 ہے۔ خدمات جنگ میں بھی حصہ دار ہے۔

سیاسیات میں مغربی عورت نے نائنڈگی حاصل کر لی ہے وہ مقامی  
 اور مرکزی حکومتوں میں پہنچ گئی ہے و قاتر سرکاری سے لیکر اعلیٰ ملازمتوں  
 تک خدمات انجام دیتی ہے۔ عملاً اُس نے مردوں کے برابر حقوق حاصل  
 کر لئے ہیں۔ تاہم اس کو احساس ہے کہ بہت سی صورتوں میں مردوں نے  
 اپنی اجارہ داری قائم رکھی ہے۔ ان خامیوں کو پورا کرنے کے لئے مغربی

عورت سکون و ہوشمندی سے آگے بڑھ رہی ہے۔

ازدواجی مسائل میں مغرب کی عورت خاص حقوق رکھتی ہے اس کو انتخاب شوہر کا پورا اختیار حاصل ہوتا ہے جہیز یا مال و دولت اس کی شادی میں سدراہ نہیں ہو سکتے۔

گھریلو زندگی میں مغربی عورت اپنے شوہر اور بچوں کی تسکین و ترقی کا ذریعہ ہوتی ہے وہ شوہر کی بہترین انیس و رفیق ہوتی ہے۔ بچوں کی تربیت اس کا اہم فرض ہوتا ہے ان کی صفائی اور صحت جسمانی کو مد نظر رکھتے ہوئے وہ اپنے بچوں کو ضروری باتوں سے واقف اور آگاہ کرتی رہتی ہے۔ اوقات معینہ پر بچوں کو سمراہ لے کر باہر نکلتی ہے۔ تازہ پھل اور روشنی پونچانے کے علاوہ بچوں کو ابتدائی جغرافیہ تعلیم بھی دیتی جاتی ہے۔

مشرقی عورتیں ابھی پردے اور قید مکان سے نجات نہیں حاصل کر سکی ہیں۔ ان میں تعلیم و تربیت کا فقدان ہے۔ ان کی ترقی صرف چند شہری عورتوں تک محدود ہے۔ زیادہ آبادی مواضعات میں ہے جو قطعی جاہل رہتی ہیں۔ قید و پردے سے آزاد ہو کر بھی ان کو دنیا کے بیرونی کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔

ہندوستانی اور پاکستانی عورت کی زندگی سب سے زیادہ محکومی اور غلامی میں بسر ہوتی ہے۔ ہندوستان کی شہری عورتوں نے ترقی کی عمر اور تعلیم یافتہ طبقہ تعلیم نسواں کا حامی ہو ہے ہندوستانی عورت کو پاکستانی

عورت پر اس وجہ سے سبقت حاصل ہوگی کہ اول الذکر نے حصول تعلیم میں پیش قدمی کی اور مسلمان عورتوں کو اس سے ممنوع رکھا گیا۔ ہندو قوم میں عورت کا درجہ سب سے زیادہ کم رہا ہے۔ لیکن اب ہندو عورت کی بیداری اور ترقی حیرت انگیز ہے۔ اس نے گورنری اور سفارت جیسے اہم عہدوں کو کامیابی کے ساتھ نبھایا ہے وہ ایوان ہائے قانون ساز میں داخل ہوئی ہے۔ اس نے فوج اور پولیس میں نمائندگی حاصل کر لی ہے۔ ہوائی جہازوں کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے وہ اپنے آپ کو پیش کر چکی ہے۔ مختلف فوجی خدمات کیلئے اس کا دلورہ قابل رشک اور اصلاحی کاموں میں اس کی پیش کش قابل تحسین ہے۔ سیاسیات میں مردوں کے دوش بدوش چل رہی ہے۔ اگرچہ ہندوستانی عورت ہر شعبہ میں ترقی کرتی نظر آئے گی لیکن اس کی بیشتر تعداد ہنوز پرست اور قید مکان کی مشکلات میں الجھی ہوئی ہے کثیر آبادی دیہاتی عورتوں کی ہے جو بالکل جاہل ہیں اس لئے ان کی ترقی ان کے واجباً حصہ سے انتہائی کم ہے۔ ہندوستان میں ابھی ایسے ہندو موجود ہیں جو عورتوں کی تعلیم اور آزادی کے مخالف ہیں وہ قدامت پرستی کے ولداوہ ہیں۔ عورت کو حسب دستور وراثت سے محروم رکھنا چاہتے ہیں بیوہ کی دوسری شادی کے ہرگز قائل نہیں ہوتے ان کا نظریہ ہے کہ عورت کو پردے اور قید مکان کا پانپیر بننا چاہئے حد یہ ہے کہ وہ رسم سستی کو از سر نو جاری کرنے کی سزاؤں کرتے ہوئے عورتوں میں زمانہ قدیم کی طرح کٹری اور برتری کے درجے قائم کئے ہوئے ہیں اور ان پر شدت کے ساتھ عمل چاہتے ہیں یہ لوگ ہاں سبھائی کہتے ہیں۔ ان کے



برعکس وہ لوگ ہیں جو ہندو عورت کو جائز حقوق دینے کے حامی ہیں ان کی کوشش ہے کہ عورت پر دسے اور قید مکان سے آزاد کر دی جائے اور مردوں کی طرح اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی مجاز ہو۔

ہندوستانی عورتوں کی مختلف ذاتوں میں باہم دگر مناکحت بھی نہیں ہو سکتی۔ رواج یہ ہے کہ لڑکی کی طرف سے اسی ذات کے لڑکے کے والدین کو پیغام پہنچایا جاتا ہے۔ لڑکے کے والدین یا ولی حیثیت سے زیادہ نقد رقم طلب کرتے ہیں۔ جب رقم ملے ہو جائے تو بیاہ کی نوبت آتی ہے۔ تعلیم یافتہ

ہندو لڑکیوں نے اپنے شوہر خود انتخاب کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ اکثر ایک ذات والے کی شادی دوسرے ذات والے سے ہو گئی۔ معاملہ اسمبلی میں زیر بحث آگیا اور لڑکیوں کی اس جرأت و دلیری کو ختم کرانے کا مطالبہ کیا گیا۔ بات یہ کہہ کر ٹل گئی کہ لڑکیوں کا یہ فعل قابل تحسین متصور ہونا چاہیے کہ انہوں نے اپنے والدین کو وہاں تک رقوم اور جہیز کی گرانباری سے بچالیا۔ اب تعلیم یافتہ ہندو لڑکی نہ صرف انتخاب شوہر کے لئے آزاد ہے بلکہ وہ ذات و برادری کے قبود سے بھی رہائی حاصل کر رہی ہے۔

مسلمان مستورات کا عالم یہ ہے کہ ایک طرف ان کو حصول تعلیم سے روکا جاتا ہے اور دوسری جانب ان کو پردے اور قید مکان میں رہنے کی تاکید کی جاتی ہے۔ وہ اپنی عورتوں کا وہی حال ہے جو ہندو عورتوں کا ہے۔ وہاں نہ پردہ ہے نہ تعلیم۔ حصول پاکستان کی جدوجہد اور تقسیم کی قتل و غارتگری کا نئے ان میں ایک نیا روح پیدا کر دی۔ اب شہری مسلمان مستورات کی حالت تبدیل ہو چکی ہے۔ وہ راہ ترقی پر چل نکلی ہیں۔

اور اپنے حقوق و فرائض کی طرف متوجہ ہیں۔ وہ نرسنگ اور گرل  
 گائیڈس کی تحریک میں داخل ہوئی ہیں۔ سرکاری ملازمتوں اور ریاست  
 کے میدان میں ان کی فائیدگی تا حال کوئی وقت نہیں رکھتی تیار  
 بیاہ کے معاملہ میں ان کو وہ آزادی حاصل نہیں ہے جو اب ہندوؤں کی  
 کو حاصل ہو چکی ہے۔ پھر ان کا ماحول زندگی بدل چکا ہے۔ اسلامی حکومت  
 میں ان کو مذہبی تعلیم کی سہولتیں ہی حاصل ہیں۔ مخصوص تربیت کے  
 لئے وہ ممالک غیر کو جانے لگی ہیں۔ ڈاکٹری اور معلمی میں بھی ان کو کچھ  
 حصہ ملا ہے۔ مختلف رکاوٹوں کا مقابلہ کرتے ہوئے۔ راہ ترقی پر چلنا  
 اور اپنی بہنوں کو سدا بہرہ تا ان کے لئے آسان کام نہیں ہے۔ سب سے  
 اہم اور ضروری فریضہ یہ ہے کہ وہ دیہاتی بہنوں کی تعلیم و اصلاح کی  
 طرف مائل ہو جائیں اس کام میں نہ صرف ان کو مشکلات سے سابقہ  
 ہوگا بلکہ حکومت اور عوام کی اعانت و ہمدردی کی محتاج رہیں گی



# باب ششم

مستقبل

مسلمہ طور پر عالم کائنات کو فنا ہے اور دنیا کو بھی قیامت کا نشانہ  
 کرنا ہے جب تک یہ کرۂ ارض جیتا جاگتا ہے اس کا اور اس کی موجودگی  
 کا کچھ نہ کچھ مستقبل بھی ہوگا۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آئندہ کیا ہونے  
 والا ہے۔ عام حالات کے پیش نظر انسان پھر بھی مستقبل کا اندازہ لگاتا  
 ہے جب تک دنیا کا سیارہ اپنی عمر کو ختم نہ کر دے اس وقت تک مستقبل  
 کا قول صحیح ہوگا کہ :-

”افراد انسانی فانی ہیں مگر انسان غیر فانی ہے افراد  
 کی زندگی کو فنا ہے مگر حیات انسانی کو فنا نہیں“

دنیائیں انسان کی ہستی سب سے زیادہ عظیم الشان  
 حکومت مشترکہ ہے وہ نہ صرف اشرف المخلوقات بلکہ ایسا  
 شاندار جوہر ہے جس کو تمام اشیاء پر ملکیت و قبضہ حاصل ہے مورخین  
 کا قول ہے کہ بین صدی یا اس سے بھی زیادہ عرصہ سے دنیا کے بڑے  
 بڑے مذاہب اس جدوجہد میں مصروف رہے ہیں کہ انسان کی ایک  
 جماعت یا برادری قائم ہو جائے لیکن نسلی عداوتوں۔ قومی بے

اعتبار یوں۔ نفرت اور نفیس نے ان کو حصول مقصد سے اب تک  
 کامیابی کے ساتھ روکے رکھا ہے۔ وہ وسعت خیال اور وہ پرفتن  
 جذبات جس سے ہر آدمی کل ہی ذریعہ انسان کا خادم بن جائے آج تک  
 میسر نہیں ہوئے۔ کوئی آدمی اپنے علم سے اگے نہیں بڑھ سکتا کوئی  
 خیال مروجہ زمانہ کے خیال سے بیروں نہیں پہنچ سکتا اس لئے  
 ناممکن ہے کہ اس بات کا اندازہ کیا جاسکے یا پیشین گوئی کی جائے کہ انسان  
 کی کتنی نسلوں کو ابھی جنگ و بربادی پر امنی اور مشکلات میں بسر  
 کرنا ہیں تاہم بدیر یا بالآخر انسان کے خیالات میں قوت آئے گی اور ممکن  
 ہے کہ جلد آجائے۔ پھر اس عظیم انسان امن و امان کا آغاز ہوگا جس کی  
 طرف تاریخ اشارہ کر رہی ہے۔ یعنی دل کی چین دنیا کی چین اور اس  
 طرح ایک تباہ کار اور بے ارادہ زندگی کا انجام پچھرا سو سال پہ سال  
 یہ بات واضح اور واضح تر ہوتی جاتی ہے کہ بیشتر حالات اور اکثر معاملات  
 میں انسان کی ایک قوم بن رہی ہے۔ مندرجہ امراض۔ کثرت آبادی  
 اور ہجرت جیسے مسائل عام ہو گئے ہیں جن کا تعلق کل دنیا سے مشترک  
 ہے اس صورت حال میں کوئی تعجب نہیں کہ کل دنیا میں ایک مشترکہ  
 حکومت قائم ہو جائے۔

مرد نے اب تک جو سلوک عورت کے ساتھ  
 کئے ہیں وہ ایسے ہیں جو قوی مرد کے ساتھ  
 کرتے ہیں اسلام نے مرد اور عورت کو برابر کے حقوق عطا فرمائے

واہمی سلوک  
 کرتے ہیں اسلام نے مرد اور عورت کو برابر کے حقوق عطا فرمائے



اور دونوں کو یکساں اختیار عمل تفویض کیا۔ ایک زمانہ تک اس کی تعمیل ہوتی رہی اور مغرب و مشرق تک مسلمان چھا گئے۔ بالآخر نیشے کا قول صادق آیا کہ: "عورتوں کے ساتھ مرد کبھی واجب سلوک نہیں کر سکتے" مسلمانوں نے بھی اپنی عورتوں کو فتنہ و فساد کے صیغے یا شک و شبہ کی بنیاد پر قید کر دیا جس کا لازمی نتیجہ ایک نحیف اور بیمار قوم کی صورت میں نکلا اور مسلمانوں کے مقبوضات کے بعد دیگرے نذر اعدا ہو گئے۔ اسلام کا حکم تھا کہ مرد کو عورت پر وہی حق حاصل ہے جو عورت کو مرد پر حاصل ہے۔ اس حکم کی تعمیل ہوتی رہی اور مسلمانوں کی فلاح ہوئی۔ پھر نیشے ہی کا قول سبقت لے گیا کہ:۔

"چونکہ صنف نازک عزم و ثبات میں صنف غالب کی

ہمسری نہیں کر سکتی" اس لئے قدرتی طور پر عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق و اختیارات نہیں ملنے چاہئے۔

اسلام نے راضی اور صریح اختیارات لڑکی کو انتخاب شوہر کے

عطا کئے ایک عرصہ تک ان اختیارات کو مانا گیا اور ان پر عمل ہوتا رہا۔

یہ ایک یہ صورت حال بھی بدل گئی اور والدین کو اختیار ہو گیا کہ جس طرف اور جس شخص کے ساتھ چاہیں لڑکی کو بیاہ دیں۔ ایجاب و قبول محض ایک طرف

و فریب رہ گیا۔ زمانہ جاہلیت کی طرح لڑکیاں عملاً فروخت ہونے لگیں۔ مال

دولت پر ان کی قربانی ہوتی رہی جس کا فائدہ اکثر والدین یا ولی

زوجین میں محبت و اخلاص کے بجائے حاکم و محکوم کا رشتہ قائم

جنس محبت شوہر اور بی بی میں نایاب ہو گئی اور شادیاں جنس اتفاق چیز ہو کر رہ گئیں۔ ظاہر ہے کہ جب شوہر اور بی بی میں رشتہ الفت کے بجائے رشتہ حکومت و غلامی قائم ہو جائے تو اولاد بھی تاثرات سے خالی نہیں رہ سکتی اور ماں کا اثر اولاد میں زیادہ سراپت کرتا ہے۔ چنانچہ اخوت اسلامی جو مسلمانوں میں ہونا لازمی تھی زائل ہو گئی اور وہ لکڑی اور برتنی کے زعم باطل میں پھنس گئے۔ اسلام نے عورتوں کی تعلیم پر زور دیا تھا۔ چنانچہ ایک زمانہ تھا کہ عورتیں نامور عالم اور فقیہہ ہوتی رہیں۔ گردش زمانہ نے ان کو اس سے بھی محروم کر دیا۔ علاوہ قید کے وہ تعلیم سے بھی ممنوع کر دی گئیں۔ ماں کی جہالت کا جو قدرتی اور لازمی اثر ہونا چاہئے تھا وہ ہوا اور لڑکوں کو بھی تعلیم سے نفرت ہو گئی۔ اس طرح جہالت کا نام مسلمان قوم سے منسوب ہو گیا۔

اسلام میں نکاح کا مقصد نہایت بلند اور پاک  
 مقاصد نکاح  
 ارادوں سے متعلق ہوتا تھا زن و شو کا سچھی  
 محبت اور اخلاص کے ساتھ زندگی بسر کرنا اور خدا کی دی ہوئی اولاد کو  
 خدا ہی کی چیز یقین کرنا ان کا مستحکم اعتقاد تھا مسلمان عورتوں کے لیے خوف و  
 ہراس اپنی اولاد کو اسلامی خدمات کے لئے میدان جنگ کو بھیج دینا ایک  
 بسیار ذمہ تھا جس کا وہم و گمان بھی موجودہ زمانہ کی عورت کو نہیں  
 آسکتا۔ فی الحقیقت وہ عورتیں خود مجاہد تھیں اور ان کی ایک ایک اولاد  
 مجاہد تھی اور اسلام ان سے یہ بھی توقع رکھتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسلام

لئے مرد اور عورت کی خانگی زندگی کے ہر کام کو ثوابِ آخرت سے نوازا  
 ہے والدین کا حصولِ معاش کے لئے سعی کرنا حسب معمول ایک قدرتی فعل  
 منظور کیا جاتا ہے لیکن اسلام جائز روزی حاصل کرنے کی ہر سعی کا والدین  
 کو اجر و ثواب بخشتا ہے۔ بچہ کو دودھ پلانا اور پرورش کرنا ماں کا فطری  
 جذبہ ہوتا ہے لیکن اسلام اس خدمت کے لئے بھی ماں کو اجر و ثواب کی  
 بشارت دیتا ہے۔ مختصر یہ کہ مسلمان میاں بی بی کے خانگی دستور العمل میں  
 درگاہِ ایزدی سے قدم قدم کا ثواب عطا ہوتا ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ مسلمان  
 میاں بی بی اور ان کی اولاد راہِ حق میں خدا اور اس کے رسول کی مرضی  
 پر ہمیشہ کے لئے وقف ہو چکے ہیں۔ مسلمان اللہ کی فوج میں۔ فوجی نظام  
 میں افسانوی محبت کا گزر نہیں وہاں نضائیت یا جذبات نفسانی سے  
 کوئی سروکار نہیں۔ مرد کا مقصد یہی ہو گا کہ آیا اس کی منکوحہ نیکو کار اور  
 شریکِ حیات رہ کر اسلامی رفاقت اور معیار کے مطابق اس کے ساتھ  
 بناہ کر سکے گی یا نہیں۔ اور عزم و ثبات میں اس کی ہمسر ہوگی یا نہیں۔ اسی  
 طرح عورت بھی مرد کو حسن عمل اور شجاعت کی کسوٹی پر جانچ کر اون نکاح  
 کے لئے تیار ہوگی۔ وہاں نہ حسن کا گزرسہ نہ عشق کا کہ یہ دونوں پیریں اعمال  
 و نیت سے خود بخود حاصل ہو جاتی ہیں۔ دوسری بات جو ذریعہ معلوم  
 کرنے کے وہ شرافت ہوگی۔ لیکن اس سے مراد شرافت نسبی نہیں بلکہ  
 شرافتِ اعمال ہو کرتی ہے۔ اسلامی تمدن مسخ ہوا تو پہلی چیز شہستان  
 عشرت کی مفلوں میں رونما ہوئی جہاں عورتیں نفس پرستی کا آلہ بن گئیں۔

پھر عشق و حسن کی من گھڑت کہانیاں سر بازار بکے لگیں۔ اب وہ وقت  
 آگیا کہ مقصد نکاح کی جگہ تصویروں اور اٹھارہ جذباتی و نفسیاتی تصویروں  
 چنانچہ جتنے کا قول اس موضوع پر عالی از دہی نہیں ہے۔ وہ کہتا۔

” آج کل شادی کا دار و مدار زیادہ تر اتفاق پر ہے

تہذیب اور ترقی یافتہ لوگوں نے مناکحت کی بنیاد اتفاق

پر قائم کر کے اپنی عقلیں کند کر دی ہیں آج کل شادی کے

معنی یہ ہیں کہ سو سائیکھ کی طرف سے دو افراد انسانی کو

عیش کرنے اور خواہشات نفسانی کو پورا کرنے کی اجازت

دی جائے اور نہیں۔ اگرچہ اس کے لئے جو طریقہ اختیار

کیا جاتا ہے اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ معاشری نظم

و نسق مقصود ہے۔“

جتنے کے سامنے آزاد مرد اور آزاد عورت کی تصویر ہے جو انسانی

اور منشاء کے مطابق تعلقات زنا و شہ کے لئے تیار ہوتے ہیں۔

مکتہ چینی کرتے ہوئے اسلامی اصول کے قریب آجاتا ہے۔ لکھتا ہے کہ

” آج کل کی شادی میں الفت و محبت کا نام بھی نہیں پایا

جاتا۔ اگلے زمانہ کے مشرق کا نکاح سے یہ مقصود تھا کہ ہمیشہ

اقتدار اشخاص کی جماعت نسلاً بعد نسل باقی رہے انسان

کو اس وقت تک شادی نہیں کرنی چاہئے جب تک اس

کو یقین نہ ہو کہ میں تندرست ہوں شریعتاً و نسباً پورا



اور اولاد کا مستحق ہوں ۛ

اسلام کا مقصد بھی یہ ہی تھا کہ مسلمانوں کی زندگی ایک فوجی سپاہی کی طرح ہو جو نسلاً بعد نسل ترقی کرتا رہے اور شرافت نسبی سے مراد ہمیشہ شرافت اعمال تھی۔ نئے مزید اظہار خیال میں اسلامی اصول سے اور زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ کہتا ہے کہ :-

”تم شادی کر کے اپنے آپ سے ایک نئی ہستی کی بنیاد

ڈالو گے اس کام کے لئے اول اول تمہیں اپنے جسم و

روح کو درست کرنا چاہیے کیونکہ تمہاری ذاتی خصوصیات

متعدد نسلوں تک منتقل ہوتی رہیں گی۔ اگر تم نے ایسا

کیا تو تمہاری شادی مسعود و محمود ہوگی۔ میرے نزدیک

نکاح کے معنی یہ ہیں کہ زن و شو اپنے سے بہتر اور قوی

تر اولاد پیدا کرنے کا عزم مصمم کریں ۛ

مسودہ زمانہ کے وقتی جذبات اور غیر مستحکم عشقیہ خیالات کے مطابق جو

شادیاں ہوتی ہیں ان میں سچی محبت کا نام بھی نہیں ہوتا۔ نفس پرستی

کی شادیوں کا انجام خراب ہی ہوتا ہے۔ اس کے متعلق نئے لکھتا ہے

” شادی کے وقت لوگوں کو اپنے گریبان میں منہ

ڈال کر یہ غور کرنا چاہیے کہ آیا ہم میں رفاقت اور

دوستی کا مادہ ہے بھی یا نہیں۔ کیونکہ شادی آخر کیا

شے ہے؟ شادی نام ہے الفت و محبت کا۔ پس ہر مرد اور  
 نکاح کو اپنے نفس سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ کیا فلاں عورت  
 کے ساتھ میں اپنا وقت مرتے دم تک خوشی سے گزار دوں گا؟  
 اس کے علاوہ اور تمام شرائط و قیود چکے ہیں۔ نکاح کی بناء  
 رفاقت پر قائم ہوا کرتی ہے۔

ایک اور صورت حال جو انسان کو پریشانی اور بد اعمالی میں ڈال سکتی تھی  
 تھی کہ اگر کسی ملک میں یا کسی وقت عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہو جائے تو کیا انتظام ہونا  
 چاہیے اسلام نے ایک نہایت معقول بندوبست یہ کر دیا کہ مسلمان مرد کو چار  
 عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دے دی۔ اس طرح مسلمانوں کو  
 بدکاروں کا شکار ہونے سے محفوظ رکھ دیا گیا۔ یہ کبھی ثابت ہو چکا ہے کہ کسی  
 ملک و قوم میں عورتوں کی تعداد کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو مگر جو کتنی سے آگے نہیں  
 بڑھ سکتی چنانچہ مسلمانوں کا یہ مسئلہ بھی ایک معجزہ سے کم نہیں۔ اب تک مسلمانوں  
 کے اقوال اسلامی اصول سے قرین پھرتے رہے لیکن اس مسئلہ میں وہ  
 اور اس کا ہم خیال جی میردیتہ دونوں گمراہ ہو گئے۔ ان کو اس مشکل کا علاج  
 سوائے وقتی اور آزماتشہی شادیوں کے اور کچھ نہ معلوم ہو سکا۔ میردیتہ  
 نے یہ نتیجہ ہمیشی کر دی کہ:

” شروع میں وقتی اور آزماتشہی نکاح ہونا چاہئے اگر زن و  
 شر کے اختلاف مزاجات کے باوجود ان کے تعلقات کو زبردستی  
 باقی رکھا گیا تو پھر دونوں کی سچی پلید ہو جائے گی اور دونوں

ایک دوسرے کو نفرت اور انتقام کی نگاہ سے دیکھیں گے  
 میاں بی بی کے رشتہ کو بہ جبر باقی رکھنے سے کہیں بہتر  
 ہے کہ اسے توڑ دیا جائے وقتی اور آزمائشی نکاح سے  
 یہ فائدہ ہوگا کہ طرفین کو ایک دوسرے کے مزاج سے  
 واقفیت ہو جائے گی اور یہ معلوم ہو جائے گا کہ آیا وہ مستقل  
 نکاح کے مستحق ہیں یا نہیں۔

میر ڈکھنے جو بات فروگذاشت کر دی تھی نٹشے اس کو اس طرح بتاتا  
 ہے :-

وقتی اور آزمائشی نکاح کو روح دنیا چاہئے  
 تاکہ زنا کاری کا اندر اوپو کے پاس کی خرابیوں کی اصلاح  
 ہو سکے ایسی حالت میں اولاد کے حقوق کا پہلے سے خیال  
 کر لیا جائے۔

نٹشے نے وقتی نکاح سے جو اولاد پیدا ہو اس کا خیال کرنا ضروری قرار دیا  
 لیکن دونوں نے اس بات پر کوئی توجہ نہیں کی کہ وہ جس طرح زنا کاری  
 کا اندر اوپو سے دراصل — زنا کاری کو فروغ ہو جائیگا۔  
 بالفاظ دیگر وقتی اور آزمائشی نکاح سے زنا کاری کا دروازہ کھل جائیگا  
 اور عیاش طبع لوگ متواتر ایسے نکاح کرتے رہیں گے۔ عورتوں کی زندگی  
 اس لئے اور بھی برباد ہو جائے گی کہ نٹشے کے خیال و عقیدے میں عورت  
 کسی دین مہر کی مستحق نہیں ہو سکتی۔ ہرچند کہ اہل مغرب زنا کو برا کہتے ہیں

لیکن ان کی ذہنیت اس کو عیب نہیں سمجھتی۔ خود سنتے جو دانا، کا  
 اندر اوچا ہوتا ہے وراثت کے روح کو کوئی گناہ مقصود نہیں کرتا۔  
 کہتا ہے کہ :-

”مستقبل میں شادی صرف روحانی رفاقت کی خاطر ہوتی ہے،  
 جس کی غرض و غایت یہ ہے کہ ایک ایسی نسل کی بنیاد پڑے

جو خود وہ نسل سے بہتر ہو۔“

یہاں تک اس کا نظریہ اسلامی نقطہ نظر سے قریب ہے لیکن جب وہ یہ  
 کہتا ہے کہ :-

”جو لوگ ہمیں پرستی کو کسی اعلیٰ مقصد کے حصول کا ذریعہ  
 سمجھتے ہیں ان کو وراثت پر اکتفا کرنا چاہیے۔“

تو وہ یقیناً ناکارہی کی ترغیب دیتا ہے کیونکہ وراثت خواہ ناواستہ وہ  
 وراثت، اور کسی میں تمیز نہیں کرتا دونوں یکساں طور پر عصمت  
 فروش اور مقاصد نکاح سے بے تعلق ہوتی ہیں۔

آگے چل کر مقاصد نکاح کے متعلق سنتے کچھ اور بتاویں  
 پیش کرتا ہے :- وہ کہتا ہے کہ :-

”دا، کنواروں کو ایک عرصہ تک فوجی خدمات انجام  
 دینا چاہیے۔“

(۲) نکاح سے قبل مرد و عورت دونوں کی صحت جسمانی  
 کے متعلق ڈاکٹر کی شد ہوئی چاہیے۔



” (۳) جن لوگوں کی اولاد نہ کوزہ زیادہ ہو ان کو دوسروں

کے بہ نسبت حقوق و اختیارات زیادہ ملنا چاہئے،

” (۴) وقتی اور آزمائشی نکاح کا رواج ہونا چاہئے،

” (۵) نکاح سے قبل برسر اقتدار اشخاص اور پیشوایان

دین کی منظوری لینا چاہئے۔“

” (۶) کمزوروں اور ابا بچوں کو اولاد پیدا کرنے کا موقع نہ

دینا چاہئے۔“

پہلی اور دوسری شرط خدا ان قابل اعتراض نہیں اگرچہ اسلام ان پابندیوں کا

مہر نہ قابل نہیں لیکن تیسری شرط نہ مانہ جاہلیت کی یاد دلا دیتی ہے جب کہ

رٹھ کا پیدا ہونے کی خوشی ہوتی تھی اور رٹھ کی کوزہ درگور کر دیا جاتا تھا۔

اسلام رٹھ کے اور رٹھ کی میں کوئی فرق نہیں کرتا دونوں کو حقوق عطا کرتا

ہے۔ رٹھ کی ہو یا رٹھ کا دونوں کو خدا کی دین سمجھتا ہے۔ ایسے امر اتفاق پر

حقوق و اختیارات کی زیادتی کسی طرح قرین عقل و انصاف نہیں

ہو سکتی۔ نیشے غالباً بے خبر تھا کہ کبھی عورت یا بھی مرد کی ہم سہری

حاصل کر سکے گی اور کسی کام میں مردوں سے پیچھے نہیں رہے گی۔

پانچویں شرط فضول اور ناقابل عمل معلوم ہوتی ہے۔ البتہ جیسی بخیر نہ

کے متعلق مغرب میں غیر معمولی غور و غوض ہو رہا ہے۔ پہلے نے اس تجویز کو

جرمنی میں عملی جامہ پہنا کر اہم تبدیلی واقع کر دی تھی۔ امریکہ کی اکثر

ریاستوں میں اس کو قانونی شکل دیدی گئی ہے۔ اس موضوع پر

تکلف اپنا نظریہ پیش کرتا ہے :-

دعویٰ المرضی اور خیفہ و زار لوگوں کے لئے  
 بچہ کا ہونا جرم ہے۔ انسان کے ناکارہ ہونے کی  
 ایک نہر دست شناخت یہ ہے کہ وہ اپنے جذبات  
 کو قابو میں نہیں رکھ سکتا اور معمولی سی خواہش پر  
 اپنے تئیں قربان کر دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت  
 میں پیشوایان دین اور اربابِ عمل و عقد کچھ نہیں  
 کر سکتے۔ یہ کام ڈاکٹروں کا ہے۔ ڈاکٹروں کے  
 ذمہ متعدد فرائض ہیں جن میں سب سے زیادہ اہم فرض  
 یہ رہتا ہے۔ چونکہ جماعت انفرادی حیات کی ذمہ دار  
 ہے اس لئے اس کا فرض ہے کہ وہ ناقص زندگی کا پہلے ہی  
 سے خاتمہ کر دے۔ ناقص زندگی کا ضرب اثر جماعت  
 پر بھی پڑتا ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ وہ ایسی  
 زندگی کو عالم وجود میں آنے سے باز رکھے۔ غرضیہ  
 و نسب کا خیال کئے بغیر کمزوروں اور ناکاروں کے  
 توالد و تناسل کا سلسلہ بوجہ و اگر اہ مستطیع کر دینا۔  
 چاہئے :-

تکلف اس پر اکتفا نہیں کرتا وہ نبی حضرت موسیٰ کی تبلیغ پر اپنے غم و غصہ  
 کا اس طرح اظہار کرتا ہے :-

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کو حکم دیا تھا  
 کہ تم کسی کو قتل نہ کرنا، اس حکم سے کہیں زیادہ ضروری  
 یہ حکم تھا کہ ناکاروں کو اولاد پیدا کرنے کا موقع

نہ دینا، دنیا کے انسانیت میں تندرست و مرلیں  
 دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ مرلیوں اور ناکاروں کا

خاتمہ جس طرح ممکن ہو کر دینا چاہیے وہ نہ آخر

میں سب کو تباہ و برباد ہونا چاہیے گا مرلیوں کو تن

درستوں کے برابر حقوق بخشنا اور کمزوروں پر رحم

کرنا اخلاق کے چہرے پر ایک بد نما وارغ ہے۔

مفسر نے *والم المرضی* - سنجیدہ و ناقص و ناکارہ جیسے الفاظ

استعمال کئے ہیں مگر اس نے ان مبہم الفاظ کی کوئی وضاحت

یا تفسیر نہیں کی۔ وہ ڈاکٹروں کو اختیار دیتا ہے کہ ایسے لوگوں کا

خاتمہ کمزوری لیکن وہ اس امر واقعہ سے چشم پوشی اختیار

کرتا ہے کہ ڈاکٹروں کی کاوش و سعی نے ثابت کر دیا ہے کہ دنیا

میں *والم المرضی* سنجیدہ و ناقص اور ناکارہ کے کامیاب علاج

مستحباب ہو رہے ہیں اور روز بروز جدید تحقیقات کی رو

سے ان کا قطعی قلع قمع ہو جانا ممکن ہو گیا ہے۔ مفسر کے نزدیک

*والم المرضی* و ناکارہ کو صحت یاب و تندرست بنانے کے بجائے

ان کا خاتمہ کر دینا چاہیے گویا وہ حق طبابت کی ترقی کو روک دینا چاہتا

ہے اور ڈاکٹروں کو بجائے مزید تحقیق و تلامسش کے ایک سہل  
راستہ ان کو قسم کر دینے کا بتانا ہے۔ جسے گاہیہ نظر یہ اس لئے  
بھی غلط ہے کہ اسلام نے کمزوروں کے ساتھ مراعات کی ہیں ان  
کو ان کے لائق خدمات سپرد کی ہیں اور اولاد سے ممنوع نہیں کیا  
ہے۔ جسے کہ بقول ہر عمر رسیدہ اور ضعیف شخص قابل گرفت زنی

ہونا چاہیے اور یہ ہی رائے سچے اور اس کی نازی جماعت کی تھی  
جس کے لئے قانون بنتے ہی بنتے رہ گیا اس قسم کی مردم کشی  
کسی طرح مردم فوری سے کم نہیں۔ اٹلدا اور ماہرین فن کا فرض  
ہے کہ وہ ناقص اور وائم المرض زندگی کو کارآمد بنانے کی کوشش  
کریں نہ کہ اس کا خاتمہ کر دیں۔ اسلام نے کمزوروں کو شرکت  
جہاد سے معاف کیا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ مالی و دیگر امور کا  
پابند کر دیا ہے اور ملک کے انور و فی اور فانی نظام امن و امان  
میں ان کی خدمات مقرر کی ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسانی  
زندگی کیسی نوعیت میں ناقص و ناکارہ نہیں ہوتی اور دہر کا رہے  
دہر مرد سے، کے مطابق ہمیشہ کام میں لائی جاسکتی ہے۔

بہر حال دیکھنا یہ ہے کہ آئندہ تقاصد نکاح کیا ہوں گے؟ عورت  
اپنی کش مکش حیات کی مٹر لیں طے کر رہی ہے وہ آزاد ہی اور کامل  
آزادی کی تلاش میں رہ نورد ہے۔ اس کو نفسانی اور عشقیہ  
خدمات افسانوی کو کھیلنا ہے اور موجودہ زمانہ کے ایسے



سب افسانے اور کہانیاں سپرد طاق نسیاں کرنا ہیں جو اس کے لئے محض وقتی اشتغال کا کام دیتی ہیں۔ اُس کی حجاب اور فطرتاً یقیناً بازگشت کرے گی اور وہ ملک و قوم کے لئے قوی اور دلیر فوج مہیا کرنے میں کامیاب ہوگی۔ آج وہ لعلی تصویر اور جعلی حکایات کے کام میں لائی جا رہی ہے لیکن اس کے مفاد نکاح اس درجہ بلند و بالا ہونے والے ہیں کہ وہ حقیقی مہاجر کا مرتبہ حاصل کرے گی اور ملک و قوم کی روح رواں مانی جائے گی اس میں شک نہیں کہ مشرقی عورت اور بالخصوص

## دستواریاں

پاکستانی یا اسلامی عورت برفنا علامت بن گئی ہے وہ گھر سے باہر نکلے تو گناہ۔ برقعہ ٹرک کرے تو گنہگار۔ چہرہ یا بات پر کھل جائیں تو عذاب۔ اسکولوں اور کالجوں میں تعلیم حاصل کرے تو مورد عتاب۔ تقریر کرے تو ویدہ دہن۔ مرہم پٹی کا کام سیکھے تو بے باک۔ فوجی تعلیم حاصل کرے تو بے حیا۔ سیاریات میں حصہ لے تو بے شرم۔ سرکار و ملازمت یا عہدے قبول کرے تو نافرمان۔ غرض یہ کہ دنیا میں کچھ بھی انقلاب ہو جائے اور روسکے زمین کی سب ہی عورتوں پر نقاب ہو کر اپنی پلٹن کیوں نہ بنالیں لیکن مشرقی عورت پر وہ نشینی اور قید مکان سے جنبش نہیں کر سکتی۔ قدامت پرستوں کا دعویٰ ہے کہ اگر قرآن و شریعت سے بھی پردہ نشینی ثابت

نہ ہو تب بھی اخلاقی فرہنگ ہے کہ عورت مکان کی چار دیواری  
 کے اندر مقید رہے وہ نشین رہے۔ اگر باہر نکلنے پر مجبور  
 ہو تو کچھ بوجھ تو کسی حالت میں ترک نہیں کیا جاسکتا۔  
 بعض بزرگوار دنیا کی آئندہ روشنی کا مطالعہ کرنے کے  
 باوجود عجیب فریب خیال میں مبتلا پائے جاتے ہیں۔ ان  
 کے نزدیک مستقبل کا خاکہ یہ ہے کہ دنیا کی تمام عورتیں پردے  
 اور قیصر مکان کی عادی کر دی جائیں گی تب کہیں دنیا  
 ارتقاء کی منزل آخر پر پہنچے گی۔ مغرب نے مشرق کو  
 ہمیشہ مغالطہ دیا ہے اور آج بھی وہ کسی قدر امت پرستی  
 کی مہمت افزائی میں درہلے نہیں کرتا۔ لیکن یہ وہم و گمان  
 کہ مغرب خود بھی پس پائی اختیار کرے گا نہ صرف  
 مصلحت خیز بلکہ "این خیال است و حال است و ہنوں"  
 کا مصداق ہے۔ مغرب استورات آزاد ہو چکی ہیں۔ اب  
 دنیا میں کوئی قوت ایسی نہیں جو ان کو پردہ نشین و مجبور  
 کر سکے۔ ان کی ترقی یونانیوں نام غریب کو پہنچ رہی ہے۔  
 مشرق کو اپنی خامیوں کو خیارہ بگٹنا پڑے گا۔ وہ وقت  
 بھی پیش نظر رکھنا چاہئے جب مشرقی مردوں کو مغربی  
 عورتوں کے مقابلہ میں لڑکر مرد و عورت کی جنگ کا نتیجہ دنیا  
 کے سامنے پیش کرنا ہو گا۔ دنیا میں عورتیں جوق جوق ترقی

تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ کوئی فوجی نظام تعلیم ایسا نہیں جس  
 عورتیں حصہ نہ لے رہی ہوں۔ کیا اہل مشرق مغربی عورتوں  
 سے نگرے کر اپنی آنکھیں کھولیں گے؟ ایسا ہوا تو وہ  
 نکل چکا ہوگا اور اہل مشرق کی نصفت آبادی اپنا بیچ اور موٹے  
 ہوتے ہوئے اُن کے کسی کام نہ آسکے گی۔ اب مسلمان عورتوں  
 نے حصول آزادی کے لئے اپنا راستہ خود اختیار کیا ہے  
 پاکستانی خواتین نے قوم کے اڑے وقت میں پردے کے بند  
 توڑ کر جو خدمات انجام دیں وہ تاریخی حیثیت سے فرنگ  
 نہیں کی جاسکتیں وہ بے لوث خدمات جو انہوں نے بتاہا  
 وہاں جرین کے لئے انجام دیں۔ اور جس جرات و جانفشانی  
 حضرات و مشکلات کا مقابلہ کیا اُن کی تاریخ کا آغاز و اہم  
 تھی۔ اُن کو علم ہے کہ تمام ممالک کی عورتیں حتیٰ کہ سخت ترین  
 قدامت پرستیوں کی مستورات سرحد کے دوسری جانب فوجی  
 نظام میں حصہ لے رہی ہیں اور اپنی فوجیں بنا رہی ہیں وہ اس  
 ماحول کو نظر انداز نہیں کر سکتیں مرد کتنا ہی اس کے راستہ  
 روکا دے وہ ایں لیکن پاکستانی خاتون ہر سنگ راہ سے مقابلہ  
 کرتی رہے گی پیش قدمی جاری رکھے گی۔ اس کو اپنے ملک  
 قوم کی بقا و فلاح کا کمال احساس ہو چکا ہے اب کوئی طاقت  
 اس کو فرض شناسی سے باز نہیں رکھ سکتی۔ اس کی اولوالعزم

و استقلال اس کے مستقبل کی ضمانت ہے۔ وہ وقت دور  
 نہیں کہ اس کی عصمت و عفت قابل رشک ہوگی اور دنیا  
 کی بہترین فوجوں میں اس کا شمار ہوگا۔

اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ مرد کو  
 انجام بخیر بہ لحاظ ساخت و قواسم جسمانی عورت

کچھ فضیلت حاصل ہے اسلام بھی مرد کو اس فضیلت سے  
 محروم نہیں کرتا۔ پر خلوص و نیکو کار عورتیں اپنے شوہروں کو مطیع  
 و فرمانبردار ہوتی ہیں۔ مسلمان عورتیں کو بھی یہی حکم دیا گیا ہے۔  
 غور کیا جائے تو ابتداء آفرینش سے مرد و عورت ایک  
 دوسرے کے شریک حال رہے ہیں۔ امن و صلح میں عورت  
 مرد کی ہم دوش رہی۔ موجودہ تمدن یا کوئی تمدن بھی  
 عورت کے تعاون بغیر حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ زمانہ سلطنت  
 سے لے کر آج تک عورت کو کسی جسمانی مشقت سے بھی  
 انکار نہیں ہوا۔ وہ کھیتی باڑی کے کام کرتی ہے اور محنت  
 و مزدور رہی بھی کرتی ہے۔ ریلوں اور کانوں میں مشقت کرتی ہے  
 پینا وٹا اور کسی چلاتی ہے۔ اینٹیں اور پتھر ڈھونڈتی ہے۔  
 شاید ہی کوئی ایسا کام جسمانی محنت کا ہو جو عورت نہ کرتی  
 ہو۔ علاوہ اس کے کچھ ایسے کام بھی اس کے سپرد نہیں جن کو  
 مرد کو سرکار نہیں ہوتا۔ خانہ دار رہی اور ہانڈی چولہے کا کام



تہا اسی کا فرض مقدر کیا گیا ہے۔ گھر کی صفائی اور  
 سینا پر وٹا اسی کے سپرد رہتا ہے۔ اولاد کا جننا  
 اور پالنا اس کی فطرت میں داخل سمجھا گیا ہے۔ وہ مرد  
 سے زیادہ رحم دل نیک نفس اور وفا شعار بھی ہوتی  
 ہے۔ ماں باپ کی خدمت گزار شوہر کی جاں نثار اور  
 اولاد سے بے پناہ محبت کرنے والی اور صعوبت و  
 تکلیف کی مرد سے کہیں زیادہ قوت برداشت کی حامل  
 عورت ہی ہوتی ہے۔

سب سے پہلے اہل مغرب نے عورتوں کے حقوق آزادی  
 پر دستا اندازی کی اور اس کو قید مکان میں ڈالا جس  
 کی تقلید دیگر ممالک میں کی گئی۔ قرآن کریم نے قید مکان  
 کو سزائے سخت بتویز کیا اور رسول اکرم نے عورت  
 کے حقوق آزادی بحال رکھے۔ ایک زمانہ تک ان احکام  
 شریعت پر عمل ہوتا رہا تا آنکہ سلاطین اسلامی نے عورتوں  
 کو ذریعہ ہوس رانی بنالیا اور بطور حفظ ماتقدم ان کو  
 قید مکان میں محبوس کر دیا۔ تاہم یہ بدعت معدومہ چند  
 امراء و رؤسا شہری تک محدود رہی غربا اور موافقات  
 کی کثیر آبادی تک نہیں پہنچ سکی۔ بدیہی طور پر اسی بدعت کو  
 غصبت و عنف جیسے اہم معاملہ سے متعلق ہونے کے

عام مسلمانوں پر اطلاق ہونا چاہئے تھا لیکن عدم  
قبولیت کی بنا پر اس کا دائرہ نام نہاد شرفاء کے  
بڑھ سکا۔

مشرق کی جدوجہد شر آور ہوئی۔ اس کو غلامی سے  
جاتا ملی۔ پاکستان مسلمانوں کی جانکاہی کا نتیجہ اور ان  
حقیقی آزادی کا سرچشمہ ہے۔ یہاں وہ قوم نشور و نما  
کے گامی جس کا نصب العین اسلامی اور انسانی بہبودی  
ترقی ہوگا۔ تعصبات و توہمات کا یہاں گزر نہیں ہوگا۔  
وہ وہ شعور آزادی میں جو فاسیاں ہیں ان کو دور کرنے میں  
لگان خواتین کا زبردست ہاتھ ہوگا وہ اسلام کی معماروں  
اور اسلام کو ان پر فخر ہوگا۔ وہ سلطنت صالحین کا نمونہ پیش  
بائی اور دنیا محوریت ہوگی کہ تار پینچ اس طرح دہرائی جاتی

وہ کل کے غم و غیش پہ کچھ حق نہیں رکھتا  
جو آج خود امروز و جگر سوز نہیں ہے

وہ قوم نہیں لائق ہنگامہ سروا  
جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے  
واقفیت

مطبوعہ

لاہور

کیمبرلی پریس

سے چھپا کر

سید شفیق احمد راشدی مصلح ربی بلنگ

پتیلی پارہ - کراچی